إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

تذکرہ اولیائے چشت

مصنف
مولانا سلطان احمد فاروقی سیالوی

ناشر
ادارہ قمر الاسلام صدر بازار لاہور کینٹ
جامع مسجد جان محمد

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

تذکرہ اولیائے چشت

مصنف

مولانا سلطان احمد فاروقی سیالوی

ناشر
ادارہ قمر الاسلام صدر بازار لاہور کینٹ
جامع مسجد جان محمد

انتساب

ایک گدائے بے نوا،

امام اہل سنت، شیخ طریقت، شہبازِ ولایت
اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام حضور خواجہ خواجگان مولانا علامہ الحاج
حافظ محمد قمر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف

کے حضور میں
یہ چند حروف بطورِ نذرانہ پیش کرتا ہوں

ے تیری دوستی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا
تیرے عشق نے بنایا میری زندگی فسانہ

گر قبول افتد زہے عز و شرف

گدائے پیر سیال ـــــ سلطان احمد فاروقی سیالوی

حضرت علامہ محمود احمد رضوی چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان

تقریظ

عزیز محترم مولانا سلطان احمد صاحب فاروقی سیالوی مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور پاکستان کے فارغ التحصیل اور میرے والد قبلہ مفتی اعظم پاکستان حضرت شیخ الحدیث علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری قدس سرہ العزیز کے تلامذہ میں سے ہیں مولانا نے متعدد موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ زیر نظر تصنیف "تذکرہ اولیاء چشت" ان کی مقبول عام تصنیف ہے۔ جواب چوتھی بار شائع کی جارہی ہے۔ مصروفیت کی وجہ سے میں اس کتاب کے بعض اوراق پڑھ سکا ہوں۔ بہرحال اولیائے کرام اور بزرگان دین کی سیرت و کردار سے روشناس کرانا ایک بہت بڑا مفید اور اچھا قدم ہے اور بزرگان دین کی سوانح حیات مشعل راہ کا کام دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی اس تصنیف کو مقبول خاص و عام فرمائے۔ اور عوام و خواص کے لیے فائدہ مند ثابت ہو

فہرست

عنوانات تذکرہ اولیائے چشت

تعارف

مولانا سلطان احمد فاروقی السیالوی مؤلف کتاب "تذکرہ اولیائے چشت"
۱۹۳۴ء میں ضلع لائل پور، قصبہ چک نمبر ۱۶ پناکھے میں ایک زمیندار کے ہاں
جو حضرت فاروق اعظم رضؓ کی اولاد میں سے تھے، پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم
گھر ہی میں مولانا ظہور احمد صاحب نقشبندی سے جو اس علاقہ کے مشہور جیّد
عالم دین، متقی و پرہیز گار تھے، حاصل کی۔ اس کے بعد پاکستان کی معیاری درسگاہ
"مرکزی دار العلوم حزب الاحناف" میں داخلہ لیا اور علوم شرقیہ یعنی صرف نحو،
اصول، فقہ، تفسیر و حدیث وغیرہ میں تکمیل حاصل کی۔ ۱۹۵۰ء میں سنٹرل
طبیہ کالج سرگودھا میں داخلہ لیا اور "حکیم کامل" میں اچھے نمبروں پر کامیابی حاصل کی۔
طبی پریکٹس کچھ عرصہ اپنے گاؤں میں ہی جاری رکھی۔ بعد ازاں خواجہ خواجگان ...
شیخ الاسلام حضور قبلۂ عالم، الحاج مولانا علامہ محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین
آستانہ عالیہ سیال شریف کی بیعت سے سرفراز ہوئے۔ ۱۹۵۹ء میں صدر بازار
لاہور چھاؤنی کے خطیب مقرر ہوئے۔
آپ کئی ایک دینی تنظیموں میں شرکت فرما چکے ہیں۔ جن میں سے سب

سے پہلے پاک سُنی تنظیم کے نائب صدر اور جمعیت العلمائے پاکستان کی مجلس عاملہ کے رکن اور بعد میں جمعیت کے حلقہ لاہور کے ناظم منتخب کئے گئے۔ اب تک سینکڑوں غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔

آپ نے تذکرہ اولیائے چشت کے علاوہ اور بھی کئی ایک موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں۔ جن کی فہرست حسب ذیل ہے۔

سیرت رسول اعظم	رشوت وخیانت
سوانح آئمہ اربعہ	ملفوظات حضرت سیالوی
اہمیت نماز، روزہ۔	ذکر الٰہی
رسول اعظم کی پیاری دعائیں	کسب حلال
مالک کونین	عرش کے سایہ تلے
حضرت عیسٰے کون تھے؟	وغیرہ وغیرہ

ناظم

ادارہ قمر الاسلام جامع مسجد میاں جان محمد

صدر بازار لاہور چھاؤنی

حق حق حق

ابتدائے نگارش

برّصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد ایک عظیم انقلاب کا پیش خیمہ تھی ان کی آمد سے یہاں کی ہر چیز اور ہر جگہ متاثر ہوئی۔ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں ایک نمایاں تبدیلی واقع ہوئی۔ یہاں کے قدیمی اور غیر قدیمی باشندوں کی فطری صلاحتیں جو صدیوں سے اوہام پرستی، جماعتی تنگ نظری و تنگ ظرفی کی وجہ سے دبی چلی آتی تھیں، مسلمانوں کی آمد سے چمک اٹھیں۔ مسلمان جب سرزمین پاک و ہند میں اپنی ایک جدید تہذیب، نیا معاشرہ، نیا نظریہ حیات اور اچھوتا طریق عبادت پاکیزہ اصول، زریں خیالات، ٹھوس اور مضبوط عزم اور جاندار نظر و فکر لائے تو ان کی خیر و برکت سے پاکستان و ہند کی ثقافت ایک نئے قالب میں ڈھل گئی۔ اس ملّی، ملکی اور روحانی انقلاب برپا کرنے میں صرف بڑے بڑے فاتحیں و حاکمین اور تجربہ کار سپاہیوں کا ہی حصّہ نہیں تھا (جیساکہ موجودہ زمانے کے مادہ پرستوں کا خیال ہے) بلکہ علمار و صلحا و صوفیائے کرام نے بھی یکساں طریق پر کام کیا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس قسم کے عظیم مقاصد، عہد عزائم پاکیزہ نظریات میں صوفیائے کرام ہی پیش پیش رہے، ایک ٹھوس حقیقت ہے جس سے انکار کرنا حقائق کو جھٹلانے کی سعی ناکام ہے۔ امر واقع یہ ہے کہ علما

وصلحاء بالخصوص صوفیائے کرام صرف دنیاوی علوم سے ہی واقفیت نہیں رکھتے بلکہ یہ لوگ علم وعمل کی دولت سے مالا مال ہونے کے علاوہ حسن واخلاق کے پیکر، بنی نوع انسان کے سچے ہمدرد، مخلص اور خیر خواہ ہوا کرتے ہیں یہی وہ پاکیزہ نفوسِ قدسیہ ہیں جن کی صحبت میں حاضر ہونے سے سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

صوفیائے کرام کے حالات اور ان کی دینی اور اصلاحی مشن پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور لکھا جا رہا ہے لیکن اردو زبان میں اولیائے چشت سے متعلق ایک مختصر اور جامع کتاب کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جا رہا تھا۔ اسی ضرورت کو مدِنظر رکھتے ہوئے زیرِ نظر کتاب "تذکرہ اولیائے چشت" کو اس لیے پیش کیا جا رہا ہے کہ ہمارے نونہالانِ قوم اپنی سیرت کی تربیت اور شخصیت کی تعمیر میں اس سے مدد لے سکیں۔

خداوند عالم کا شکر گذار ہوں کہ اس گرانی اور قلت کے زمانے میں مجھے توفیق عطا فرمائی کہ مشتاقانِ علم کی پیہم فرمائشوں کی تعمیل میں اس کتاب کا چوتھا ایڈیشن پیش کر رہا ہوں اور دعا گو ہوں کہ قارئین اس سے کماحقہٗ متمتع ہوں اور خود میرے لیے اس کو مغفرت کا سبب بنائے۔ آمین۔

○

سلطان احمد فاروقی سیالوی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرہ شریف

چشتیہ، نظامیہ، سیالویہ

شَجَرَۃٌ طَیِّبَۃٌ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ۝

خداوندا تو ذاتِ کبریا کے واسطے	رحم کر مجھ پر محمد مصطفیٰ کے واسطے
ہوا ہوں سخت زار اس بندِ محنت میں اسیر	کھول دے مشکل علی المرتضیٰ کے واسطے
جہ بصری حسن کا نام لاتا ہوں شفیع	شیخ عبدالاحد اہلِ بقا کے واسطے
ل کر مجھ پر طفیلِ خواجہ ابن عیاض	شاہ ابراہیم بلخی بادشاہ کے واسطے
ضرتِ خواجہ حذیفہ کے لیے تو رحم کر	اور ہبیرہ بصری صاحب ہدا کے واسطے
اجہ ممشاد کی خاطر میرا دل شاد کر	شیخ ابو اسحاق قطبِ چشتیہ کے واسطے
اجۂ ابدال احمد بو محمد مقتدا	خواجہ ابو یوسف صاحبِ صفا کے واسطے
خواجہ مودود حق اور خواجہ حاجی شریف	خواجہ عثمان اہلِ اقتدا کے واسطے

والیٔ ہندوستان خواجہ معین الدین حسنؒ ——— شیخ قطب الدین قطب الاتقیا کے واسطے

کام کر شیریں طفیل خواجۂ گنج شکر ——— اور نظام الدین محبوب خدا کے واسطے

دل کو روشن کر طفیل شاہ نصیر الدین چراغ ——— اور کمال الدین کمالِ اصفیاؑ کے واسطے

دُور کر ظلمت سراج الدینؒ دنیا کے لیئے ——— اور علم الحق و دین علم الہدا کے واسطے

حضرت محمودؒ دراجن سرورِ دنیا و دین ——— اور جمال الدین جمن صاحب رضا کے واسطے

شیخ حسن اور خواجہ شیخ محمد کے طفیل ——— حضرت یحییٰ مدنی مقتدا کے واسطے

مشکل حل کر طفیل شاہ کلیمؒ اللہ دلی ——— اور نظام الدین رح مقبول خدا کے واسطے

دین و دنیا کے وسیلہ پیرِ عالم فخر الدین ——— خواجہ نور محمد رہنما کے واسطے

حضرتِ خواجہ سلیمان دو جہاں کے دستگیر ——— قبلۂ حاجات، کعبۂ دعا کے واسطے

کر کرم مجھ پر طفیلِ حضرت عالی جناب ——— شیخ شمس الدین شمسِ چشتیا کے واسطے

محو کر دل سے میرے نقشِ خیالِ غیر کو
خواجہ محمد قمر الدین "مدظلہ" پیشوا کے واسطے

آمین

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

تذکرہ

اولیائے چشت

حصّہ اوّل



حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان میں متعدد روحانی سلاسل جاری ہوئے اور جاری ہیں لیکن ان سلاسل میں سب سے زیادہ مقبولیت سلسلہ چشتیہ کو حاصل ہوئی۔ اس اہم سلسلہ کی داغ بیل تو شیخ ابو اسحاق شامی (المتوفی ۳۴۹ھ) نے ڈالی، لیکن اس کو پروان چڑھانے اور پھیلانے کا کام حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ نے سرانجام دیا۔ اس سلسلہ مقدسہ کی اہم کڑی حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ خواجہ اجمیری ؒ کے پیر و مرشد ہیں۔ آپ نے اگرچہ ایک ہی مرتبہ اپنے قدوم مبارک سے ہندوستان کی سرزمین کو شرف بخشا، لیکن بالواسطہ آپ کا فیض ہندوستان کو پہنچا کیونکہ آپ ہی کے حکم سے خواجہ اجمیری ؒ ہندوستان تشریف لائے اور رشد و ہدایت کے ذریعے اہل ہند کی اصلاح فرمائی، اس لیے آپ کے تذکرہ مبارک سے کتاب کی ابتدا کی جا رہی ہے۔

حضرت عثمان ہارونیؒ کا تقدس اور بزرگی

حضرت خواجہ عثمان ہارونی حضرت علیؓ کی اولاد طیبہ میں سے ہیں۔ آپ گیارہ واسطوں سے حضرت علیؓ سے منسوب ہوتے ہیں۔ آپ کا وطن مبارک قصبہ ہارون ہے جو خراسان میں واقع ہے آپ کو ابتدائے زندگی ہی سے ریاضت و عبادت کا شوق تھا۔ قرآن پاک نو دن میں ختم کرتے تھے

ایک روایت ہے کہ آپ نے ستر برس تک سخت مجاہدے فرمائے اور کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا نہ پانی پیا۔ آپ مجیب الدعوات تھے یعنی جو کچھ زبان سے فرماتے تھے وہی ہو جاتا اور آپ پانچ پانچ روز کے طویل روزے رکھتے آپ کی نظر مبارک کیمیا اثر تھی جس پر پڑ جاتی وہ سلوک و تصوف کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ جاتا۔

حاجی شریف زندنی سے بیعت

آپ کے پیر و مرشد حاجی شریف رح زندنی ہیں، جو روحانیت و سلوک میں اپنے زمانے کے مشائخ کبار میں بے مثال اور عدیم المثال شہرت رکھتے تھے۔ اس عہد کے تمام علماء و فضلاء خصوصاً اہلِ حقیقت آپ کی طرف متوجہ تھے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے تو آپ نے کمال مہربانی سے آپ کو شرف بیعت بخشا اور اپنے دستِ مبارک سے خرقہ آپ کے زیب تن فرمایا اور نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ”اے عثمان! اب جب کہ تم نے خرقہ درویشی زیب تن کر لیا ہے تو تم کو چاہئے کہ ان چار باتوں پر سختی سے عمل کرو۔ اوّل: ترکِ دنیا اور دنیا کے لوازمات سے پرہیز کرو۔ دوئم۔ ترک حرص وطمع۔ سوئم: خواہشاتِ نفسانی سے گریز۔ چہارم شب بیداری اور ذکر اللہ۔ کیونکہ بزرگوں کا فرمان ہے کہ خرقہ وہ شخص اپنے سر پر رکھ سکتا ہے جو اللہ کے ماسوا دنیا کی ہر چیز کو ترک کر دے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خرقہ مقدس ملبوس فرمایا تھا تو زہد و فقر اختیار فرمایا تھا۔ آپ کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ مجھ تک یہ سلسلہ پہنچا تو میں نے اسی پر عمل کیا۔ تم بھی انہیں حضرات کی پیروی کرو۔ دوسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ خلق خدا سے نرمی اور مہربانی سے پیش آؤ۔

خواجہ عثمان ہارونی کی کرامات

سیر الاولیا میں مرقوم ہے کہ حضرت

خواجہ معین الدین سجزیؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ جب ہم دونوں دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے تو کوئی کشتی موجود نہ تھی خواجہ عثمان ہارونی نے فرمایا۔ "تم ذرا اپنی آنکھیں بند کر لو"۔ میں نے ایسا کیا پھر جب آنکھ کھولتا ہوں تو اپنے آپ کو اور حضرت خواجہ کو دریا کے اس پار پاتا ہوں۔ میں نے دریافت کیا کہ خواجہ صاحب آپ نے یہ کیا کیا؟ فرمایا پانچ دفعہ سورۃ فاتحہ پڑھی۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک سن رسیدہ شخص حضرت خواجہ عثمانی اقدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس کے چہرے سے حزن و ملال اور اسی بات پر پریشانی برستی تھی۔ خواجہ نے دریافت کیا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا "چالیس برس سے میرا بڑا لڑکا غائب ہے۔ معلوم نہیں مرگیا ہے یا زندہ ہے۔ میں آپ کی خدمت میں دعا کے لیے حاضر ہوا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں۔ آپ نے اسی وقت مراقبہ فرمایا اور حاضرین مجلس سے فرمایا کہ چند مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھی، اس غرض سے کہ اس غریب کا لڑکا گھر آجائے۔ حاضرین نے بھی سورۃ فاتحہ پڑھی۔ آپ نے اس کے بعد اس سن رسیدہ شخص سے کہا کہ تمہارا لڑکا گھر آگیا ہے۔ ابھی وہ بوڑھا آدمی گھر پہنچا بھی نہ تھا کہ راستے میں ایک آدمی نے اسے اطلاع دی کہ تمہارا لڑکا گھر آگیا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید میرے پڑوس میں آئے اور وہیں انہوں نے سکونت اختیار کی۔ جب مرید مذکور کا انتقال ہوگیا تو میں بھی جنازہ کے ساتھ گیا اور لوگ تو دفن کرنے کے بعد واپس آگئے۔ لیکن میں کچھ دیر کے لیے اس کی قبر پہ ٹھہر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ عذاب کے فرشتے نہایت خوفناک صورت میں آئے ہیں۔ اسی وقت خواجہ عثمانؒ ہارونی بھی پہنچ گئے۔ آپ نے فرشتوں سے مخاطب

ہو کر فرمایا " اسے عذاب نہ دو۔ یہ میرا مرید ہے۔ فرشتوں کو حکمِ خداوندی پہنچا کہ خواجہ عثمان سے کہہ دو کہ یہ شخص تمہارا سچا مرید نہ تھا۔ بلکہ تمہارے برخلاف تھا۔ خواجہ نے فرمایا " بے شک یہ میرے خلاف ہی سہی لیکن میں اس کو ہمیشہ اپنے سلسلے سے وابستہ جانتا تھا۔ فرشتوں کو حکم ہوا اس سے عذاب اٹھالو۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی آخری عمر میں مکہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے اس مقدس شہر میں ۶ شوال ۶۰۷ھ کو آپ واصل الی اللہ ہوئے۔ چنانچہ مزار مبارک آج بھی مرجع خلائق ہے۔

ملفوظات

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

(۱) ایمان آپ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ عبداللہ ابن عباس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ایمان ننگا ہے' اور اس کا لباس اتقا' پرہیزگاری ہے اور اس کا سرہانہ یعنی تکیہ فقر ہے اور اس کی دوا علم ہے۔ اس بات کی شہادت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ایمان ہے۔ خداوندِ عالم نے فرمایا کہ اے مسلمانوں ایمان کم وبیش نہیں ہو سکتا اور جو شخص کہ نہیں مانتا وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حکم آیا کہ جاؤ کفار سے جنگ کرو۔ اس وقت تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ جونہی سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کُفّار سے جنگ کی، انہوں نے گواہی دی کہ خُدا ایک ہے پھر نماز کا حکم آیا، انہوں نے قبول کیا۔ پھر روزہ، حج، زکوٰۃ کا حکم ہوا، انہوں نے قبول کئے اور

خدائے برتر و بالا پر ایمان لائے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ

مناجات آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق گفتگو شروع ہوئی تو
جہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے خواجہ یوسف چشتی کی زبانی سنا۔ انہوں نے کہا
یں نے امام ابواللیث سمرقندی کی کتاب فقہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ حضرت
نہ ابن ابیطالب روایت کرتے ہیں:۔ فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ
م علیہ السلام نے اپنے پروردگارِ عالم سے کچھ کلمے سیکھ لیے۔ جب آپ نے
مان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو پہلے آسمان سے ساتویں آسمان تک لکھا ہوا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو بدرگاہِ رب العزت
ض کیا۔" اے مولا کریم صدقہ ہے اس نام پاک یعنی اسم محمدؐ کا، میری توبہ
ل فرمالے"۔ چنانچہ غیب سے صدا بلند ہوئی کہ " اے آدم! جاؤ،
م نے آپ کی دعا قبول فرمالی، اس لیے کہ تو نے میرے محبوب صلے اللہ علیہ
لم کا نام بطور وسیلہ پیش کیا۔ یہ وہ وقت تھا جب حضرت آدم علیہ السلام
ت سے نکالے گئے تھے۔ خداوندِ عالم نے فرمایا" اے آدم! کیا
مجھ سے بھاگتا ہے"؟ عرض کی نہیں بلکہ مجھے اس رسوائی کی وجہ سے تجھ سے
م آتی ہے۔

چاند گرہن

پھر سورج گرہن اور چاند گرہن کے متعلق گفتگو شروع ہوئی تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ابن عباس روایت کرتے
یں کہ ایک دفعہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں چاند گرہن
واقعہ ہوا جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جب دنیا کے بندوں
ے گناہ بہت ہو جاتے ہیں اور بہت سی گستاخیاں کرنے لگ جاتے ہیں تب حکم

ہوتا ہے کہ سورج گرہن یا چاند گرہن واقع ہو اور ان کے چہرے سیاہ کر دیئے جاتے ہیں تا کہ خلقت عبرت پکڑے" پھر فرمایا کہ جب چاند گرہن محرم شریف کے مہینے میں واقع ہو تو اس سال کشت و خون اور فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے اور اگر ربیع الاوّل کے مہینے میں واقع ہو تو قحط سالی اور اموات زیادہ ہوتی ہیں اور اگر ربیع الآخر کے مہینہ میں ہو تو بزرگوں کی رحلت اور ملک میں فتور پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اور جب جمادی الآخر میں ہو تو اس سال فصلیں اچھی اور نرخ ارزاں ہوتے ہیں اور لوگ عیش و عشرت میں سال گزارتے ہیں۔ ماہ رجب میں ہو تو بھوک، تنگدستی اور مصیبتوں کا نزول ہو گا۔ آسمان سیاہ ہو جائے گا۔ اور اگر ماہ شعبان المکرم میں واقع ہو تو اس سال خلق خدا میں امن، صلح، محبت میں اضافہ ہوگا۔ ماہِ رمضان المبارک میں ہو تو قحط سالی، آسمان سے مصیبتوں کا نزول اور آسمان سے غیبی آوازیں آنے کا امکان ہوتا ہے۔

(۴) خاوند کی مطیع عورت

عورتوں کی اطاعت اور فرمانبرداری کے متعلق گفتگو شروع ہوئی تو حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ "حضرت امیر المومنین مولائے علی نے فرمایا کہ میں نے جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کہ جو عورت اپنے خاوند کی اطاعت کرتی ہے وہ حضرت فاطمۃ الزہرا کے ہمراہ بہشت میں داخل ہو گی۔

(۵) شراب

شراب پینے کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ "مشارق الانوار" میں لکھا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پیغمبر خُدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اے عمر! یہ حلال نہیں ہے۔ محض

حرام اور خراب ہے اور یہ شراب مومنوں کی نہیں"۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے۔ جو شراب پیئے یا بیچے یا اس کی قیمت سے کچھ کھائے" پھر حضرت خواجہ صاحب آنسو بھر لائے اور فرمایا۔ یہ شریعت ہے جو لوگ حرام گنتے ہیں۔ ورنہ طریقت میں تو ندی کا پانی بھی جس کے پینے سے خدا کی بندگی میں سستی ہو، بمنزلہ شراب ہے"۔

⑥ حضرت بایزید بسطامیؒ کا مجاہدہ

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا کہ اپنے مجاہدے کا حال بیان کریں۔ آپ نے فرمایا کہ " اگر میں اپنے مجاہدے کا ذکر کروں، تو تمہیں اس کے سننے کی طاقت نہیں! لیکن ہاں! جو میں نے اپنے یقین کے ساتھ معاملہ کیا ہے، وہ سننا چاہتے ہو تو سناتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت میں نے نفس کو نماز کے لیے طلب کیا تو اس نے موافقت نہ کی اور وہ نماز قضا ہو گئی۔ اس کا باعث یہ تھا کہ میں نے مقررہ مقدار سے کچھ زیادہ طعام کھا لیا تھا۔ جب دن چڑھا تو میں نے دل میں ٹھان لی کہ سال بھر میں نفس کو پانی نہیں دوں گا۔

⑦ اسّی پردے

مومن کو تکلیف دینے کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے مومن کو ستایا سمجھو کہ اس نے مجھے ناراض کیا، اس نے خداوند تعالیٰ کو ناراض کیا ہر مومن کے سینے میں اسّی پردے ہوتے ہیں اور ہر پردے پر فرشتہ کھڑا ہوتا ہے جو شخص کسی مومن کو ستاتا ہے۔ وہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ اس نے اسّی فرشتوں کو ناراض کیا۔

(۱۴) لبیک عبدی

پھر فرمایا ایک دفعہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے باہر نکلے اور نماز کا وقت قریب آپہنچا۔ دونوں بزرگ تازہ وضو کرنے میں مشغول ہو گئے اور وضو کے بعد نماز ادا کرنے لگے اتنے میں ایک آدمی لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے جا رہا تھا۔ جب اس نے ان کو دیکھا تو فوراً ایندھن کا گٹھا زمین پر پٹکا کر وضو میں مشغول ہو گیا۔ ان بزرگوں نے عقل سے معلوم کیا کہ یہ شخص خدا رسید بزرگوں میں سے ہے۔ دونوں نے اسے امام مقرر کیا۔ دوران نماز میں وہ شخص رکوع وسجود دیر تک رکتا ہے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا میں رکوع وسجود میں دیر اس لیے کرتا تھا کہ جب تک ایک تسبیح پڑھ کر لَبَّیْکَ عَبْدِی (میرے بندے میں حاضر ہوں) نہ سن لوں۔ دوسری تسبیح شروع نہ کرتا تھا۔

(۹) گالی دینا گناہِ عظیم ہے

گالی دینے کا ذکر ہوا تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص مومن کو گالی دیتا ہے گویا وہ اپنی ماں اور لڑکی کے ساتھ زنا کرتا ہے اور ایسے ہی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی لڑائی میں فرعون کی مدد کرنا۔

پھر فرمایا جو شخص مومن کو گالی دیتا ہے۔ اس کی دعا چند روز تک قبول نہیں ہوتی۔ اگر بغیر توبہ کئے مر جائے تو گنہگار ٹھہرتا ہے۔

(۱۰) جانوروں کو اذیت مت دو

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی جانور کو آگ میں پھینکتا ہے یا بے رحمی سے مار ڈالتا ہے، اس کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا متواتر دو مہینے لگاتار روزے

53295

رکھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ کسی جانور کو آگ میں نہیں ڈالا جائے گا، اگر تمہیں دنیا و آخرت میں عذاب ہوگا اور جو شخص جانور کو آگ میں پھینکتا ہے گویا وہ اپنی ماں سے زنا کا ارتکاب کرتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

(۱۱) کفارۂ نماز

نماز کے کفّارے کا ذکر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی کہ جس شخص کی نمازیں قضا ہوگئی ہوں اور اسے معلوم نہ ہو کہ کتنی ہیں۔ پس سوموار کی رات کو پچاس رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۂ فاتحہ اور ایک دفعہ سورہ اخلاص پڑھے تو خداوند تعالیٰ اس کی گزشتہ نمازوں کا کفارہ قبول کرتا ہے۔ خواہ اس نے سو سال بھی نماز ادا نہ کی ہو۔

(۱۲) سورۂ فاتحہ کے فوائد

سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ یوسف حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے کہ جو شخص سوتے وقت سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھتا ہے، وہ قیامت کے دن امینوں میں سے ہوگا۔ اور پیغمبروں کے بعد سب سے پہلے وہ بہشت میں جائے گا اور بہشت میں جاتے وقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے نزدیک ہوگا۔

(۱۳) حسد سے بچو

پھر فرمایا کہ حسد اچھا نہیں خصوصاً مسلمان کے لیے بعض عالموں کا خیال ہے کہ حسد کو دل سے نکال دینا چاہئے۔ جب حسد کو دل سے نکال دیں گے تو بہشت میں جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ عالموں کا حسد زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ دنیا کی بابت حسد نہیں کرتے بلکہ ایسی چیز کی نسبت حسد کرتے ہیں جس کے دیکھنے میں نقصان نہیں۔

(۱۴) مومن کی پہچان مومن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مومن وہ شخص ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھے: اوّل، موت: دوم: درویشی: سوم: فاقہ پس جو شخص ان تین چیزوں کو دوست رکھے۔ فرشتے اسے دوست رکھتے ہیں اور اس کا بدلہ بہشت میں ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ درویشوں کو دوست رکھتا ہے اور مومن خداوند تعالیٰ کے دوست ہوتے ہیں۔

(۱۵) موت موت کو یاد کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ موت کو یاد کرنا دن رات کے قیام اور عبادات فاضلہ سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا کہ زاہدوں میں سب سے اچھا زاہد وہ ہے جو موت کو یاد رکھے اور ہمیشہ موت کے شغل میں رہے۔ ایسا زاہد اپنی قبر میں بہشت کا سبزہ زار دیکھے گا۔ پھر فرمایا نبیوں میں سے جو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یاد رکھے اور صلوٰۃ اللہ تین بار کہے خداوند کریم اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے اگرچہ اس کے گناہ دریا کے پانی سے بھی زیادہ ہوں اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پڑوس میں ہوگا اور جو حضرت داؤد علیہ السلام کو یاد کرے اور تین مرتبہ صلوٰۃ اللہ کہے، وہ بہشت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہوگا۔

فرمایا کہ نبیوں کے یاد کرنے میں خداوند تعالیٰ اس کے ہفت اندام کے لئے دوزخ کی آگ حرام کرے گا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

(۱۶) شلوار کے پائنچے شلوار کے پائنچے اور آستین کے دراز کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ شلوار کا پائنچہ دراز کرنا منافقوں کی علامت ہے اور جو شخص شلوار کا پائنچہ دراز کرتا ہے اور وہ پاؤں کے نیچے تک لٹکتا ہے تو ایسا شخص خدا اور خدا کے رسول کا نافرمان بردار ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب برّ اعظم پاک و ہند کے مسلمانوں کے محسن اعظم اور مقتدر، روحانی پیشوا خواجہ معین الدین چشتی سنجری قدس سرہ العزیز سنجستان میں ۵۳۷ھ میں پیدا ہوئے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے۔

خواجہ معین الحق والدین، بن غیاث الدین، بن سید کمال الدین، بن سید احمد حسن، بن سید طاہر ابن سید عبدالعزیز، بن سید ابراہیم بن سید محمد مہدی، بن امام حسن عسکری، بن امام تقی، بن امام موسیٰ رضا بن امام جعفر، بن امام باقر، بن امام علی زین العابدین سید الکونین امام حسین بن علی المرتضےٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ابتدائی تعلیم بارہ برس کی عمر میں والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ترکہ میں ایک باغ ملا۔ اس کی نگرانی کرتے رہے۔ اتفاقاً ایک دن ابراہیم قلندر نامی ایک مجذوب باغ میں آئے تو حضرت نے ان کی خدمت میں انگور پیش کیے۔ لیکن انہوں نے انگور نہیں کھائے اور اپنی بغل سے کھال کا ایک ٹکڑا نکال کر منہ میں رکھ لیا اور چبانے کے بعد اسے منہ سے نکال کر خود حضرت خواجہ کے منہ میں چبائی ہوئی کھال دے دی۔ کھال کا کھانا تھا کہ حضرت

خواجہ کا دل انوارِ الٰہی سے روشن ہو گیا اور ایک خاص کیفیت آپ پر طاری گئی دنیا اور دنیا والوں سے آپ کا دل بیزار ہو گیا۔ علائق دنیا کو چھوڑ کر طلب خدا میں اٹھ کھڑے ہوئے اور سمرقند پہنچے۔ یہاں آپ نے کلام پاک حفظ کیا او علوم ظاہری میں مشغول ہو گئے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے بیعت

سمرقند سے نکل کر عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ قصبہ ہارون میں حضرت شیخ عثمان نے آپ کے روحانی اوصاف کو پہلی ہی نظر میں پرکھنے کے بعد آپ کو اپنے مریدانِ خاص میں شامل کر لیا اور بیعت سے مشرف کیا۔ بیعت کے وقت مرشد نے مرید سے وضو کرایا اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر سورہ بقر پڑھنے کو کہا۔ اس کے بعد ۲۱ بار درود شریف پڑھوایا۔ درود شریف کے بعد مرشد نے آسمان کی طرف اپنا چہرہ مبارک اٹھایا اور مرید کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا میں نے تمہیں خداوند قدوس تک پہنچایا اور اس کی بارگاہ میں مقبول بندہ بنا دیا۔ پھر مرید کے سر کے بال اپنے دست مبارک سے تراشے اور اپنا کلاہ چہار ترکی اور گلیم خاص مرحمت فرمایا۔ مرشد نے کچھ ہدایات بھی دیں۔ حضرت خواجہؒ نے ان پر شبانہ روز عمل کیا۔

چند ہی دنوں میں انوارِ الٰہی سے اپنے قلب کو منور اور روشن پایا۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ صاحب شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں اڑھائی سال تک مقیم رہے۔ آپ نے حضرت شیخ محی الدین محمد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف نیاز حاصل کیا اور ان کی معیت میں بغداد آئے۔ جہاں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی سے اور ان کے پیر شیخ ضیاء الدین کی صحبت سے مشرف ہوئے اور یہیں خواجہ ضیاء الدین کرمانی قدس سرہ سے فیض یاب

ہو کر، ان سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا۔

خدمتِ مرشد سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جب میں خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس مقدس نفس بزرگ کے شرف ارادت سے مشرف ہوا تو کامل بیس سال تک خدمتِ اقدس میں حاضر رہا اور اس درجہ خدمت کی کہ نفس کو کبھی آپ کی خدمت سے فراغت نہ دی۔ حالتِ سفر میں خواجہ صاحب کا سامان سر پہ رکھتا تھا اور ہر حالت میں غلاموں کی طرح خدمت کرتا تھا۔ جب خواجہ نے میری خدمت اور عقیدت مندی دیکھی تو اس وقت مجھے کمالِ نعمت عطا کی۔

سیاحت حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے پیر و مرشد کے ساتھ دس سال تک سیاحت کی۔ یہ سفر تعلیم روحانی اور عجیب و غریب واقعات سے پر ہے۔ ان میں سے چند واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم ایک خانقاہ میں پہنچے، جس میں شیخ صدر الدین محمد احمد سیوستانی رہتے تھے۔ یادِ حق میں ان کا استغراق بے حد تھا۔ میں کئی روز ان کی خدمت میں رہا۔ جو کوئی ان کے پاس آتا، محروم نہ جاتا، اس کو کوئی چیز لا کر ضرور دیتے اور فرماتے کہ میرے حق میں دعائے خیر کرو کہ اپنا ایمان قبر تک سلامت لے جاؤں۔ جب وہ قبر اور موت کی تکالیف کا حال سنتے تو بید کی طرح کانپتے اور روتے روتے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔ جیسے کسی چشمے سے پانی جاری ہو بہ گریہ سات سات دن بند نہ ہوتا۔ آسمان کو دیکھ دیکھ کر روتے اور ان کے رونے سے رونا آتا۔ جب رونے سے فارغ ہوئے تو میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "اے عزیز! جس کو موت آنی ہو اور اس کا حریف فرشتہ موت ہو، اس کو سونے، ہنسنے سے

کیا کام ہے؟" اس کے بعد ارشاد فرمایا " اے عزیز! اگر تمھیں ان لوگوں کا ذرا بھی حال معلوم ہو جو زیر خاک ایسی کوٹھری میں ہیں جس میں بچھو بھرے ہوئے ہیں تو اس کو معلوم کرتے ہی تم اس طرح پگھل جاؤ گے، جیسے نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے" اس کے بعد فرمایا "ایک دن ایک بزرگ کامل کے ساتھ بصرہ کے ایک قبرستان میں بیٹھا ہوا تھا۔ پاس ہی ایک قبر میں ایک مردہ پر عذاب قبر ہو رہا تھا اور بزرگ کامل کو جب عذاب کا حال معلوم ہوا تو زور سے چیخ مار کر گر پڑے۔ میں نے ان کو اٹھانا چاہا تو ان کی روح قالب سے پرواز کر گئی۔ اور تھوڑی دیر میں ان کا جسم پانی ہو کر بہ گیا۔ اس دن سے مجھ پر قبر کی بڑی ہیبت طاری ہے۔ اس لیے اے عزیز! دنیا میں بندہ کو اس قدر مشغول نہ ہونا چاہیئے کہ حق سے غافل ہو جائے۔

(۲) حضرت خواجہ صاحب خود فرماتے ہیں کہ ایک بار ملک کرمان میں شیخ احدالدین کرمانی کے ہمراہ، میں سفر میں تھا۔ ایک بزرگ کو دیکھا۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ میں نے ان کی طرح کسی کو یادِ حق میں اس قدر مشغول نہ دیکھا۔ جب ہم ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ ان کے بدن میں صرف روح ہی تھی۔ گوشت پوست بالکل نہ تھا۔ وہ باتیں بہت کم کرتے تھے۔ ہم نے آپس میں طے کیا کہ ان سے دریافت کریں کہ آپ کا ایسا حال کیوں ہے؟ اس نے اپنے روشن ضمیر سے ہمارے ارادہ کو معلوم کر لیا اور خود ہی اپنا حال بیان کرنا شروع کر دیا اور کہا کہ اے درویش ایک روز میں اپنے دوست کے ساتھ قبرستان میں گیا اور ایک قبر کے پاس ہم دونوں ٹھہرے۔ اتفاقاً اس دوست سے کوئی بیہودہ بات سرزد ہو گئی۔ جس پر مجھے ہنسی آ گئی۔ ہنسنے پر میرے کان میں آواز آئی کہ ملک الموت جس کے پیچھے لگا ہو اور زیر خاک سانپ اور بچھو کے درمیان اس کا گھر ہو اسے ہنسی سے کیا تعلق؟

جب میں نے یہ بات سُنی، آہستہ سے اٹھا۔ اپنے دوست کو رخصت کیا۔ اپنے گھر لے گیا، پھر وہاں سے اس غار میں آیا اور یہیں رہنے لگا اس دن سے مجھ پر ہیبت طاری ہے اور خوف سے میری جان منہ کو آ رہی ہے۔ آج چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میں نہ ہنسا ہوں، نہ میں نے شرمندگی سے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا ہے کہ کل قیامت کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ ہر وقت اپنے گناہ پیشِ نظر رہتے ہیں۔

(۳)۔ آپ کو حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ہمراہ دمشق کے سفر کا اتفاق ہوا۔ وہاں آپ نے درویشوں کی ایک ایسی جماعت دیکھی جو عشقِ الٰہی میں بالکل مدہوش تھے۔ حضرت خواجہؒ نے ان سے بھی فیض حاصل کیا۔

(۴) آپ نے مرشد ہی کے ساتھ مکّہ مکرّمہ کی بھی زیارت کی، ایک روز مکّہ معظمہ میں تھے اور طواف سے فارغ ہوئے تو آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے حق میں دعا فرمائی اور عالمِ غیب سے ندا آئی "معین الدین ہمارا دوست ہے" اور ہم نے اس کو قبول کیا اور برگزیدہ کیا"۔

آپ پر مرشد کی نظرِ کرم

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی آپ پر بیحد نظرِ کرم تھی۔ چنانچہ آپ نے حضرت خواجہ کو سلوک کی انتہائی بلندی تک پہنچا دیا۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے ایک روز آپ کو حکم دیا کہ ہر روز چاشت کے وقت میرے پاس آیا کرو۔ تاکہ تمہیں فقر کی تعلیم دی جائے۔ چنانچہ ہر روز چاشت کے وقت حاضر ہوتے اور خواجہ ہارونی جو کچھ فرماتے۔ اسے قلمبند کرتے۔ اٹھائیس دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد پیر و مرشد نے فرمایا "معین الدین" یہ سب تعلیم تمہاری تکمیل کے واسطے تھی۔ تم کو ان تعلیمات پر تا زندگی عمل کرنا ہے تاکہ

قیامت کے روز مجھ کو شرمندگی نہ ہو۔ اس کے بعد آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس وقت آپ کا سن شریف ۵۲ برس کا تھا۔ خرقہ خلافت دیتے وقت مرشد نے حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز کے سر پہ کلاہ چار ترکی بھی رکھی اور قیمتی نصائح سے سرفراز فرمایا۔

پیر و مرشد کی آپ سے محبت، شگفتی اور وابستگی کا اندازہ اس سے لگایئے کہ جب حضرت خواجہ آپ سے رخصت ہونے لگے تو آپ کو عزیز مرید کی فرقت گوارا نہ ہوئی اور بغداد کے سفر میں بھی ساتھ رہے۔ اس سفر کی تفصیلات میں بھی عجیب و غریب واقعات ملتے ہیں لیکن ہم طوالت کے خوف سے نظر انداز کرتے ہیں آخر میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا ایک فقرہ درج کیا جاتا ہے۔ جو کہ پیر و مرشد کی محبت اور اخلاص کو ایک دوسری صورت میں حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز کی عظمت اور علوِ مرتبت کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے فرمایا۔

"معین الدینؒ خدا کے محبوب بندہ ہیں اور مجھے ان پر فخر ہے"

بارگاہ رسالت سے ہندوستان جانے کا حکم

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی تعلیم سے فارغ ہو کر اور سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد آپ اپنے وطن تشریف لے گئے۔ وطن میں تھوڑا ہی عرصہ قیام کیا تھا کہ قلب مبارک زیارت بیت اللہ اور روضہ اقدس کے لیے بے تاب ہوگیا۔ آپ نے سفر شروع کیا۔ اس سفر کے دوران آپ نے بہت سے اولیاء و مشائخ سے شرف ملاقات اور صحبت حاصل کی۔ چند ماہ کے مسلسل سفر کے بعد روضۂ اقدس پہ حاضر ہوئے۔ روضۂ اقدس کے سائے میں کئی روز تک عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ ایک روز عبادت الٰہی میں

...ف تھے کہ روضہ مبارک سے آواز آئی۔ "اے معین الدین حسنؒ تو ہمارے
...کا معین و مددگار ہے۔ ولایت ہندوستان ہم نے تم کو عطا کی جا اور اجمیر
...جا کر اقامت پذیر ہو۔ وہاں تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ تیرے وہاں قیام سے
...دینی دور ہوگی اور اسلام رونق پذیر ہوگا۔"

بارگاہ رسالت سے اس حکم کو پاکر آپ بے حد مسرور ہوئے۔ مگر یہ معلوم
...نے کے لیے بڑے بے تاب تھے کہ اجمیر کہاں ہے اور ہندوستان میں کس
...واقع ہے۔ اس فکر میں آنکھ لگ گئی تو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ جناب رسول
...صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہیں۔ سرور دو عالم نے آپ
...شرق سے مغرب تک دنیا کی سیر کرادی، اور کوہ اجمیر کا بھی مشاہدہ کرادیا۔

...ندوستان کے لیے حضرت کی روانگی

بارگاہِ رسالت سے یہ حکم ملتے ہی آپ ہندوستان روانہ
...گئے۔ آپ کا یہ سفر مبارک ہزاروں برکات اور عجیب و غریب کرامات سے معمور
...تھا جس شہر سے گذرتے اولیاء اللہ سے ملاقات فرماتے اور قبرستان میں
...گوشہ نشیں ہوتے۔ ہر روز دوران سفر میں دو قرآن مجید ختم فرماتے۔ جس جگہ
...آپ پہنچتے۔ عقیدتمندوں کا ایک گروہ جمع ہو جاتا۔ لیکن آپ کسی جگہ قیام نہ
...فرماتے، بلکہ فوراً ہی ایک مقام سے دوسرے مقام کے لیے روانہ ہو جاتے۔
...بغداد سے ہمدان آئے اور خواجہ یوسف ہمدانی رح سے ملاقات ہوئی۔ ہمدان
...سے تبریز پہنچے اور شیخ جلال الدینؒ تبریزی کے پیر طریقت سے ملاقات
...ہوئی، اور ان کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ وہاں سے اصفہان آئے یہاں
...کے قیام کے زمانہ میں ایک روز اصفہان کے حاکم محمد یادگار کے باغ میں
...ایک حوض کے کنارے فروکش ہوئے کہ محمد یادگار باغ کی سیر کو آیا اور ایک اجنبی

مسافر کو دیکھ کر چین بجبیں ہُوا۔ لیکن حضرت نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ مغلوب الحال اور بے ہوش ہوگیا۔ خواجہ صاحب نے حوض کا پانی لے کر اس کے منہ پر چھینٹے مارے۔ اس کو ہوش آیا تو حضرت کا گرویدہ ہوگیا۔ وہ مذہباً شیعہ تھا۔ اصحابہ کرام کو گالیاں دیتا تھا۔ لیکن بمع اپنے اعیان و ارکان سلطنت کے حضرت خواجہ کا مرید ہوگیا اور اپنی ساری دولت حضرت کی خدمت میں نذر کر دی۔ گر آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا "جو مال ظلم سے حاصل کیا گیا ہے۔ وہ اس کے اصل مالکوں کے حوالے کر دیا جائے۔ محمد یادگار نے حکم کی تعمیل کی۔ غلاموں اور لونڈیوں کو بھی آزاد کر دیا اور جب ظاہری اور باطنی تعلیم مکمل کر لی تو حضرت نے اس کو خرقہ خلافت بھی عطا کیا۔

سفر کرتے کرتے بلخ پہنچے اور عرصہ تک شیخ احمد خضرویہ کی خانقاہ میں مقیم رہے۔ یہاں حکیم ضیاء الدین نامی ایک شخص رہتا تھا۔ جس پر فلسفہ و حکمت کا غلبہ تھا۔ اسلام کی بعض تعلیمات کا منکر تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ جنگل میں ایک ہرن کا شکار کر کے اس کے کباب بنا رہے تھے کہ حکیم ضیاء الدین بھی اتفاق سے وہاں پہنچ گیا۔ خواجہ صاحب نے اس کو کباب کا ایک ٹکڑا کھانے کو دیا۔ جس کو کھانے کے بعد اس پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی اور وہ خواجہ صاحب کا مرید ہوگیا۔ گھر آیا تو طب و حکمت کی تمام کتابوں کو دریا میں ڈال دیا اور راہ طریقت کو اپنا مقصد بنا لیا۔

حضرت بلخ سے غزنی تشریف لے گئے اور وہاں سے ہندوستان کو روانہ ہوئے۔ آپ جس شہر سے بھی گذرتے عوام کو اپنے روحانی فیض سے مستفید فرماتے یہاں تک کہ آپ لاہور پہنچ گئے۔ پھر لاہور سے دہلی کے لیے روانہ ہوئے دہلی میں آپ نے صرف چند روز قیام فرمایا۔ جتنے دن بھی آپ دہلی میں رہے

آپ کی قیام گاہ پر خلقِ خدا کا ہجوم رہتا۔ غرضیکہ آپ دہلی میں چند روز قیام فرمانے کے بعد اپنی منزلِ مقصود یعنی اجمیر کو روانہ ہو گئے۔

حضرت کی آمد سے قبل ہندو پاکستان کی حالت

ہم کو خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز کے تجدیدی اور اصلاحی کارنامے بتانا ہیں اور ظاہر کرنا ہے کہ آپ نے ہندوستان کے مسلمانوں کی کیا خدمات سرانجام دیں۔ اس کو معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہندوستان کی حالت آپ کی تشریف آوری سے قبل بتائی جائے تاکہ آپ کے تجدیدی کارنامے بخوبی سمجھ میں آسکیں۔ آپ نے جس زمانے میں ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا تھا یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ غزنویوں کی حکومت کا آفتابِ اقبال غروب ہو چکا تھا۔ شاہانِ غوری غزنوی حکومت پر قابض ہو چکے تھے ہندوستان میں سابقہ اسلامی حکومتوں کے نقوش اس قدر مدہم پڑ چکے تھے کہ یہ تصور بھی نہیں کیا جاتا تھا کہ اس ملک میں مسلمان کبھی ابھر سکیں گے۔ اس دور میں مسلمانوں کے ضعف کی وجہ صرف یہ تھی کہ مسلمان بادشاہوں نے تبلیغ اسلام کو کبھی اپنا مقصد نہیں بنایا۔ بلکہ ان کو تبلیغ اسلام سے ذرا برابر بھی لگاؤ نہیں تھا اس کے علاوہ گیارھویں اور بارھویں صدی عیسوی میں ہندوستان کی سماجی حالت حد درجہ تباہ ہو چکی تھی۔ ہر شخص ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھا۔ اتحاد فکر و عمل کا کہیں دور دور تک نام نہ تھا۔ چھوت چھات نے تمدنی زندگی کے تمام سرچشمے مسموم کر دیئے تھے۔ زندگی کی ساری لذتیں اونچی کے لوگوں رہبروں کے لیے مخصوص تھیں۔ غریب عوام جن مصائب میں مبتلا تھے۔ ان لوگوں کی دردناک تصور ابی الریحان البیرونی نے دو کتاب الہند میں پیش کی ہے زندگی ان کے لیے بوجھ تھی۔ اللہ نے انہیں آدمی بنایا تھا لیکن اس کے بندوں نے انہیں

جانوروں کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے تمام مشرقی حصّوں میں کفر کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور بت پرستی کی طوفان انگیز آندھی مغرب سے لے کر مشرق تک بڑے زور و شور سے چل رہی تھی۔ ہندوستان کے سرکشوں میں ہر ایک انا ربکم الاعلیٰ کا مدعی تھا اور شرک و بت پرستی کے ڈنکے ہر طرف بج رہے تھے، خدائے واحد دیکتا کے ساتھ کھلم کھلا شرک کیا جاتا تھا۔ پتھر اور مٹی کے ڈھیلوں، گھر، درخت، گائے گوبر کو برابر سجدے ہو رہے تھے۔ کفر و تاریکی کے مضبوط قفل دلوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ تمام لوگ جہل و کفر کے تاریک گڑھوں میں گرے ہوئے تھے۔ ان دنوں اجمیر راجپوت سامراج کا مضبوط مرکز اور ہندوؤں کا مذہبی گڑھ تھا۔ دور دور سے ہندو اپنی مذہبی رسوم پوری کرنے کے لیے وہاں جمع ہوتے تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں اجمیر کی مذہبی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے ایک ایسے سیاسی اور مذہبی مرکز میں قیام کا فیصلہ نہ صرف خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز کے عزائم کی ترجمانی کرتا ہے بلکہ ان کی غیر معمولی خود مختاری کا آئینہ دار ہے

اجمیر شریف میں حضرت کی تشریف آوری

دسویں محرم ۵۶۱ھ کو آپ اجمیر میں فروکش ہوئے اور یہیں آخری وقت تک قیام رہا۔ اس زمانہ میں اجمیر اور دہلی کا حکمران مشہور راجپوت راجہ پتھورا تھا۔ اس کے حکام نے حضرت کے قیام کی بڑی مخالفت کی۔ بڑی مزاحمت کی اور جب وہ خود ان کے مقابلے میں بے بس اور لاچار رہے۔ تو ہندو جوگیوں کو اپنے جادوؤں سے حضرت خواجہ صاحب کو مغلوب کرنے پر مامور کیا۔ ایک ہندو جوگی جے پال سے حضرت خواجہ کے معرکے ہوئے لیکن آپ اپنی روحانی قوت اور کرامت سے اس پر غالب رہے۔ جوگی

مذکور نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے جے پال کا اسلامی نام عبد اللہ رکھا اور اسے خلافت بھی مرحمت فرمائی۔ تھوڑے ہی دنوں میں آپ کی تعلیم و تبلیغ سے راجہ پتھورا کے ملازمین بھی مشرف بہ اسلام ہونے لگے۔

آپ کی کرامات

۱۔ اجمیر شریف پہنچنے کے بعد حضرت نے آبادی کے باہر ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں راجہ کے اونٹ باندھے جاتے تھے۔ رات کے وقت جب راجہ کے اونٹ آئے تو ملازمین شاہی نے حضرت سے کہا کہ یہ جگہ راجہ کے اونٹوں کے لیے ہے۔ یہاں آپ کو قیام نہیں کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا: اچھا بھائی! ہم یہاں سے اٹھ جاتے ہیں، تمہارے اونٹ شوق سے یہاں بیٹھیں۔ یہ فرما کر حضرت وہاں سے اٹھ کر تالاب اناساگر کے کنارے چلے گئے۔ جہاں بہت سے مندر تھے وہاں قیام فرمایا، لیکن صبح جب ساربانوں نے اونٹوں کو اٹھانا چاہا تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اونٹوں کے جسم زمین سے چپک گئے ہیں۔ اس کے بعد ساربانوں نے آپ سے معافی مانگی۔ آپ نے فرمایا، جاؤ، تمہارے اونٹوں کے لیے حکم ہو گیا ہے چنانچہ جب ساربان اونٹوں کے پاس آئے تو دیکھا کہ سب اونٹ کھڑے ہوئے ہیں

۲۔ اناساگر چونکہ ایک ایسا مقام تھا۔ جہاں بہت مندر تھے۔ اس لیے اناساگر کے قریب قیام کرنے کی وجہ سے غیر مسلموں میں ناگواری پیدا ہو گئی۔ اور یہ ناگواری اس لیے اور بھی بڑھ گئی کہ حضرت کے ساتھیوں حوض پناہ کے کنارے بیٹھ کر وضو کرنا شروع کر دیا۔ کٹر برہمن جن کا عقیدہ تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ لگانے سے حوض کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے انہوں نے وضو کے معاملہ میں حضرت کے خادموں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا۔ خدام حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور برہمنوں کے ناروا سلوک کا ذکر کیا تو حضرت

کو سخت ناگواری ہوئی۔ آپ نے غیظ و غضب کے عالم میں حکم دیا کہ اناساگر سے ایک پیالہ پانی لاؤ۔ پیالے کا بھرنا تھا کہ اناساگر اور حوض پناہ دونوں خشک ہوگئے

۳۔ ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے بھی راجہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آیا اور آپ کو اجمیر سے نکال دینے کی دھمکی دی، لیکن آپ نے دھمکی پر صرف یہ ارشاد فرمایا "پتھورا کو زندہ مسلمانوں کے حوالہ کر دیا"، یہ پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ سلطان شہاب الدین غوری نے پتھورا کے خلاف ۵۸۷ھ میں دو حملے کیے اور آخری حملے میں پتھورا گرفتار ہو کر مارا گیا۔ شہاب الدین غوری خراسان میں تھا اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ فرما رہے ہیں کہ خدائے تعالیٰ تم کو ہندوستان عطا کرنے والا ہے تم اس ملک کی طرف روانہ ہو جاؤ اسی خواب کے بعد اس نے ہندوستان پر فوج کشی کی۔

آپ کے تجدیدی کارنامے

آپ کی تشریف آوری سے قبل ہندوستان کی جو حالت تھی۔ اس کا اجمالی تذکرہ اوپر گذر چکا ہے۔ اس سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس وقت ہندوستان کی کیا حالت تھی، لیکن آپ کی تشریف آوری کے بعد آپ کے فیوض و برکات سے ہندوستان اسلام کے نور سے منور ہو گیا۔

آپ کی آمد سے قبل ہندوستان کے مسلمان نہایت قلیل تعداد میں تھے اور ان کی سیاسی حیثیت بھی کچھ نہ تھی۔ اگر حضرت خواجہؒ صاحب ہندوستان میں تشریف نہ لاتے اور اپنے فیوض و برکات سے اسلام کی نورانی شمع فروزاں نہ کرتے تو شاید آج سے کئی سو سال پہلے مسلمانوں کا نام ہندوستان سے مٹ چکا ہوتا۔ اس لیے آپ کے احسانات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

اور نہ آپ کے تجدیدی کارناموں کو فراموش کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے چھوت چھات کے اس بھیانک ماحول میں اسلام کا نظریہ توحید عملی حیثیت سے پیش کیا اور بتایا کہ یہ صرف ایک تخیلی چیز نہیں ہے بلکہ زندگی کا ایک ایسا اصول ہے جس کو تسلیم کرنے سے ذات پات کی سب تفریق بے معنی ہو جاتی ہے یہ ایک زبردست دینی اور سماجی اعلان تھا۔ ہندوستان کے بسنے والے ہزاروں مظلوم انسان اس اعلان کو سن کر دوبارہ زندگی کا کیف محسوس کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس اصحاب کرام نے اسلام کی تبلیغ کو اپنا سب سے بڑا مقصد حیات بنایا تھا اور اسی وجہ سے نہایت قلیل عرصہ میں اسلام دنیا کے کونے کونے میں پھیل گیا۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز نے اسی سنت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرتے ہوئے اپنا مقصد بھی تبلیغ اسلام بنایا اور آپ اس مقصد میں کامیاب رہے۔ خزینۃ الاصفیا میں ہے:۔

"ہزاروں چھوٹے بڑے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ شمع اسلام آپ ہی کی طفیل روشن ہوئی"

صاحب سیر الاولیا کا بیان ہے:۔

جو اشخاص ان شہروں میں اسلام کے شرف سے ممتاز و معزز ہوئے ان کی اولاد بھی نسلاً بعد نسل قیامت تک مسلمان رہے گی اور جن لوگوں کو دارالحرب سے نکال کر دارالاسلام میں لایا جائے گا۔ ان سب کا ثواب قیامت تک شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدینؒ کے دفتر اعمال میں درج ہوگا اور جو لوگ آپ کی متابعت کریں گے۔ وہ اس متابعت کی وجہ سے آپ کے باجاہ و جلال دربار میں آپ سے واصل و متوصل رہیں گے"۔

غرضیکہ آپ کے تجدیدی کارناموں کی وجہ سے ہندوستان کے صوفیائے کرام میں خواجہؒ صاحب کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ کو قطب المشائخین کی بشارت ملی۔ خواجہ بختیار کاکیؒ نے آپ کو ملک المشائخ سلطان السالکین، قطب الاولیا اور شمس الاولیا کے القابات سے یاد کیا۔ امیر خسروؒ نے آپ کو "نائب الرسول فی الہند" کہا۔

آپ کے اخلاق و عادات : حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تمام عمر عشق الٰہی میں مستغرق وارفتہ رہنے کے ساتھ محبت رسول میں ڈوبے رہے، اپنے ملفوظات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہایت والہانہ انداز میں فرماتے تھے اور اکثر احادیث بیان فرما کر رونے لگتے تھے اور آپؐ کی احادیث پر عمل کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ ایک جگہ ملفوظات میں فرمایا کہ افسوس ہے اس شخص پر جو قیامت کے روز آپ سے شرمندہ ہوگا۔ یہ فرما چکے تو آپ پر گریہ طاری ہوگیا اور بہت دیر تک جاری رہا

مجاہدہ

رات کو آپ بہت کم آرام فرماتے۔ اکثر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ کلام پاک ایک دن رات میں ایک بار ختم کرتے۔ مگر جب لوگوں کو خبر ہو جاتی تو چپ چاپ کسی اور شہر کی طرف روانہ ہو جاتے۔

حلم و عفو

آپ ہمیشہ بردباری اور درگذر سے کام لیتے۔ ایک بار ایک شخص آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا تو آپ بہت ہی اخلاق سے پیش آئے اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا۔ جس ارادے سے آئے ہو اس کو پورا کرو" یہ سنتے ہی وہ شخص کانپنے لگا اور عاجزی سے بولا کہ مجھے لالچ دے کر آپ کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ یہ کہہ کر بغل سے چھری نکالی اور سامنے ڈال دی پھر قدم مبارک پر گر کر کہنے لگا کہ آپ مجھ کو اس کی سزا دیجئے، بلکہ میرا کام ہی

تمام کر دیجئے حضرت خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ہم درویشوں کا شیوہ ہے کہ ہم سے کوئی بدی بھی کرتا ہے تو اس کے ساتھ ہم نیکی سے پیش آتے ہیں اور اس کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ تم نے تو میرے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ یہ کہہ کر اس کے لئے دعائیں کیں۔ وہ شخص بہت متاثر ہوا اور حضرت کی خدمت میں رہنے لگا۔ اور آپ کی دعاؤں کی برکت سے اس کو ۴۵ بار حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور اسی سرزمین مقدس میں مدفون ہوا۔

مریدوں سے محبت حضرت کو اپنے خلفاء و متوسلین سے بے انتہا محبت تھی۔ خانہ کعبہ میں خداوند تعالےٰ سے دعا کی تھی کہ قیامت تک سلسلہ چشتیہ قائم رہے۔ چنانچہ یہ سلسلہ اب تک بحمد اللہ قائم ہے اور انشاء اللہ قائم رہے گا۔

فیاضی فقر و درویشی کے باوجود آپ کی خانقاہ میں فیاضیوں کا دَور دورہ رہتا تھا مطبخ میں روزانہ اتنا کھانا پکتا تھا کہ تمام غرباء و مساکین شکم سیر ہو جاتے تھے۔

حقوق ہمسایہ پڑوسیوں میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا تو جنازہ کے ہمراہ ضرور تشریف لے جاتے۔ نماز جنازہ اور تدفین کے بعد جب تمام لوگ واپس ہو جاتے تو آپ تنہا متوفی کی قبر پر بیٹھے رہتے اور دعائیں پڑھتے رہتے۔ ایک بار ایک ہمسایہ کا انتقال ہوا تو حسب معمول جنازہ کے ساتھ گئے، حضرت قطب الدینؒ بھی ساتھ تھے۔ جب تمام لوگ لوٹ گئے تو آپ ہمسایہ کی قبر پر ٹھہر گئے۔ حضرت خواجہ قطب الدینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ یکایک متغیر ہو کر زرد ہو گیا۔ پھر اسی وقت اصلی رنگ پر آ گیا۔ اور آپ خدا کا شکر کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے

ہوئے۔ حضرت قطب الدینؒ نے چہرے کے رنگ کے تغیر کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ قبر میں عذاب کے فرشتے آئے تھے، لیکن پھر رحمت الٰہی نازل ہوئی اور اس کو عذاب قبر سے بچا لیا گیا۔

لباس و غذا

حضرت کے فقیرانہ لباس میں دوہرا تہبند ہوتا تھا۔ اگر وہ پھٹ جاتا تو جس رنگ کا بھی کپڑا مل جاتا، اسی کا پیوند لگا لیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے لباس میں ایک ہی وقت تیس چالیس مختلف رنگوں کے پیوند دیکھے گئے۔ کھانا بہت کم تناول فرماتے ریاضت اور مجاہدہ کے ابتدائی زمانہ میں لگاتار سات سات روز تک روزے رکھتے اور صرف ایک چھٹانک آٹے کی ٹکیہ سے روزہ افطار کرتے۔ برابر صائم دہر رہتے سفر میں تیر و کمان، نمکدان اور چقماق ساتھ رکھتے اور شکار کے کباب سے روزہ افطار فرماتے تھے۔

حضرت کی ازواج عالیہ اور اولاد

حضرت نے اجمیر کے قیام کے دوران دو شادیاں کیں۔ جن میں ایک تو حاکم اجمیر کی دختر نیک اختر عصمت اللہ بی بی تھیں۔ اور دوسری کسی ہندو راجہ کی لڑکی، بی بی امۃ اللہ تھیں جو مشرف بہ اسلام ہو گئی تھیں حضرت کی اولاد میں تین لڑکے سید فخر الدین۔ حضرت سید ضیاء الدین ابو سعید اور حضرت سید حسام الدین تھے۔ اور ایک دختر نیک اختر بی بی حافظ جمال تھیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے سید فخر الدین اور بی بی حافظ جمال کو خلافت بھی عطا فرمائی۔ بی بی حافظ جمال کو خلافت بھی عطا فرمائی۔ بی بی حافظ جمال عورتوں کو روحانی تعلیم دیا کرتی تھیں۔

حضرت ازدواجی زندگی میں کب داخل ہوئے اس بارے میں تذکرہ نویسوں

کا اختلاف ہے۔ بعض تذکرہ نویسوں کے بیان کے مطابق آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے بعد ۹۷ سال کی عمر میں شادی کی تھی۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ آپ ۸۹ سال کی عمر میں ازدواجی زندگی میں داخل ہوئے تھے۔

حضرت خواجہ بزرگ کی وفات

"سیرالاقطاب" میں ہے کہ وفات کے دن عشاؒ کی نماز پڑھ کر آپ نے حجرہ کا دروازہ بند کر لیا۔ حجرہ کے باہر خانقاہ کے رہنے والوں کو ایسی آوازیں آتی تھیں جیسے کوئی پاؤں زمین پر ٹپک رہا ہو۔ ان کو خیال ہُوا کہ حضرت پہ وجد کا عالم طاری ہے۔ آخر شب میں یہ آواز بند ہو گئی فجر کی نماز کا وقت آیا تو دروازہ پر دستک دی گئی اندر سے کوئی جواب نہ آیا جب دروازہ کھولا گیا، تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ دراصل الی الحق ہو چکے ہیں۔

تاریخ وفات روز شنبہ ۶ رجب المرجب ۶۳۲ھ ہے وفات کے وقت آپ کی عمر کیا تھی تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے۔ بعض نے ۹۷ اور بعض ۱۰۴، اور بعض نے ۱۰۰ سال بتلائی ہے۔ "سیر الاولیا" میں منقول ہے کہ جس شب شیخ الاسلام معین الدین چشتی حسن سنجریؒ قدس سرہ العزیز انتقال کرنے کو تھے، اس رات کو چند بزرگوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرمارہے ہیں خدا کے دوست معین الدین سنجریؒ آنے کو ہیں۔ اس لئے ہم ان کے استقبال کے لئے آئے ہیں۔ جب حضرت خواجہؒ نے انتقال کیا تو آپ کی پیشانی پر لوگوں نے یہ الفاظ لکھے ہوئے دیکھے حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ یعنی خدا کا دوست خدا کی محبت میں فنا ہو گیا۔

آپ کا روضۂ اقدس اجمیر شریف میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے
ہر وقت روضہ مبارک پر میلا لگا رہتا ہے۔ اس روضہ مبارک کی سب
سے پہلے خواجہ حسین ناگوری نے تعمیر کرائی۔ پھر شاہانِ وقت اور عقیدت مند اس میں
مزید عمارتوں کا اضافہ کرتے رہے۔

بادشاہوں کا خراجِ عقیدت

ہر دور میں ہندوستان کے مسلم
بادشاہوں کو حضرت سے غیر معمولی
عقیدت رہی۔ سلطان شمس الدین التمش کو بزرگانِ چشت سے غیر معمولی عقیدت
اور روحانی تعلق تھا۔ اس کی تفصیل آپ کو حضرت زکریا ملتانی اور دوسرے
حضرات کے تذکروں میں ملے گی۔ مالوہ کے سلطان محمود خلجی نے راجپوتوں
کے خلاف فوج کشی کی تو حضرت کے مزار مبارک پر پہلے حاضری دی۔ اس کے
بعد میدانِ جنگ کی طرف رُخ کیا اور جب اس کو فتح نصیب ہوئی تو مزار کے
قریب ایک خوبصورت مسجد بنوائی جو آب صندل خانہ کے نام سے مشہور ہے
اس کے علاوہ مزار کی اور عمارتیں بھی اس نے تعمیر کرائیں۔

شہنشاہ اکبر کو بھی حضرت سے بے انتہا محبت تھی اور جب شہزادہ سلیم
پیدا ہوا تو اکبر اس خوشی میں آگرہ سے اجمیر تک پاپیادہ گیا۔ راستے میں روپے اور
اشرفیاں لٹاتا ہوا اجمیر پہنچا اور وہاں شاہانہ طریق پر خیرات تقسیم کی اور ایک مسجد تعمیر کرائی
شہنشاہ جہانگیر اپنے آٹھویں سال جلوس کے موقع پر اجمیر شریف گیا۔
جب روضہ نظر آنے لگا تو ایک کوس پہلے ہی سے پاپیادہ ہو گیا اور راستہ
میں دونوں طرف معتمدوں کو مقرر کیا کہ فقرا؛ اور ضرورت مندوں کو روپے دیتے
ہوئے آگے بڑھیں۔ زیارت کرنے کے بعد دوسرے دن اس نے حکم دیا
کہ شہر کے ہر چھوٹے بڑے کو انعام دے کر خوش کیا جائے۔ اس کے علاوہ

اس کے علاوہ جہانگیر نے ۱۰۲۵ھ میں ایک لاکھ دس ہزار روپے خرچ کرکے مزار مبارک کے گرد ایک طلائی احاطہ تیار کرایا جو اب وجود نہیں ہے۔ جہانگیر کو اس قدر عقیدت تھی کہ وہ اس متبرک مقام میں تین سال تک مقیم رہا۔ وہ اپنی تزک میں اجمیر اور روضہ اقدس کے واقعات نہایت والہانہ عقیدت سے بیان کرتا ہے۔

شہنشاہ شاہجہان نے بھی حضرت خواجہ کے آستانے پر کئی بار حاضری دی۔ روضہ کے پاس سنگِ مرمر کی مسجد اسی کی بنوائی ہوئی ہے۔

شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیبؒ بھی کئی بار روضہ کی زیارت لئے حاضر ہوا۔ وہ اپنے مستقر سے روضہ تک پا پیادہ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ پانچ ہزار روپے بھی بطور نذر پیش کئے۔

ان واقعات سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ ان بوریہ نشین درویشوں نے جو اپنے روحانی اثرات چھوڑے وہ خواص و عوام کے دل و دماغ پر یکساں غالب رہے۔

•

ملفوظات

حَضرَتْ خواجہ مُعینُ الدِّین چشتی اَجمیری رَحمَۃُ اللہِ علَیہ

•

۱ : نماز معراج مومن ہے | پانچویں ماہ رجب ۵۱۲ھ ہجری کو

اس درویش تحیت گو جو ملک المشائخ، سلطان السالکین المنقلب بہ قطب الدین بختیار اوشی کے غلاموں میں سے ہے۔ جب اس شاہ فلک دستگاہ کی پائے بوسی کی دولت بغداد میں امام ابو اللیث سمرقندی کی مسجد میں حاصل ہوئی تو اسی وقت شرف بیعت سے سرفراز فرمایا۔ اور چہار ترکی کلاہ میرے سر پر رکھی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس روز شیخ شہاب الدین محمد سہروردی، شیخ برہان الدین محمد چشتی اور شیخ تاج الدین محمد صفاہانی اکابر بھی حاضر تھے اور نماز کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ (حضرت قطب الدین بختیار اوشی) نے فرمایا کہ صرف نماز ہی میں منزل گاہ عزت سے لوگ قریب ہو سکتے ہیں اس واسطے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف آیا ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ (نماز مومن کی معراج ہے)

پھر فرمایا کہ نماز ایک راز ہے جو بندہ اپنے پروردگار سے بیان کرتا ہے راز وہی پا سکتا ہے جو اس کے لائق ہو۔ یہ راز بغیر نماز کے کسی طرح نہیں پا سکتا نیز یہ بھی حدیث ہے "اَلْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ" یعنی نماز پڑھنے والا اپنے پروردگار سے راز بیان کرتا ہے۔

بعد ازاں مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں جب شیخ الاسلام سلطان المشائخ، خواجہ عثمان ہارونی نور اللہ مرقدہٗ کا مرید ہوا تو آٹھ سال تک میں نے آپ کی خدمت میں ایک دم بھی آرام نہ کیا۔ نہ دن دیکھا تھا نہ رات جہاں آپ سفر کو جاتے تھے آپ کے سونے کے کپڑے اور توشہ اٹھا کر ہمراہ ہوتا جب میری خدمت دیکھی تو مجھے ایسی نعمت عطا فرمائی جس کی کوئی انتہا نہیں۔

۲: خدمتِ مرشد

پھر فرمایا جس نے کچھ پایا، خدمت سے پایا۔ پس مرید کو لازم ہے کہ پیر کے حکم سے ذرا بھر

کرتا ہی نہ کرے۔ اور جو کچھ نماز، تسبیح، ورد کی بابت فرمائے، اسے گوشِ ہوش سے سُنے اور اس پر عمل کرے تاکہ وہ کسی مقام پر پہنچ سکے کیونکہ پیر مرشد کے سنوارنے والا ہے، اس کو پیر جو کچھ فرمائے گا، وہ مرید کے کمال کے لیئے ہی فرمائے گا۔

۴۳: خلال کی اہمیت

پھر فرمایا کہ مسجد گکر (؟) اولیائے بغداد کے مقابل حاضر تھا۔ اور انگلیوں کے خلال کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ وضو کرتے وقت انگلیوں کا خلال کرنا سُنت ہے اس لیئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو انگلیوں کا خلال کرنے کو ارشاد فرمایا، کہ جو شخص انگلیوں کا خلال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی انگلیوں کو شفاعت سے محروم نہیں رکھے گا۔ پھر فرمایا شیخ اجلؒ شیرازیؒ کے ہمراہ، میں ایک مقام پر تھا اور مغرب کی نماز کا وقت تھا۔ حضرت اجلؒ صاحب وضو کر رہے تھے۔ اتفاقاً آپ انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے۔ غیب سے آواز آئی کہ "اے اجل! تو ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کا دعوےٰ کرتا ہے، اور اس کا اُمتی بنتا ہے، لیکن اس کی سنت کو ترک کرتا ہے" اس واقعہ کے بعد اجلؒ نے قسم کھائی اور اس وقت سے تادمِ کمال کوئی سنت نبویؐ ترک نہیں کی۔

۴۴: عارف کون ہے؟

پھر عارفوں کے بارے میں آپ نے فرمایا۔ عارف اس شخص کو کہتے ہیں جو تمام جہان کو جانتا ہو اور عقل سے لاکھوں معنی پیدا کر سکتا ہو، اور بیان کر سکتا ہو اور محبت کے تمام حقائق کا جواب دے سکتا ہو، اور ہر وقت بحرِ معانی میں تیرتا رہے تاکہ اسرارِ الٰہی اور انوارِ الٰہی کے انمول موتی نکالتا رہے اور

دیدہ ور جوہریوں کو پیش کرتا رہے، اور جب وہ ان موتیوں کو دیکھیں اور پسند کریں تو بے شک آدمی عارف ہے۔

۵ : شیطان کو غم

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادیؒ لکھتے ہیں اور یہ الہامی اشارہ ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کو غمگین دیکھ کر سبب دریافت فرمایا۔ اس نے عرض کی کہ آپ کی اُمت کے چار گروہوں کے سبب سے غمگین ہوں۔

اوّل : مؤذن جو اذان کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ جب وہ اذان کہتے ہیں تو جو سُنتا ہے وہ اذان کے جواب میں مشغول ہو جاتا ہے اس طرح اذان کہنے والا اور سُننے والا دونوں بخشے جاتے ہیں۔

دوم : وہ جو جہاد کے لئے نکلتے ہیں۔ تو ان کے گھوڑوں کے سموں کی آواز سے اور جب وہ خدا کے لئے لڑتے ہیں تو ان کی تکبیروں کی گونج کے سبب سے حکم ہوتا ہے کہ ان کو مع اُن کے متعلقین کے سب کو بخش دیا جائے۔

سوم : وہ لوگ جو کسب حلال سے روزی کماتے ہیں اور درویش جب وہ حلال کی کمائی کھاتے ہیں اور اوروں کو کھلاتے، تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دیتا ہے۔

چہارم : وہ لوگ جو صبح کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک وہیں بیٹھے رہتے ہیں اور پھر نماز اشراق ادا کرتے ہیں۔

شیطان نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانے میں میں عالمِ ملکوت میں تھا تو میں نے لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا دیکھا تھا کہ جو شخص صبح کی نماز ادا کرکے سورج نکلنے تک یادِ الٰہی میں مشغول رہے اور پھر اشراق کی نماز ادا کرے تو اللہ تعالےٰ مع اس کے ستر ہزار متعلقین کے اسے بخش دیتا ہے۔

دوزخ کے عذاب سے خلاصی عنایت کرتا ہے۔"

۶: کفن چور

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے فقہ الاکبر میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ امام المتقین ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک کفن چور چالیس سال تک کفن چُراتا رہا۔ آخر جب مرا تو خواب میں دیکھا گیا کہ وہ بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ اس کا سبب پوچھا تو وہ بولا کہ مجھ میں ایک چیز تھی۔ وہ یہ کہ جب میں صبح کی نماز ادا کرتا تھا۔ حق تعالیٰ چونکہ رحیم و کریم ہے اس نے اس کی برکت سے مجھے بخش دیا۔ میرے افعال کا کچھ خیال تک نہ کیا۔ اور مجھے اس درجے تک پہنچا دیا ہے۔

۷: نماز اچھی طرح ادا کرنی چاہیئے

پھر فرمایا کہ "صلوٰۃ مسعودی" نامی کتاب میں ہے کہ جب لوگ اچھی طرح نماز ادا کرتے ہیں، اور اس کے تمام حقوق بجالاتے ہیں اور رکوع و سجود اور قرأت و تسبیح کو ملحوظ رکھتے ہیں، تو فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ اور پھر اس نماز سے نور ظاہر ہوتا ہے اور آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ جب وہ نماز عرش کے نیچے لائی جاتی ہے، تو اس کو حکم ہوتا ہے کہ سجدہ کر اور نماز ادا کرنے والے کے لیئے بخشش مانگو۔ کیونکہ وہ تیرے حقوق اچھی طرح بجالایا ہے۔ پھر خواجہ صاحبؒ روئے کہ یہ تو اچھی طرح نماز ادا کرنے والوں کے حق میں ہے۔ لیکن جو لوگ نماز کے حقوق کی پوری نگہداشت نہیں کرتے، جب ان کی نماز فرشتے آسمان پر لے جانا چاہتے ہیں تو آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔ اور حکم ہوتا ہے، اس نماز کو لے جا کر اسی نمازی کے منہ پر مار دو۔ پھر نماز زبانِ حال سے کہتی ہے کہ جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔ خداوندِ عالم تجھے ضائع کرے۔

۸ : نماز دین کا ستون ہے

ایک دفعہ خواجہ صاحبؒ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش نماز دین کا رکن ہے۔ اور رکن ستون ہوتا ہے۔ جب ستون ہوگا تو گھر قائم ہو گا۔ جب ستون نکل جائے گا تو چھت فوراً گر پڑے گی۔ چونکہ اسلام اور دین کے لئے نماز ستون کا کام دیتی ہے، جب نماز کے اندر فرض، سنت رکوع و سجود میں خلل آئے گا تو حقیقت میں اسلام اور دینِ اسلام میں نقص واقع ہوگا۔

۹ : قبر کا خوف

بعد ازاں آپ نے ایک بزرگ کی حکایت سنائی جنہیں خواجہ عطا سلیمی کہتے ہیں۔ انہوں نے چالیس سال تک آسمان کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ جب سبب پوچھا کہ کیوں اس قدر روتے ہیں، اس اللہ کے بزرگ نے جواب دیا کہ قبر کے ڈر اور قیامت کے خوف سے۔

اُن سے آسمان کی طرف نہ دیکھنے کی وجہ پوچھی تو کہا مجھے شرم آتی ہے کیونکہ میں نے گناہ بکثرت کئے ہیں اور مجلسوں میں قہقہے اور خندے لگائے ہیں۔ اس لئے میں اوپر نہیں دیکھا۔

۱۰ : اللہ غفور الرحیم ہے

اس کے بعد آپ نے ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ فرمایا کہ خواجہ فتح موصلیؒ جو کہ شہبازِ طریقت تھے، آٹھ سال تک روتے رہے، چنانچہ آپ کے رخساروں پر گوشت و پوست نہ رہا۔ جب وفات کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا گیا۔ اور آپ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالے نے آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ کہا بخش دیا۔ لیکن جب اوپر لے گئے اور عرش کے نیچے پہنچے تو میں نے

سجدہ کیا۔ لیکن ڈرتا تھا اور کانپتا تھا۔ آواز آئی "فتح موصلی! تو اس قدر کیوں روتا ہے؟ کیا میرا غفار ہونا تجھے معلوم نہیں؟" میں نے سر سجدے میں رکھ دیا اور مناجات کی کہ پروردگار مجھے معلوم تو تھا لیکن میں عذاب قبر، اس کی ہیبت اور ملک الموت کی سختی سے ڈرتا تھا۔ اور روتا تھا کہ اس تنگ لحد میں میری کیا حالت ہو گی۔ بعد ازاں حکم ہوا کہ چونکہ اس سے تو ڈرتا تھا، واپس چلا جا، میں نے تمہیں اس خوف سے رہائی دی۔ اور تجھے بخش دیا۔

۱۱ : ہنسی مذاق سے پرہیز کرنا چاہیئے

بعد ازاں خواجہ صاحب نے اسی موقعہ کی مناسبت سے ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ میں نے "ریاحین" نامی کتاب میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آدمیوں کو دیکھا جو ہنسی مذاق میں مشغول تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹھہر کر سلام کہا تو سب اٹھے اور زمین پر سر رکھ دیئے اور غلاموں کی طرح دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا، کیا تم اعمال کے ڈر سے بچ گئے ہو؟ عرض کی نہیں۔ پوچھا کیا پُل صراط سے گزر گئے ہو؟ عرض کی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر کیوں ہنسی اور کھیل کود میں مشغول ہو؟۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کا اُن پر اتنا اثر ہوا کہ پھر انہیں کبھی بھی کسی سے ہنستے نہیں دیکھا۔

۱۲ : ظلم وستم کا نتیجہ

ایک دفعہ خواجہ صاحبؒ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بادشاہ نے رعیت پر ظلم وستم کر کے ملک کو برباد کر رکھا تھا۔ مدت کے بعد اسی بادشاہ کو بغداد

میں کنکری مسجد کے پاس دیکھا گیا کہ سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ گرد آلود ہیں۔ پہلی حالت بالکل بدل چکی ہے۔ اور بدن پر خاک ڈالی ہوئی ہے۔ ایک شخص نے اسے پہچان لیا۔ اور پوچھا کہ تو وہی حاکم ہے جو کہ ہیں لوگوں پر ظلم و ستم کرتا تھا؟ اس نے شرمندہ ہو کر جواب دیا۔ تو نے کیسے پہچانا؟ اس شخص نے کہا میں نے تجھے اس دن نعمت و دولت میں دیکھا۔ جب تو خلقِ خدا پر رحم نہیں کرتا تھا بلکہ الٹا ظلم کرتا تھا۔ کہا ہاں! میں اس وقت بے سبب خلقِ خدا کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ اس لئے اپنا کیا پایا۔

۱۳: خواجہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ

پھر حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ ابراہیم خواصؒ نے کچھ آدمیوں کو دیکھا جو بیٹھ کر ذکر کر رہے تھے۔ جونہی خواجہ صاحبؒ نے اللہ تعالیٰ کا نام سُنا۔ ایسا ذوق و درد پیدا ہوا کہ رقص کرنے لگے۔ سارے دن اور رات رقص کرتے رہے، اور بے ہوش رہے، جس وقت ہوش میں آتے پھر خدا کا نام زبان پر لاتے، اور بے ہوش ہو جاتے۔ جب ہوش میں آئے تو تازہ وضو کر کے دوگانہ ادا کیا، اور سر سجدہ میں رکھ کر یا اللہ کہا اور جاں بحق ہوئے خواجہ صاحبؒ نے یہ شعر پڑھا: ؎

عاشق بہوائے دوست بیہوش بود | در یادِ محبِ خویش مدہوش بود
فردا کہ بحشر خلق حیراں باشند | نام تو درون سینہ دگوش بود

۱۴: خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بار خواجہ صاحبؒ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ خواجہ یوسف چشتیؒ کی خانقاہ میں چند درویش صاحبِ جمال و نعمت دائرہ میں حاضر تھے۔ اور میں بھی موجود تھا۔ قوال بھی اشعار

مندرجہ پیرا ۱۳) پڑھ رہے تھے۔ اور میں اور وہ درویش ان اشعار کے سننے سے سات دن رات بے ہوش رہے اور رقص کرتے رہے۔ جب قوال اور شعر پڑھنا چاہتے تو ہم اُن سے یہی اشعار کہلواتے۔ ان درویشوں میں سے دو تو ایسے بے خبر ہو گئے کہ زمین پر گر پڑے اور درمیان میں غائب ہو گئے جب خواجہؒ صاحبؒ نے ان فوائد کو ختم کیا تو تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

۱۵ ، والدین کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے ،

سوموار کے روز قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ شیخ جلال الدین ، شیخ محمد احد چشتی اور دوسرے بزرگ حاضر خدمت تھے ، اور بات اس بارے میں ہو رہی تھی کہ پانچ چیزوں کا دیکھنا عبادت میں داخل ہے۔

پہلی چیز یہ کہ اپنے والدین کے چہرے کو دیکھا جائے۔ اس کے دیکھنے سے نامۂ اعمال میں ایک حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک بدکار اور فاسق جوان فوت ہوا تو اسے خواب میں دیکھا کہ حاجیوں کے ساتھ بہشت میں ٹہل رہا ہے ، دیکھنے والے کو تعجب ہوا ، اور دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ میری ایک بوڑھی ماں تھی۔ جب میں گھر سے نکلتا تو اس کے قدموں پر سر رکھ دیتا۔ ماں دعا دیتی کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے اور حج کا ثواب تجھے نصیب کرے اللہ تعالیٰ نے اس کی دُعا قبول کر لی اور مجھے بخش دیا۔ اور اب میں حاجیوں کے ساتھ بہشت میں ٹہل رہا ہوں۔

ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ خواجہ بایزید بسطامیؒ سے یہ پوچھا گیا کہ یہ مرتبہ آپ کو کیسے حاصل ہوا۔ تو فرمایا کہ میں ابھی سات سال کا

تھا کہ مسجد میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے جایا کرتا تھا جب اس آیت پر پہنچا "وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا" تو استاد سے اس کا مطلب پوچھا۔ استاد نے فرمایا حکم الٰہی ہے کہ جس طرح تم میری خدمت بجالاتے ہو، والدین کی بھی ویسی ہی خدمت بجالاؤ۔ استاد سے یہ سنتے ہی میں نے ماں کے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہا " اے ماں! اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے، اللہ تعالےٰ سے میرے لئے کچھ مانگ، میں کماحقہٗ تیری خدمت بجالاؤں۔ جب والدہ سے یہ درخواست کی تو انہوں نے رحم کھا کر دوگانہ ادا کرنے کے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر قبلہ رُخ ہو کر مجھے خدا کو سونپا۔ یہ دولت مجھے وہاں سے نصیب ہوئی۔ جس کا سبب والدہ کی دعا تھی۔ دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ میری والدہ نے موسم سرما میں آدھی رات کے وقت مجھ سے پانی مانگا، میں کوزہ بھر کر حاضر ہوا، لیکن والدہ کی آنکھ لگ گئی، مگر میں نے انہیں جگایا نہیں۔ جب رات کے آخری حصہ میں والدہ بیدار ہوئیں تو مجھے کوزہ لئے کھڑا دیکھا کہ سردی کے مارے میرا ہاتھ کوزے کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ جب ہاتھ سے کوزہ الگ کیا تو کوزے کے ساتھ میرے ہاتھ کا چمڑہ بھی اکھڑ آیا۔ ماں نے ترس کھا کر میرا سر بغل میں لے لیا اور چھاتی سے لگا کر بوسہ دیا اور کہا، اے جانِ مادر! تو نے بڑی تکلیف اٹھائی، اور یہ کہہ کر میرے حق میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے۔ میری ماں کی دعا قبول ہوئی۔ اور یہ سب دولت انہی دعا کی بدولت نصیب ہوئی۔

۱۶: قرآن پاک کا احترام اور سلطان محمود غزنوی

بعدازاں اسی موقع پر فرمایا کہ سلطان محمود غزنوی کو خواب میں دیکھنے والے نے سلطان سے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ

نے آپ سے کیسا سلوک کیا؟ فرمایا ایک رات میں ایک شخص کے
ں مہمان تھا۔ ایک طاق میں قرآن شریف پڑا ہوا تھا میں نے دل میں کہا
قرآن شریف یہاں ہے میں کس طرح سوؤں گا۔ پھر کہا کسی اور مکان میں
کھ دیا جائے۔ پھر خیال آیا اپنے آرام کی خاطر اسے باہر کیوں رکھوں۔
غرضیکہ رات بھر کا آرام قرآن پاک کے احترام پر قربان کر دیا۔ اسی کے
ض مجھے بخش دیا گیا۔

۱۷: کلام پاک کا احترام اور ایک فاسق و فاجر

بعد ازاں فرمایا کہ "جامع الحکایات"

میں نے لکھا دیکھا ہے کہ پہلے زمانے میں ایک فاسق جوان تھا، جس کی
کاری سے مسلمانوں کو نفرت آتی تھی، اسے بہت منع کیا جاتا، لیکن ایک
سنتا۔ الغرض جب وہ مرگیا تو کسی نے اسے خواب میں دیکھا کہ سر پر تاج
پہنے اور خرقہ اوڑھے فرشتوں کے ساتھ بہشت جا رہا ہے۔ خواب دیکھنے
والے نے پوچھا "تُو تو بدکار تھا یہ دولت کہاں سے نصیب ہوئی؟" جواب
دیا کہ دُنیا میں مجھ سے ایک نیکی ہوئی کہ جہاں کہیں قرآن پاک کو دیکھ لیتا تو
اسے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کی بدولت مجھے
بخش دیا۔ اور یہ درجہ عطا فرمایا۔

۱۸: علماء و مشائخ سے عداوت کا انجام

پھر حکایت بیان فرمائی کہ پہلے زمانے میں ایک

آدمی تھا جو علماء و مشائخ کو از روئے حسد منہ پھیر لیتا تھا۔ جب مرگیا تو لوگوں نے
اس کا رُخ قبلہ کی طرف کرنا چاہا۔ لیکن نہ ہوا۔ غیب سے آواز آئی "اسے کیوں
تکلیف دیتے ہو۔ اس نے دنیا میں علماء و مشائخ سے رو گردانی کی ہے، اس

لئے ہم اپنی رحمت سے اس کا منہ پھیر دیتے ہیں۔ اور قیامت کے دن ریچھ
کی صورت میں اس کا حشر کریں گے۔

۱۹: زیارت کعبہ کی فضیلت

بعدازاں فرمایا کہ چوتھا مرتبہ خانہ کعبہ کا دیکھنا ہے حضرت
رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خانہ کعبہ کی زیارت کرے گا
عبادت میں داخل ہو جائے گا، اور اس کی زیارت سے ہزار سال کی عبادت
اور حج کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اور اولیاء کا درجہ اُسے
نصیب ہوگا۔

۲۰: خدمتِ شیخ طریقت کا صلہ

بعدازاں فرمایا کہ پانچواں مرتبہ اپنے پیر کو دیکھنا
اور اس کی خدمت کرنا ہے۔ میں نے "معرفتہ المریدین" میں لکھا دیکھا ہے کہ
شیخ عثمان ہارونی ؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے پیر کی خدمت کما حقہ ایک سو
بجا لائے۔ اللہ تعالیٰ بہشت میں اسے ایک ہزار محل عنایت کرے گا۔ او
ہزار سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

۲۱: سورۂ فاتحہ کی فضیلت

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف
فرما تھے اور صحابہ کرام ؓ کافی تعداد میں آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے
فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو کہ مجھ سے پہلے کسی
پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔ پھر فرمایا کہ میں بیٹھا تھا کہ جبرائیل نے آ کر کہا کہ حکم الٰہی ہے
کہ میں نے تیرے پاس جو کتاب بھیجی ہے، اس میں ایک ایسی سورۃ ہے کہ
اگر وہ تورات میں ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام کی امت سے کوئی شخص گمراہ نہ ہوتا

اگر انجیل میں ہوتی تو کوئی عیسائی بت پرست نہ ہوتا، اگر زبور میں ہوتی تو کوئی شخص داؤد کی امت سے عنی نہ بنتا۔ یہ اس لئے بھیجی گئی ہے تاکہ اس کی برکت سے تیری امت اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرے اور قیامت کے دن دوزخ کے خوف اور عذاب سے خلاصی پائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا وہ کونسی سورۃ ہے، فرمایا وُہ سورۃ فاتحہ ہے۔ پھر جبرئیل نے کہا مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا، اگر روئے زمین کے دریا سیاہی اور تمام درخت قلم بن جائیں، اور ساتوں آسمان اور زمینیں کاغذ بن جائیں اور ابتدائے عالم سے لے کر اب تک فرشتے اور تمام دنیا کے انسان اس کے فضائل لکھنا چاہیں تو اس کی فضیلت نہ لکھ سکیں۔

بعدازاں خواجہ صاحبؒ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ تمام دردوں اور بیماریوں کے لئے شفا ہے، جو بیماری کسی علاج سے رفع نہ ہو، وہ صبح کی نماز کے فرضوں اور سنتوں کے درمیان اکتالیس مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھنے سے دُور ہو جاتی ہے۔ بعدازاں فرمایا کہ یہی ہے الفَاتِحَہ شِفَاءٌ مِنْ کُلِّ دَاءٍ یعنی سورۃ فاتحہ ہر درد کی دوا ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی اوشی چشتیؒ

نام و نسب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ ۵۲۳ھ شب دوشنبہ کو بمقام قصبہ اوش دیار وشی پور فرغانہ میں پیدا ہوئے۔ اوش ماوراء النہر کے علاقہ میں واقعہ ہے۔ قطب الدین لقب و بختیار نام ہے، آپ خواجہ کاکی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ اپنے

پیرو مُرشد کی طرح حسینی سادات میں سے تھے۔ سلسلہ نسب اس طرح چودہ پشتوں کے بعد حضرت امام حسینؓ سے جا ملتا ہے۔

خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ بن سید کمال الدین بن سید موسیٰ بن سید احمد اوشی بن سید کمال الدین بن سید محمد بن سید احمد بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن سید جعفر بن حضرت نقی الجود بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن حضرت امام حسین بن امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

ابتدائی تعلیم

آپ بچپن ہی میں سایہ پدری سے محروم ہو گئے تھے جس وقت آپ کے والد محترم کا انتقال ہُوا، آپ کی عمر ڈیڑھ سال تھی۔ والدہ ماجدہ نے تعلیم و تربیت کا فرض انجام دیا۔ چونکہ آپ پیدائشی ولی تھے۔ اور آپ کی کرامات کا ظہور ابتدا ہی سے ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ کی والدہ ماجدہ نے جب آپ کے باطنی جوہر دیکھے تو تعلیم کی فکر ہوئی۔ چنانچہ جب حضرت خواجہ پڑھنے کے قابل ہوئے تو ایک نیک اور صالح بزرگ مولانا عبد الحسنؒ کے پاس تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ آپ نے اُن سے ظاہری علوم کے علاوہ سلوک اور باطنی تعلیم بھی حاصل کی۔ ابتدائی عمر سے ہی آپ کو ریاضت اور مجاہدات کا شوق تھا۔ ہمیشہ آپ ریاضات اور مجاہدات میں مشغول رہنے لگے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ علوم ظاہر اور آداب میں ماہر ہو گئے۔

حضرت خواجہ معین الدین سنجری چشتی سے بیعت

صاحب "سیر الاولیا" کا بیان ہے کہ آپ ماہ رجب المرجب ۵۲۲ھ میں بغداد میں ابو اللیث سمرقندی کی مسجد میں، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ اوحد الدین کرمانیؒ، شیخ برہان الدینؒ چشتی سنجری کی بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے، اور آپ کے

حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور صاحب "سیرالاقطاب" کا بیان ہے کہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ قصبہ اوش میں پہنچے تو آپ نے حضرت خواجہ سنجریؒ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اور سترہ سال کی عمر میں خرقۂ خلافت پایا۔

حضرت شیخ کی عبادت وریاضت

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ قطب الدینؒ عبادت وریاضت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ سونا بالکل ترک کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ بستر راحت پر کبھی کسی نے آپ کو آرام کرتے نہیں دیکھا تھا۔ شروع زمانے میں نیند کے غلبہ پر تھوڑی دیر سو لیتے تھے، لیکن آخر عمر میں وہ بھی بیداری میں بدل گیا تھا۔ اور اکثر زبان مبارک پر جاری رہتا تھا کہ اگر میں کبھی سو جاتا ہوں تو سخت زحمت وتکلیف اٹھاتا ہوں۔" (سیرالاولیاء)

صاحب "اخبار الاخیار"، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ آپ کی عبادت وریاضت کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ کے شغل حق کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ جب کوئی آپ کی زیارت کے لیے آتا، تو تھوڑی دیر ٹھہر کر ہوش میں آتے۔ اور پھر سے مشغول بحق ہو جاتے یا کبھی اپنے آئندہ کے حال میں سے فرما دیتے پھر زائرین سے فرماتے، مجھے معاف کرو کہ میں ملاقات کی فرصت نہیں رکھتا۔ یہ کہہ کر پھر مشغول ہو جاتے۔

تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ بیعت کے بعد رات دن میں پچانوے (۹۵) رکعت نماز ادا کرتے تھے، اور ہر رات کو تین ہزار بار درود شریف پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔

شادی کی ابتدائی تین راتوں میں اپنے معمولات کو ادا نہ کر سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رئیس احمد نامی ایک بزرگ کو خواب کے ذریعے پیغام

دیا کہ وہ بختیار سے دریافت کرے کہ آخر یہ بے نیازی کیوں؟ یہ سن کر حضرت نے اسی وقت بیوی کو طلاق دے دی حالانکہ شادی کے کل تین دن گزرے تھے
سلطان المشائخؒ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدینؒ کا چھوٹا صاحبزادہ انتقال کر گیا۔ جب شیخ اسے دفن کر کے واپس آئے تو لڑکے کی ماں کے رونے کی آواز آپ کے کان میں پہنچی تو شیخ نے بہت افسوس کیا۔ شیخ بدرالدین غزنوی نے اس وقت آپ کی مجلس میں حاضر تھے، پوچھا حضرت یہ افسوس کیسا؟ فرمایا کہ مجھے اس وقت یاد آیا کہ میں نے پہلے فرزند کی زندگی کے لئے دعا کیوں نہ کی۔ اگر میں اس وقت اس کی بابت خدا سے درخواست کرتا تو ضرور یہ دعا قبول ہو جاتی۔ یہاں پہنچ کر سلطان المشائخ نے فرمایا دیکھو! شیخ کا استغراق دوست کی یاد میں یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ اپنے فرزند کی زندگی و موت تک کی خبر نہ تھی۔ (سیر الاولیاء)

سیاحت

حضرت شیخ نے بھی مختلف مقامات کی سیاحت فرمائی۔ اس سیاحت میں عجیب و غریب واقعات پیش آئے اور اکابر اولیاء اللہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ان واقعات میں مفید نصائح ہیں۔ آپ نے خود ان واقعات کی تفصیل اپنے ملفوظات میں بیان فرمائی ہے۔ چند واقعات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

۱: غزنین تشریف لے گئے تو وہاں ایک شیخ کرم الفضلؒ سے ملاقات ہوئی یہ بزرگ کامل تھے۔ جو کچھ بھی اپنے پاس رکھتے اور دن میں جو چیزیں آتیں وہ شام تک تقسیم کر دیتے اور جو رات کو حاصل ہوتیں صبح تک نہ رکھتے۔ ہمیشہ معمول تھا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاتے، اور ننگوں کو کپڑا پہناتے۔ ایک مرتبہ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ چالیس مرتبہ میں نے مجاہدہ کیا۔ کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور کوئی روشنی نظر نہ

نی۔ لیکن جب سے کم سونا، کم بولنا، کم کھانا اور لوگوں سے کم ملنا اختیار کیا تو روشنی نظر آئی۔ اور اب یہ عالم ہے کہ عرش اور حجابِ عظمت تک کی چیزیں پوشیدہ نہیں ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آنکھوں کے سامنے کوئی پردہ نہیں ہے۔

۲ : دریائی سفر کے واقعات کے سلسلہ میں بیان فرمایا کہ میں یارِ غار قاضی حمید الدین ناگوری کے ساتھ ایک دریا کے کنارے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بہت بڑے بچھو کو دیکھا کہ بڑی تیزی کے ساتھ کہیں جا رہا ہے۔ میں نے قاضی سے کہا کہ اس میں کوئی راز پوشیدہ ہے۔ ہم دونوں بچھو کے پیچھے ہو لیے۔ بچھو ایک درخت کے پاس پہنچا۔ تو اُس نے ایک بڑے اژدھے کو مار ڈالا۔ پاس ہی ایک شخص سویا ہوا تھا۔ ہم وہاں ٹھہر گئے کہ یہ شخص نیند سے بیدار ہو تو ہم اس سے ملاقات کریں۔ ہم نے اس کے نزدیک جا کر دیکھا تو وہ ایک شرابی تھا۔ اس وقت بھی نشہ میں بدمست پڑا تھا۔ دل میں تعجب ہوا کہ ایسے نافرمان بندے پر اللہ تعالیٰ نے رحمت فرمائی۔ غیب سے آواز آتی ہے کہ "اگر ہم پارساؤں پر ہی رحمت فرمائیں تو گنہگاروں کا کون مددگار ہوگا۔ اس کے بعد وہ شخص جاگا اور مردہ اژدہے کو پاس ہی پڑے دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ ہم نے سارا واقعہ اس سے بیان کیا تو وہ بہت نادم ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ہم نے سُنا کہ وہ بہت بڑا بزرگ ہو گیا۔ خدا نے اپنی معرفت اس کے دل میں ڈال دی۔ اور اس نے ستر بار پیدل حج کئے۔

۳ : ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شہر میں دیکھا کہ دس آدمی متحیر کھڑے ہیں۔ وہ نماز کے وقت ہوش میں آ جاتے اور نماز ادا کر کے پھر عالمِ مدہوشی میں وسکر میں آ جاتے ہیں، میں بہت دنوں تک ان کی خدمت میں رہا۔ ایک دن اُن میں سے کچھ لوگ عالمِ بیداری میں آئے تو میں نے اُن سے پوچھا

کہ آپ لوگوں کا یہ حال کب سے ہے؟ جواب دیا ستر سال سے۔ ہم نے ابلیس لعین کا قصہ سنا تھا۔ اس وقت سے ہمارا یہ حال ہے۔

۴ : اپنی مشہور کتاب "دلیل العارفین" کی مجلس چہارم میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ مجھے بغداد میں بارہا حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی صحبت میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہ واقعی بہت بڑے بزرگ اور بڑے عابد و زاہد تھے۔ میں نے اپنی سیر و سیاحت میں ان جیسا عبادت گزار نہیں دیکھا۔

۵ : سمرقند کا حال سناتے ہوئے فرمایا کہ وہاں ایک شیخ کامل سے ملاقات ہوئی جو عالم تحیر میں تھے۔ میں نے وہاں کے لوگوں سے پوچھا، ان کو اس حال میں رہتے ہوئے کتنے سال ہوئے؟ لوگوں نے جواب دیا۔ ہم ان کو ۲۰ سال سے اس حالت میں دیکھتے ہیں۔ میں چند روز ان کی صحبت میں رہا۔ ایک بار ان کو ہوش میں پایا تو پوچھا کہ کتنے روز سے آپ کو کسی کے آنے جانے کی خبر ہوئی۔ جواب دیا اے نادان درویش! جب دریائے محبت میں بندہ غرق ہو جاتا ہے تو اس کو خبر نہ ہوگی۔ یہ وہ راستہ ہے جہاں جان دے دینا مطلوب ہے۔

حضرت قطب الدینؒ کی ہندوستان میں تشریف آوری اور دہلی میں قیام

حضرت خواجہ معین الدینؒ چشتی جب بغداد سے ہندوستان چلے آئے اور اجمیر شریف میں آپ نے مستقل قیام فرمایا، تو حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو حضرت کا فراق بے حد ستانے لگا چنانچہ آپ نے بھی ہندوستان جانے کا فیصلہ کر لیا۔ راستے کی تکالیف برداشت کرتے ہوئے آپ ملتان پہنچے، تو یہاں کے مشہور بزرگ حضرت بہاؤ الحق زکریا ملتانی قدس سرہٗ کمال محبت و شفقت سے ملے۔ حضرت ملتانی کے یہاں کچھ دنوں قیام فرمایا۔ اسی اثناء میں مغلوں نے ہندوستان پر یورش کی تو ملتان کا حاکم

قباچہ حضرت سے فیوض و برکات کا طالب ہوا۔ اور کہا جاتا ہے کہ آپ ہی کی کرامت سے مغل شکست کھا کر بھاگ گئے۔ ملتان سے آپ دہلی تشریف لے گئے۔ سلطان شمس الدین التمش اس وقت ہندوستان پر فرمانروائی کر رہا تھا۔ اس کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو خشم و خدم کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور آپ کے قیام کا انتظام شہر کے اندر کرنا چاہا، لیکن آپ نے ایک قصبہ کلوکھڑی میں رہائش پسند کی۔ سلطان نے اس کے بعد یہ معمول بنا رکھا تھا کہ ہر ہفتہ میں حضرت کی خدمت میں ایک مرتبہ حاضر ہوتا اور آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتا۔ آخر میں سلطان نے عرض کیا کہ شہر سے دُور آنے میں سلطنت کے کاروبار میں حرج واقع ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ شہر میں قیام فرمائیں۔ آپ مجبوراً شہر دہلی کے اندر قیام کرنے پر راضی ہو گئے اور ملک حسین الدین کی مسجد میں قیام فرمایا۔ حضرت کا شہر دہلی میں آنا تھا۔ کہ خلق خدا ان پر لوٹ پڑی۔ خاص و عام، امیر و غریب سب آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ بادشاہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور تمام امرائے سلطنت آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

آپ کو دہلی میں قیام کئے ہوئے ابھی تھوڑے ہی روز گذرے تھے کہ شیخ الاسلام مولانا جمال الدین بسطامی کا انتقال ہو گیا۔ مولانا کے انتقال کے بعد سلطان نے آپ سے استدعا کی کہ آپ اس عہدۂ جلیلہ کو قبول فرمائیں۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ آخر یہ عہدہ شیخ نجم الدین صغریٰ جو خواجہ عثمانؒ کے مرید تھے۔ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ سے بھی ان کے تعلقات تھے اور برگزیدہ حضرات میں شمار کئے جاتے تھے کو دے دیا گیا۔ لیکن حضرت قطب الدین کی مقبولیت اور دینی وجاہت نے ان کے دل میں حسد اور رشک کی آگ بھڑکا دی۔

حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے دہلی تشریف لانے کا مقصد حقیقت میں اپنے پیرو مرشد خواجہ معین الدین چشتیؒ سے شرفِ ملاقات حاصل کرنا تھا۔ اور آپ کی کوششوں سے مستفید ہونا تھا۔ لہٰذا آپ نے اپنے پیرو مرشد کو عریضہ ارسال کیا جس میں شوقِ ملاقات اور اشتیاق قدم بوسی کی تمنا کا اظہار تھا۔ خواجہ صاحب اپنے برگزیدہ مرید کی آتشِ شوق بجھانے کے لئے دہلی تشریف لائے۔ آپ کی تشریف آوری کی اطلاع سے سارا شہر امنڈ کر آپ کی زیارت کے لئے جمع ہو گیا۔ تمام خواص و عوام آپ کے دیدار سے مشرف ہونے کے لئے خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر دہلی کے شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغری نہیں آئے۔ حضرت خواجہ اجمیری خود ان کے مکان پر ملنے کیلئے گئے

دورانِ ملاقات شیخ نجم الدین نے شکایت کی کہ قطب الدین صاحب کے ساتھ لوگوں کی عقیدت کی وجہ سے میری شیخ الاسلامی کی ذرہ بھر بھی قدر و قیمت نہیں۔ شیخ الاسلام کی خاطر حضرت خواجہ اجمیریؒ نے حضرت قطبؒ صاحب کو دہلی چھوڑ کر اپنے ساتھ اجمیر چلنے کا حکم دیا۔ حضرت قطب تو دل سے ہی یہ چاہتے تھے کہ پیر و مرشد سے جدا نہ ہوں۔ اور اسی لئے تو ہندوستان تشریف لائے تھے۔ فوراً چلنے کے لئے آمادہ ہو گئے التمش نے بڑی منت و زاری کی لیکن حضرت خواجہ اجمیریؒ نے اس کی بات نہ مانی اور حضرت قطب صاحب کو لے کر روانہ ہو گئے۔ دہلی کے لوگوں نے جب آپ کو جاتے دیکھا تو عاشقِ زار کی طرح آہ و بکا کرنے لگے۔ جس جگہ قطب صاحب پاؤں رکھتے تھے، وہاں کی خاک اٹھا کر آنکھوں سے لگاتے تھے۔ اور چیخیں مار مار کر روتے تھے۔ حضرت خواجہ بزرگ اجمیری نے آپ کے ساتھ عوام کی یہ عقیدت دیکھی تو آپ نے ان کو ساتھ لے

جانے کا ارادہ بدل دیا۔ اور فرمایا: بابا قطب الدین تم یہیں رہو۔ تمہارے چلے جانے سے دہلی کے لوگوں کو صدمہ پہنچے گا۔ مجھے یہ منظور نہیں، چنانچہ آپ آخر وقت دہلی ہی میں قیام فرما رہے۔

حضرت قطب صاحبؒ کی اپنے پیرومرشد سے آخری ملاقات

مرشد کی وفات سے پہلے دہلی سے اجمیر جاکر آخری دیدار سے مشرف ہوئے۔ دوران قیام میں اجمیر میں ایک روز حضرت معین الدین سجزیؒ اپنے مریدین و خلفاء کے حلقہ میں تشریف رکھتے، خواجہ کاکیؒ کو اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا "ساری دنیا انوار سے روشن (یہ فرماکر رو پڑے)، اے درویشو! مجھے یہاں اس لئے لائے ہیں کہ یہاں میرا مدفن ہے۔ اب چند روز ہیں، میں اس عالم فانی سے کوچ کر جاؤں گا"

اس کے بعد ایک کاتب سے فرمایا کہ ایک فرمان شیخ بختیار کاکیؒ کے نام تحریر کرو، کہ "وہ دہلی جائیں۔ میں نے خلافت اور سجادہ خواجگان ان کو عطا کیا" اس کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین سے ارشاد فرمایا کہ "تمہارا مقام دہلی ہے" فرمان حوالہ کیا۔ پھر حکم دیا "آگے آؤ" آپ آگے آئے تو اپنے دست مبارک سے اپنی دستار آپ کے سر پہ باندھی، اور حضرت شیخ ہارونی کا عصا اپنا قرآن مجید اور مصلّے عنایت کیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت خواجگان چشت کے پاس تھی، جو مجھ کو ملی تھی، میں نے تمہیں سونپی۔ تم اس کا حق اس طرح ادا کرنا جیسا کہ اور خواجگانِ چشت ادا کرتے تھے، تاکہ حشر کے روز میں اپنے مشائخ کے سامنے شرمندہ نہ ہوں"

حضرت خواجہ قطب الدینؒ نے ان تمام باتوں کو قبول کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد خواجہ اجمیریؒ نے مرید کا ہاتھ پکڑا اور آسمان کی طرف

روئے مبارک اٹھا کر فرمایا "خدا کو سونپا اور تمہیں اپنی منزل تک پہنچا دیا"
آپ اپنے پیر و مرشد سے رخصت ہو کر دہلی تشریف لے آئے۔ دہلی آئے ہوئے چالیس روز ہوئے تھے کہ اجمیر شریف سے قاصد خبر لایا کہ آپ کے ساتھ ہونے کے بعد حضرت بیس روز تک زندہ رہے، اور پھر انتقال فرما گئے۔

حضرت خواجہ قطب الدین کی خدمات جلیلہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے جس شمع ھدایت کو روشن فرمایا تھا اس کی روشنی کو اس ملک میں پھیلانے میں سب سے زیادہ جس متبرک ہستی نے حصہ لیا۔ وہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی ذات بابرکات ہے۔ آپ اس برصغیر کے سلطان الاولیاء ہیں۔ تبلیغ اسلام اور اشاعت دین میں آپ کا نمایاں حصہ ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے قیام سے شاہی دربار پر غیر معمولی اثر پڑا التمش جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اس کو رعایا اور فقیروں کے ساتھ دوستی اور سلوک کی تلقین فرماتے۔ بادشاہ اس پر عمل کرنے لگا اور رعایا، مخلوقِ خدا سکون و اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ آپ کے فیض سے بادشاہ کی اس قدر اصلاح ہو گئی کہ بعض تذکرہ نویسوں نے اسے اولیاء اللہ کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ التمش کے متعلق خود حضرت بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں:۔

"اس کا عقیدہ صحیح تھا، وہ راتوں کو جاگتا۔ کسی نے اسے سوتے نہیں دیکھا۔ رات کو وہ گدڑی پہن لیتا کہ اس کی کسی کو خبر نہ ہو۔ اس کے ہاتھ میں سونے کے سکوں کی ایک تھیلی ہوتی۔ وہ ہر مسلمان کے دروازے پر جاتا، اس کے حالات پوچھتا، اس کی مدد کرتا۔ اس نے اپنے دروازے پر عدل کی زنجیر لٹکا رکھی تھی اور لوگوں کو حکم دے

رکھا تھا کہ اگر تمہارے پاس کھانے کو نہ ہو یا تم پر کوئی ظلم کرے تو اس زنجیر کو ہلائیں تاکہ وہ اس کے ساتھ انصاف کر سکے۔ ورنہ قیامت کے روز ان کی فریاد کا بار اس کی طاقت برداشت نہ کر سکے گی۔ التمش پر خوفِ آخرت غالب تھا"

حضرت خواجہ قطب الدین اپنے ملفوظات (فوائدُ السالکین میں فرماتے ہیں کہ "التمش ایک رات میرے پاس آیا اور میرا پاؤں پکڑ لیا۔ میں نے کہا مجھ کو کب تک تکلیف پہنچاتے رہو گے؟ جو ضرورت ہو بیان کرو۔ اس نے کہا، اللہ تعالیٰ نے مجھے مملکت تو دی ہے۔ لیکن قیامت کے روز جب مجھ سے باز پرس ہو گی، اس وقت بھی آپ مجھے تنہا نہ چھوڑیں گے وقت تک واپس نہ گیا۔ جب تک میں نے اُس کی بات قبول نہ کی۔

آپ کے اخلاق وعادات

فقر: قطب صاحب کے گھر میں اکثر فاقہ رہتا تھا۔ اکثر آپ کے اہل وعیال کی زندگی نہایت تنگدستی سے گزرتی تھی۔ اسی تنگ دستی بنا پر اکثر آپ پڑوسی بقال سے قرض لے لیا کرتے تھے۔ ایک روز بقال کی بیوی نے حضرت خواجہ کی اہلیہ کو طعنہ دیا اور انہوں نے آپ سے شکایت کی تو حضرت نے فرمایا آئندہ سے قرض نہ لیا کرو۔ میرے اس مصلے کے نیچے تمہیں ضرورت کے مطابق کاک (روٹیاں) مل جایا کریں گی۔ چنانچہ ایک زمانہ تک آپ کا کنبہ انہیں کاکوں پر گزارا کرتا رہا اور اسی وجہ سے آپ کاکی کہلاتے۔ مُرشد نے انہیں پانچ سو درم تک قرض لینے کی ہدایت کی تھی مگر آخر میں اس سے بھی پرہیز کرنے لگے۔ اپنے پاس اتنی رقم ہی نہ رکھتے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی۔

سخاوت

لیکن فقر و فاقہ پر بھی سخاوت کا یہ حال تھا کہ جو چیز آتی فوراً تقسیم کر دیتے۔ جس روز کوئی چیز نہ ہوتی، خادم کو حکم ہوتا کہ لوگوں کو ٹھنڈا پانی ہی پلاؤ کہ کوئی دن بخشش و عطا سے خالی نہ رہے۔

دُنیا سے بے رغبتی

قبل کے بیانات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ بادشاہ آپ کا معتقد اور آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھا۔ بادشاہ آپ کے اشارہ پر کیا کچھ نہ دے سکتا تھا، لیکن آپ نے کسی چیز کی پرواہ نہ کی۔ چنانچہ ایک دفعہ سلطان التمش کا وزیر چند گاؤں کا فرمان لے کر حاضر ہوا کہ قبول فرمائیں۔ آپ نے سختی سے رد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ہمارے خواجگان چشت نے اس قسم کی جاگیری قبول نہیں کی، میں کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ ایک شاہی مقرب ملاقات کے لئے آیا اور کئی گاؤں بطور نذر پیش کئے۔ حضرت نے ان کو قریب بلایا اور اُسے اپنی جا نماز کا گوشہ الٹ کر دیکھنے کو کہا۔ مقرب شاہی دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ اس نے خزائن الٰہی کا ایک دریا بہتا ہوا دیکھا۔ پھر آپ نے اس سے کہا جس کے یہاں خزائن الٰہی کی یہ کثرت ہو وہ چند گاؤں لے کر کیا کرے گا؟

حُبِّ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے مُرشد کی طرح آپ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و عشق میں ہمیشہ سرشار رہے۔ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ رات میں تین ہزار بار درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اپنی مجلس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث شریفہ بیان فرماتے۔ اور اتباعِ سنت کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے فرمایا کہ مجھے قرآن یاد نہیں ہوتا تھا، اور اس کے حفظ کی دل میں تمنا رکھتا تھا ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ میں نے

آپ سے عرض کی۔ آپ نے سورۃ یوسف پڑھنے کی تاکید فرمائی چنانچہ
سورۃ یوسف پڑھنا شروع کی تو تھوڑے ہی عرصہ میں مجھے پورا قرآن
حفظ ہو گیا۔

حضرت کا وصال

آپ کو سماع کا بہت شوق تھا۔ لیکن سماع کو چند شرائط اور حدود کے ساتھ جائز قرار دیتے
آپ کی وفات بھی محفل سماع میں ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ شیخ علی سنجری کی
خانقاہ میں محفل سماع گرم تھی جس میں حضرت بھی موجود تھے۔ قوالوں نے شیخ
احمد جام کا قصیدہ پڑھنا شروع کیا جب یہ شعر پڑھا ؎

کشتگانِ خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

پر اس بیت کا اتنا اثر ہوا کہ آپ مدہوش و متحیر ہو گئے۔ اس حال میں گھر تشریف
لے گئے۔ چار دن رات برابر یہی کیفیت رہی۔ جب آپ کو کچھ ہوش آتا تو اس بیت
کو دہرانے کا حکم دیتے۔ حاضرین بار بار پڑھتے اور اس وقت تحیر میں محو ہو جاتے
جب نماز کا وقت آتا تو آپ نماز ادا کر کے پھر اسی بیت کو پڑھواتے۔
بار بار پڑھتے اور آپ تحیر میں مستغرق ہو جاتے۔ چار شبانہ روز یہی
حالت رہی اور انجام کار پانچویں رات اس عالم فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت
فرما گئے۔ نماز جنازہ سلطان شمس الدین التمش نے پڑھائی۔ حضرت شیخ نے وصیت
کی تھی کہ میری نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جس نے کبھی حرام کاری نہ کی ہو۔ عصر کی سنتیں
ترک نہ کی ہوں۔ ہمیشہ با جماعت نماز میں پہلی تکبیر سے شریک رہا ہو۔ یہ شرطیں سلطان
میں پوری ہوتی تھیں۔ اس لئے اس نے نماز جنازہ پڑھائی۔

صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ عید کا دن تھا۔ شیخ عید گاہ سے لوٹ
رہے تھے کہ یکایک اس مقام پر تشریف لے گئے۔ جہاں آپ کا روضہ

مبارک ہے۔ تو کھڑے ہو کر متفکر ہوئے، پھر فرمایا مجھے اس سرزمین سے اہل کمال کے دلوں کی بو آتی ہے۔ آپ نے اسی وقت اس زمین کو صاحب زمین سے خرید لیا۔ اور خالص اپنے مال سے قیمت دی۔ پھر فرمایا، میری یہی زمین ہے آج آپ کا روضہ اسی سرزمین پر واقع ہے۔ شیخ بدرالدین غزنوی کہتے ہیں جس رات شیخ کا انتقال ہوا میں وہاں موجود تھا جب شیخ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو مجھے یونہی غنودگی آگئی۔ اسی غنودگی میں دیکھتا ہوں کہ شیخ اپنے مقام سے نکل کر آسمان کی طرف جا رہے ہیں۔ اور مجھ سے فرماتے ہیں "خدا کے دوستوں کو موت نہیں آتی۔ جب میں بیدار ہوا تو شیخ اس دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغ چشتیاں را روشنائی

ملفوظات

حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

۱ مرشد کے اوصاف قاضی حمیدالدین ناگوری، مولانا شمس الدین ترک، خواجہ محمود، مولانا علاؤالدین کرمانی، سید نورالدین غزنوی، شیخ نظام الدین ابوالموید اور کئی اور بزرگ حاضر تھے۔ اولیاء کے کشف اور کرامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ خواجہ قطب الاسلام رحمہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ میں اس قدر دل کی قوت اور ضمیر کی صحت ہونی چاہیئے کہ جب کوئی شخص بیعت کے لیے آئے تو اس پر واجب ہے کہ اپنی قوت باطنی سے اس شخص کے سینے کے زنگار جو دنیاوی آلائشوں سے آلودہ ہو صاف کر دے تاکہ کھوٹ، دغا، فریب، حسد برائی اور دنیاوی آلائشوں میں سے کوئی کدورت وغیرہ اس کے دل میں باقی نہ رہے۔ اس کے بعد اس کا ہاتھ پکڑ کر معرفت کے بھیدوں سے واقف کر دے اگر پیر کو اس قدر قوت حاصل نہ ہو تو جان لو کہ پیر اور مرید دونوں گمراہی کے جنگل میں سرگرداں ہوں گے

۲ درویش کی خصوصیات آپ نے فرمایا کہ اگر درویش عمدہ لباس پہنے (یعنی خلقت کے دکھلاوے کے لیے) تو جان لو کہ وہ درویش نہیں ہے بلکہ راہ سلوک کا رہزن ہے اور جو درویش نفس کی خواہش کے مطابق عمدہ کھانا پیٹ بھر کر کھائے تو یقین جانو کہ وہ بھی راہ سلوک میں دروغ گو

جھوٹا مدعی اور خود پرست ہے اور جو درویش دولت مندوں کی ہمنشینی اختیار
کرتا ہے اسے درویش خیال نہ کرو، بلکہ وہ طریقت کا مرتد ہے اور جو درویش
نفسانی خواہش کے مطابق خوب دل کھول کر سوتا ہے یقین جانو کہ اس میں کوئی
نعمت نہیں ہے۔

کم کھانا، کم سونا، کم بولنا اور لوگوں سے کم بولنا بزرگی کی علامات ہیں

فرمایا کہ ایک دفعہ میں دریا کی سیر کو جا رہا تھا کہ ایک بزرگ اور درویش کو دیکھا، لیکن ساتھ اتنے
مجاہدہ میں یہاں تک پایا کہ اس کے وجود مبارک پر ہڈیاں اور چمڑہ بھی نہیں
تھا۔ الغرض اس درویش کی یہ حالت تھی کہ جب نماز چاشت ادا کر لیتا تو اس
کے دستر خوان پر تقریباً اڑھائی من طعام ہوتا۔ چاشت سے ظہر کی نماز تک جو
شخص آتا، کھانا اور کھا کر چلا جاتا۔ اگر کوئی ننگا آتا تو اسے حجرے میں لے جا کر
کپڑے پہناتا اور جب طعام ختم ہو جاتا اور مسکین اور عاجز آ جاتا تو مصلے کے
نیچے ہاتھ ڈال کر جو کچھ اس کا نصیب ہوتا اسے دے دیتا۔

الغرض دعاگو چند روز اس بزرگ کی خدمت میں رہا۔ جونہی افطار
کا وقت ہوتا، چار کھجوریں عالم غیب سے پہنچ جاتیں۔ ان میں سے وہ مجھے بھی
دے دیتا اور خود بھی کھا لیتا۔ اس کے بعد وہ کہتا کہ جب تک درویش کم نہ
کھائے، کم نہ سوئے، کم نہ بولے اور لوگوں سے میل جول کو ترک نہ کرے۔ کسی
کو نہیں پہنچ سکتا۔

عارف پر جو اسرار الٰہی نازل ہوں ان کا چرچا نہ کرنا چاہیے

آپ نے فرمایا کہ جب خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ العزیز عالم سُکر میں ہوتے تو سوائے ایک بات کے اور کچھ نہ فرماتے وہ یہ

کہ اس عاشق پر ہزار افسوس ہے جو اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دم مارے اور جو اسرار الٰہی اس پر نازل ہوں فوراً دوسروں کے سامنے ظاہر کر دے۔

۵ اسرار الٰہی کو افشا کرنے پر تہدید

اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ میں نے شیخ حسن سنجری قدس سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ ایک بزرگ نے سو سال سے کچھ اوپر تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور جو کچھ مجاہدے کا حق تھا، ادا کیا۔ اس کے بعد اسرار الٰہی سے ایک بھید اس پر ظاہر کیا گیا۔ چونکہ وہ بزرگ تنگ حوصلہ تھا۔ اس لیے اس کی تاب نہ لا کر اس کو ظاہر کر دیا۔ دوسرے روز جو نعمت اُسے دی گئی تھی۔ وہ سب چھین لی گئی اور وہ دیوانہ ہو گیا کہ یہ کیا ہوا؟ غیب سے آواز آئی کہ اے خواجہ اگر تو اس بھید کو ظاہر نہ کرتا تو دوسرے بھیدوں کے لائق بنتا۔ لیکن جب ہم نے دیکھا کہ تو ابھی ساتویں پردہ میں ہے۔ اس لیے ہم نے اپنی نعمت تم سے چھین کر دوسرے کو دے دی۔

۶ ۔ خزانۂ غیب سے عطائے الٰہی

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری جو اس دعا گو کے یارِ غار ہیں۔ دریا کی طرف سیر کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ کر رہے تھے۔ جن کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ دریا کے قریب ایک مقام تھا۔ جہاں پر ہم دونوں بیٹھ گئے اور بھوک نے ہم کو لاچار کر دیا۔ وہاں بیاباں میں طعام کہاں سے مل سکتا تھا۔ الغرض کچھ وقت کے بعد ایک بکری منہ میں دو روٹیاں لیئے ہوئے آئی اور روٹیاں ہمارے سامنے رکھ کر واپس چلی گئی۔ اس کے بعد ہم نے آپس میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں روٹیاں اپنے خزانۂ غیب سے عطا کی ہیں، وہ بکری نہیں تھی، بلکہ وہ مردانِ

غیب سے کوئی ہوگا۔

۷۔ غیبی بچھو

ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ بڑے اونٹ کے قد کا ایک بچھو ظاہر ہوا۔ اس طرح جیسے تیر کمان سے تیر نکلتا ہے، دوڑتا ہوا آیا اور دریا میں چھلانگ لگا دی۔ میں نے قاضی کی طرف دیکھا۔ ہم دونوں نے کہ اس میں کوئی بھید ہے۔ جو بچھو جلدی جلدی جا رہا تھا۔ مناسب ہے کہ ہم بھی اس کے پیچھے چل کر دیکھیں۔ لیکن دریا کے اس کنارے کوئی کشتی نہ تھی۔ جب عاجز ہو گئے تو دعا کی اے پروردگار اگر ہم درویشی میں مکمل ہو چکے ہیں تو ہمیں دریا رستہ دے دے تاکہ چل کر اس بچھو کا تماشا دیکھیں کہ کہاں جاتا ہے۔ جونہی یہ مناجات ہم نے کی، دریا پھٹ گیا اور خشک زمین نکل آئی۔ ہم دونوں دریا پار کر گئے۔ بچھو ہمارے آگے آگے تھا اور ہم اس کے پیچھے پیچھے چلتے گئے۔ ہم ایک درخت کے پاس پہنچے۔ جہاں ایک آدمی سویا پڑا تھا اور درخت سے ایک بڑا سانپ اتر رہا تھا۔ تاکہ اس آدمی کو ہلاک کرے۔ اس بچھو نے سانپ کو ڈسا اور ہلاک کر دیا۔ ہمارے سامنے سے وہ بچھو غائب ہو گیا اور سانپ اس آدمی کے پاس ہی مردہ ہو کر گر پڑا۔ ہم نے نزدیک جا کر سانپ کو دیکھا۔ جو تقریباً اڑھائی من وزن کا ہوگا۔ ہم نے آپس میں کہا کہ جب وہ آدمی اٹھے گا تو دریافت کریں گے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اسے بچایا ہے تو یہ ضرور کوئی بزرگ ہوگا۔

جب ہم اس کے پاس گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ شراب پی کر مست پڑا ہے اور قے کی ہوئی ہے۔ ہم خدا سے شرمندہ ہوئے کہ کاش ہم نہ ہی آتے تاکہ اس طرح کی حالت نہ دیکھتے۔ اس کے بعد ہم دونوں کو تعجب ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ایسے شراب خور اور نافرمان کو بچایا ہے۔ ابھی یہ خیال پورے طور پر دل پر نہ گذر چکا تھا کہ غیب سے آواز آئی "اے عزیزو! اگر ہم صرف پرہیزگاروں

ور صالح آدمیوں کو ہی بچائیں تو گنہگاروں اور سیہ کاروں کو کون بچائے گا ؟ ہم
اسی کشمکش و پنج میں تھے کہ مرد جاگ اٹھا۔ اس نے سانپ کو اپنے پاس مرا ہوا دیکھا!
تو بہت ہی پریشان ہوا اور شراب خوری سے توبہ کی۔ کہتے ہیں کہ وہ جوان خدا رسیدہ
بن گیا اور اس نے ستر حج ننگے پاؤں کیے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب لطفِ الٰہی کی نسیم چلتی ہے، تو لاکھوں
شرابیوں کو صاحب السجادہ بنا دیتی ہے اور بخش دیتی ہے اور خدا نہ کرے اگر قہر
کی ہوا چلے تو لاکھوں سجادہ نشینوں کو راندۂ درگاہ بنا دیتی ہے اور سب کو ...
خرابات خانوں میں دھکیل دیتی ہے۔ پس اے بھائی اس راہ میں بے غم نہیں ہونا
چاہیئے، اس لیے کہ اس راہ میں کامل سلوک والے دن رات ہر وقت فراق کے
ڈر اور خوف سے حیران و غمگین رہتے ہیں۔ کیونکہ انجام کسی کو معلوم نہیں کہ کیسا ہو گا۔

۸۔ تجلیاتِ الٰہی اس کے بعد اسی موقع پر فرمایا کہ ایک دفعہ سمرقند
میں میں نے ایک درویش کو دیکھا جو عالم تحیر میں تھا۔
میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کب سے یہ بزرگ عالم تحیر میں ہے ؟ انہوں نے
کہا بیس سال سے۔ الغرض میں کچھ مدت اس کی خدمت میں رہا۔ ایک دفعہ
اسے عالم ھُو میں پا کر اس سے پوچھا کہ جس وقت تم عالم ھو میں ہوتے
ہو تو کیا تمھیں کسی کی آمد و رفت کی خبر ہوتی ہے یا نہیں ؟ درویش نے کہا اے دوست
جس وقت درویش دریائے محبت میں غرق ہوتا ہے اور جو کچھ تجلیات کے
اسرار اس پر نازل ہوتے ہیں، اُسے اٹھارہ ہزار عالم کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ پس
یہ عشق بازی کی رہ ہے، جس نے اس میں قدم رکھا۔ وہ جان سلامت نہیں
رکھ سکتا۔

۹۔ میدانِ محبت میں محبوب کی جفاؤں کا گلہ رسمِ عاشقی کے خلاف ہے اسی

موقع پر آپ نے فرمایا کہ جب حضرت یحییٰ کے گلے پر چھری پھیری گئی تو اس نے چاہا کہ فریاد کرے حکم ہوا کہ "اے یحییٰ! اگر تو نے دم مارا تو یاد رکھ تیرا نام اپنے محبوں کی فہرست سے کاٹ ڈالوں گا۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام کے سر پر آرہ چلنے لگا تو انہوں نے چاہا کہ فریاد کریں، لیکن جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا جناب باری سے یہ حکم ہوتا ہے کہ اگر تو نے دم مارا، تو تیرا نام پیغمبروں کی فہرست سے مٹا دیا جائے گا۔

اس وقت خواجہ قطب الاسلام آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص محبت کا دعوےٰ کرے اور مصیبت کے وقت فریاد کرے۔ وہ درحقیقت سچا دوست نہیں ہوتا۔ بلکہ جھوٹا ہے۔ اس واسطے کہ دوستی اس بات کا نام ہے کہ جو کچھ دوست کی طرف سے آئے اس پر راضی رہے اور شکر بجالائے اور دوسری بات یہ ہے کہ شاید اس بہانہ سے وہ یاد کیا جائے۔

۱۰۔ سماع سے کیفیاتِ غریبہ کا نزول

اس کے بعد فرمایا کہ میں اور قاضی حمیدالدین ناگوری ایک مرتبہ شیخ علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ العزیز کی خانقاہ میں تھے۔ وہاں سماع ہو رہا تھا اور قوال یہ قصیدہ پڑھ رہے تھے۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

ترجمہ: خنجر تسلیم کے مقتولوں کو ہر وقت غیب سے ایک اور ہی جان مل جاتی ہے۔

ہم دونوں کو اس شعر نے کچھ ایسا متاثر کیا کہ ہم تین دن رات اس شعر سے مدہوش رہے۔ پھر جب ہم گھر آئے تو پھر بھی قوالوں سے یہی سنتے رہے چنانچہ مزید تین دن رات ہم اس مدہوشی کی حالت میں رہے۔ اسی طرح سات

دن اور سات راتیں ہم نے اسی حالت میں گذار دیں۔ ہر مرتبہ جب قوال یہ پڑھتے تو ہم پر ایک خاص قسم کی حالت طاری ہوتی۔ جس کو بیان نہیں کر سکتے۔

۱۱- ایک برگزیدہ بزرگ کے پند و نصائح

اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ معین الدین حسن سنجریؒ کے ہمراہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے سفر کر رہا تھا۔ چلتے چلتے ہم ایک شہر میں پہنچے وہاں ایک بزرگ کو دیکھا کہ ایک کٹیا میں معتکف ہے اور غار کے اندر کھڑا ہو کر دونوں آنکھیں آسمان کی طرف لگائے ہوئے ہے، جیسا کہ کوئی سوکھا ڈھانچہ کھڑا کیا ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر شیخ معین الدین حسن سنجریؒ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا اگر تو کہے تو چند روز یہاں ٹھہر جائیں۔ میں نے عرض کی "بسر و چشم" غرضیکہ ہم تقریباً ایک مہینہ اس کے پاس رہے۔ اس عرصہ میں ایک روز وہ بزرگ ہوش میں آیا۔ ہم نے اٹھ کر سلام عرض کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا، اے عزیز و! تم نے تکلیف اٹھائی، خدا تمہیں اس تکلیف کا اجر دے گا۔ اس لیے کہ بزرگوں کا قول ہے کہ جو شخص بزرگوں کی خدمت کرتا ہے' وہ کسی مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ ہم بیٹھ گئے تو حکایت یوں بیان کرنا شروع کی کہ " میں شیخ محمد اسلم طوسی کے فرزندوں میں ہوں اور قریباً تیس ۳۰ سال سے تحیر میں مستغرق ہوں مجھے رات دن کی تمیز نہیں ہوتی۔ آج اللہ تعالیٰ، تمھاری وجہ سے مجھے ہوش میں لایا ہے اے عزیزو! اب تم واپس چلے جاؤ۔ خدا تمھیں اس تکلیف کا اجر دے گا۔ لیکن فقیر کی بات یاد رکھنا کہ جب تم نے راہ طریقت میں قدم رکھا ہے تو دنیا اور نفسانی خواہشوں کی طرف مائل نہ ہونا اور خلقت سے کنارہ کشی کرنا اور جو تمھیں نازو نیاز ملے اسے اپنے پاس جمع نہ کرنا۔ اگر ایسا کرو گے تو خطا کھاؤ گے۔ جب اس بزرگ نے یہ نصیحت ختم کی تو پھر عالم تحیر میں محو ہو گیا اور ہم وہاں سے چلے آئے۔ جب

خواجہ قطب الاسلام نے ان فوائد کو ختم کیا تو عالم سکر میں ہوئے اور دعاگو واپس چلا گیا۔ ایک ویرانے میں گھر بنایا ہوا تھا۔ وہاں آکر یاد الہٰی میں مشغول ہو گیا۔

۱۲۔ مرشد کے حکم کی تعمیل نفل نماز سے افضل ہے

اس کے بعد اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ اگر مرید نفل نماز میں مشغول ہو اور اس کا پیر اس کو آواز دے۔ اگر وہ پیر کی بات کا جواب دینے کے لیے نفل نماز ترک کر دے تو اس کی بابت آپ کی کیا رائے ہے

خواجہ قطب الاسلام نے فرمایا کہ یہ بہتر ہے کہ وہ نماز ترک کر کے اپنے پیر کا جواب دے۔ کیونکہ یہ نفلوں کی نماز سے افضل ہے اور اس میں بہت بڑا ثواب ہے

اسی موقع کے مناسب آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نفل نماز میں مشغول تھا کہ شیخ معین الدین ادام اللہ برکاتہٗ نے مجھے آواز دی۔ میں نے نماز ترک کی اور لبیک کہا۔ آپ نے فرمایا ادھر آ۔ جب میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تو کیا کر رہا تھا! میں نے عرض کیا کہ میں نفل ادا کر رہا تھا۔ آپ کی آواز سن کر نماز ترک کر دی۔ اور آپ کو جواب دیا۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا کام کیا۔ کیونکہ یہ نفلوں سے افضل ہے۔

۱۳۔ خانہ کعبہ چشت میں

پھر آپ نے اسی موقع کی مناسبت سے فرمایا کہ میں نے شیخ معین الدین حسنؒ سے سنا ہے کہ انہوں نے یہی حکایت شیخ ہارونیؒ سے سنی تھی کہ آپ ایک روز سمرقند میں تھے کہ خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ جب کبھی آپ کو کعبہ کے دیدار کا اشتیاق ہوتا تو فرشتوں کو حکم ہوتا کہ خانہ کعبہ چشت میں لا رکھو اور خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو دکھاؤ۔ جب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ طواف وغیرہ ساری رسومات ادا کر لیتے تو پھر فرشتے خانہ کعبہ کو اس کے اصلی مقام پر پہنچا دیتے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت خواجہ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

خاندان اور نام و نسب خواجگان چشت کے یہ نامور بزرگ ۵۶۹ھ میں ملتان کے قریب کھوت وال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی مولانا کمال الدین تھا۔ جن کا تعلق کابل کے شاہی خاندان سے تھا۔ آپ کے خاندان میں فرخ شاہ عادل مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ جس نے ایک عرصہ تک دنیا کے اکثر حصہ پر نہایت شان اور دبدبہ سے حکومت کی تھی۔ فرخ شاہ عادل کے بعد اس کی اولاد بھی کابل میں امن و امان و اطمینان سے زندگی بسر کرتی رہی یہاں تک کہ چنگیز خاں نے خروج کیا اور اپنی سفاک و خونخوار تلوار سے ایران کو زیر و زبر کرتا ہوا سلطنت غزنی کی طرف بڑھا اور ایک عظیم خونریز لشکر کے ساتھ غزنی پر حملہ آور ہوا اور جب کابل پہنچا تو ان شہروں کو بھی خراب و تباہ کر دیا۔ حضرت بابا فرید کے جد امجد نے اسی جنگ میں جام شہادت نوش کیا۔ بابا صاحب کے دادا قاضی شعیب اپنے تین فرزندوں اور تمام اعزا و اقارب کو ہمراہ لے کر لاہور تشریف لائے اور قصور میں فروکش ہوئے۔ وہاں کا قاضی آپ کے خاندان کے احوال سن چکا تھا۔ اس لیے نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور حکومت وقت کے پاس سفارش بھیجی۔ حکومت وقت نے آپ کے جد بزرگوار کو نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور کھوت وال کی قضاۃ کا منصب جلیلہ سپرد کیا۔

دکھوت وال اس زمانہ میں ایک مشہور ضلع تھا لیکن آج کل ایک چھوٹا سا گاؤں ہے چنانچہ بابا صاحب اسی زمانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان فاروقی ہے آپ کی والدہ قاسمہ خاتون ایک مشہور عالم کی صاحبزادی تھیں۔

تعلیم و تربیت

بابا فرید تعلیم کی غرض سے کھوت وال سے ملتان تشریف لے گئے۔ آپ نہایت ذہین تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن مجید حفظ کیا اور عربی کی کتابیں پڑھیں۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ ملتان علمار وفضلار کا مرکز تھا اور قبۂ اسلام کہلاتا تھا۔ چنانچہ ملتان کے علمار وفضلار سے تکمیل علم وفنون میں مشغول ہو گئے۔ ایک روز ایک مسجد میں کتاب نافع (فقہ کی ایک کتاب ہے) کا مطالعہ کر رہے تھے۔ اتفاق سے انہی ایام میں حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکیؒ اوش سے ملتان تشریف لائے ہوئے تھے اور اسی مسجد میں جہاں بابا فرید فروکش تھے، نماز کے واسطے تشریف لائے۔ بابا صاحب کی نظر جونہی حضرت کاکیؒ کی تاباں و درخشاں پیشانی پر پڑی۔ فوراً تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے حضرت کاکیؒ نے پوچھا۔ مسعود کیا پڑھتے ہو؟ عرض کی، کتاب نافع" فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ کتاب نافع سے تم کو کیا نفع ہوگا؟" عرض کی" نہیں میں تو آپ کی نظر کیمیا اثر کا محتاج ہوں" یہ کہہ کر اٹھے اور اپنا سر شیخ کے قدموں میں ڈال دیا۔ شیخ نے قدموں سے سر اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور بیعت کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ بعض تذکرہ نویسوں نے تحریر کیا ہے کہ اس مجلس بیعت میں شیخ حضرت ذکریا ملتانی قدس سرہ العزیز بھی موجود تھے۔ بیعت کے بعد جب پیر و مرشد دہلی جانے لگے تو مرید نے بھی دہلی جانے کی تمنا ظاہر کی۔ لیکن مرشد نے ابھی تکمیل علوم وفنون کی تلقین کی اور فرمایا کہ بے علم درویش نہایت خطرناک اور نقصان دہ ہوتا ہے۔ خواجہ قطب الدینؒ تو دہلی تشریف لے گئے اور آپ ملتان ہی میں تکمیل علوم وفنون میں معروف ہو گئے

یہاں تک کہ آپ بہت بڑے عالم دین ہو گئے۔

تکمیل علوم کے بعد آپ ہندوستان سے نکل کر غزنی، بغداد

ہندوستان سے سفر بدخشاں وغیرہ کی سیاحت کرتے رہے اور ہر شہر میں

وہاں کے اولیاء اللہ اور علماء و فضلاء سے ملاقاتیں کرتے اور علوم ظاہری و

باطنی کا استفادہ کرتے رہے۔

اس زمانے میں آپ نے جن اکابر اولیاء سے ملاقاتیں کیں ان میں سے چند

حضرات کے اسمائے مبارکہ حسب ذیل ہیں۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، خواجہ اجل سنجریؒ، شیخ فرید الدین عطار

نیشاپوری، شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اس سفر بابرکت سے مستفید ہو کر وطن تشریف لائے اور وہاں سیدھے دہلی اپنے

پیرومرشد کے پاس چلے گئے۔ آپ کے آنے سے خواجہ صاحب کو انتہائی مسرت

ہوئی۔ آپ نے اپنا حجرہ بابا فرید کو دے دیا اور ان کی تربیت باطنی اور اصلاح میں مصروف

ہو گئے اور تھوڑی دیر میں مرید کے دل میں معرفت الٰہی کا انتہائی چراغ روشن کر کے

درجہ کمال کو پہنچا دیا۔

آپ کی عبادت و ریاضت کی تفصیل کے لیے ایک دفتر چاہیئے۔ لیکن ایک مختصر

سا واقعہ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ جب حضرت معین الدین چشتیؒ حضرت

بختیار کاکیؒ سے ملنے دہلی تشریف لائے تو بابا فرید کی ملاقات کے لیے ان کے حجرے

میں تشریف لے گئے۔ مگر بابا فرید عبادت کی وجہ سے اتنے کمزور و ناتواں ہو چکے تھے

کہ تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہو سکے۔ حضرت خواجہ معین الدین ان کی یہ کیفیت دیکھ کر بہت

متاثر ہوئے اور ان کے لیے دعا کی۔ غیب سے یہ خوشخبری ملی کہ "ہم نے فرید" کو اپنے

کام کے لیے منتخب کر لیا اور اس کو برگزیدہ کیا۔ چنانچہ خواجہ اجمیری نے رحمنے فوراً ان کو

خلعت درویشی عطا کیا اور خواجہ بختیار کاکی نے بھی اپنی خلافت کی دستار اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر باندھی۔ خواجہ معین الدینؒ نے اپنے مرید خواجہ بختیار کاکیؒ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "بابا قطب الدین! ایک عظیم شہباز تم نے پکڑا ہے! اس کا آشیانہ بجز سدرۃ المنتہیٰ کے اور کہیں نہیں بن سکتا۔"

دہلی میں آپ کی شہرت اس قدر بڑھی کہ آپ کے حجرہ مبارک کے باہر اچھا خاصا ہجوم رہنے لگا۔ عوام کی اس قدر عقیدت سے آپ بہت گھبرائے اور دہلی سے ہانسی آئے۔ رخصت کرتے وقت مرشد نے آپ سے کہا کہ "تم میری موت کے وقت تو میرے پاس نہ ہو گے۔ لیکن میری موت سے دو تین روز بعد فاتحہ کے لیے آؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت خواجہ کا انتقال ہوا تو آپ ہانسی ہی میں تھے۔ پیر و مرشد کے وصال کی خبر سن کر دہلی دوڑے ہوئے آئے مزار مبارک کی زیارت فرما چکے تو قاضی حمید الدین ناگوری نے حضرت خواجہ کاکیؒ کی امانتیں (جن میں خرقہ خلافت، عصا، نعلین اور مصلے وغیرہ شامل تھے) بابا فریدؒ کو دیں جن کو مرشد نے اپنے محبوب برگزیدہ خلیفہ کے حوالے کرنے کو کہا تھا۔

آپ کا ارادہ تھا کہ پیر و مرشد کے جانشین کی حیثیت سے روحانی خدمات انجام دیں اور اشاعت اسلام کا کام جاری رکھیں۔ لیکن جب مخلوقِ خدا کا ہجوم پھر زیادہ ہونا شروع ہوا اور عوام کا اجتماع ریاضت و مجاہدہ میں دخل انداز ہونے لگا تو آپ پھر ہانسی تشریف لے گئے۔ لیکن یہاں بھی لوگوں کا ہجوم بڑھا تو اجودھن کی طرف چلے گئے۔

اجودھن میں قیام اور اس کا اثر

اجودھن یعنی پاک پٹن (پنجاب) ایک ایسی جگہ تھی۔ جہاں کے لوگ فقراء اور مشائخ کے سخت مخالف تھے۔ جب آپ پاکپٹن تشریف لائے تو کسی نے بھی توجہ نہ کی۔

پ آبادی کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب آپ نے نکاح کر لیا تو جامع مسجد کے قریب مکان بنا لیا اور وہیں رہنے لگے اور آپ کی قیام گاہ پر ہر وقت میلہ سا لگا رہتا ہے۔ لیکن مگر مخالفتیں بھی ابھریں۔ سب سے زیادہ پیش پیش شہر کا قاضی تھا جس نے آپ کی طرف غلط باتیں منسوب کر کے ملتان کے علماء کا فتوےٰ حاصل کیا۔ علماء کو جب حقیقت کا علم ہوا تو الٹا قاضی ہی کو ذلیل کیا اور بابا فریدؒ کو تمام الزامات سے بری قرار دیا۔

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے انہی مخالفتوں سے اکتا کر آپ نے اجودھن چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ لیکن پیر و مرشد نے خواب میں کہا کہ لوگوں کی جفا کاری برداشت کرا اور اجودھن ہی میں قیام کی تلقین کی۔ اس بشارت کے بعد آپ نے پاک پٹن میں ہی مقیم رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی لوگوں کے ہجوم کے باعث آپ کے دل میں جو گھبراہٹ پیدا ہوئی تھی۔ وہ یکسر ختم ہو گئی۔

اجودھن میں آپ کا قیام پنجاب اور سندھ کے لیے بہت مفید ثابت ہوا۔ ان صوبوں میں اسلام کی تبلیغ میں آپ کا نمایاں حصّہ ہے۔ کفر کی ظلمت اور تاریکی کو مٹانے میں آپ کی کوششوں کو بہت دخل حاصل ہے۔ آپ کی تعلیمات سے تو مسلمان حقیقی معنوں میں مسلمان بنے۔ دوسری طرف غیر مسلموں کی ایک بڑی جماعت حلقہ بگوش اسلام ہو گئی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ پاک پٹن کے اطراف میں جو نو مسلم قومیں ہیں، وہ حضرت بابا فریدؒ کی برکت سے مسلمان ہوئی تھیں۔ غرضیکہ آپ کے وجود گرامی سے پنجاب اور سندھ میں اسلام چمک گیا اور تبلیغ کی ضیاء پاشیاں اب بھی لوگوں کے دلوں میں موجزن ہیں۔

حضرت بابا فریدؒ کے فیوض سے نہ صرف عوام متاثر ہوئے بلکہ اس عہد کا

سلطان غیاث الدین بلبن بھی متاثر ہوا۔ بلبن کا عہدِ حکومت نہ صرف سیاسی اعتبار سے ممتاز و منفرد تھا۔ بلکہ اللہ کے ان نیک اور برگزیدہ بندوں کے وجود کی برکت سے دینی اور اخلاق اعتبار سے بھی عہد خیر اعصار بہترین زمانہ سمجھا جاتا ہے۔

وصال ۵ محرم ۶۶۴ھ کو آپ پر مرض کا غلبہ ہوا۔ طبیعت نہایت بے چین تھی۔ مگر پھر بھی نماز جماعت سے پڑھی۔ پھر بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو فرمایا "کیا میں عشاء کی نماز پڑھ چکا ہوں"؟ لوگوں نے کہا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ فرمایا "ایک دفعہ اور پڑھ لوں۔ نہ معلوم پھر کیا ہو" نہایت اطمینان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر بے ہوش ہو گئے۔ دوبارہ ہوش میں آئے اور لوگوں سے پھر وہی سوال کیا تو لوگوں نے کہا آپ دو مرتبہ نماز پڑھ چکے۔ آپ نے فرمایا ایک دفعہ اور پڑھ لوں، نہ معلوم پھر کیا ہوگا۔ چنانچہ تیسری مرتبہ نماز پڑھی اور یا حیّ یا قیوم کہہ کر جان اپنے خالق کے حوالے کی۔ انتقال سے چند روز پیشتر ہی عبادت و تلاوت کلام اللہ میں مصروف ہو گئے تھے۔ اس عرصہ میں کسی سے بھی گفتگو نہیں فرمائی۔

(مزار مبارک اجودھن (پاک پٹن) میں ہے اور مرجع خاص و عام ہے)

حضرت بابا فریدؒ کی زندگی

عبادت بابا فریدؒ نے راہِ معرفت کے طے کرنے میں بڑی محنت شاقہ کی۔ کئی کئی سال تک عالم تفکر میں کھڑے رہے، نہ بیٹھے نہ سوئے، پاؤں سوج جاتے تھے اور ان سے خون فوارے کی طرح نکلتا تھا مرشد کے پاس جب دہلی گئے تھے تو اس وقت ریاضت و مجاہدے نے شدت اختیار کر لی تھی۔ ایک بار فوری طور پر اُٹھ کر تھوڑی دور تک چلنا چاہتے تھے۔

چند قدم چلے ہوں گے کہ رک گئے۔ چہرہ مبارک زرد ہو گیا اور عصا مبارک چھوڑ دیا۔
کسی ساتھی نے پریشانی کا سبب پوچھا۔ فرمایا عصا پہ سہارا لیا تھا۔ اس لیے عذاب
نازل ہوا کہ غیر کا سہارا لیتے ہو لہٰذا شرمندہ ہوں۔

ہمیشہ روزے سے رہا کرتے تھے۔ اگر کوئی تکلیف بھی ہوتی۔ روزہ نہ چھوڑتے
رمضان المبارک میں تراویح میں دس دس پارہ پڑھتے۔ خشیتِ الٰہی کا بے حد غلبہ
تھا۔ بات بات پہ گریہ طاری ہو جاتا۔ بعض اوقات دھاڑیں مار مار کر روتے۔ یہ شعر
جب آپ کے سامنے پڑھا جاتا تو گریہ طاری ہو جاتا اور بے ہوش ہو جاتے۔ ؎

در کوئے یار عاشقاں چناں جاں   کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

ایک بار آپ نے مجاہدہ اختیار کرنا چاہا۔ اپنے پیر و مرشد سے درخواست
کی۔ انہوں نے فرمایا کہ طے کا طریقہ اختیار کرو (صوفیائے کرام کے نزدیک پے در پے
روزے رکھنے اور غیب سے جو ملے اس سے افطاری کرنے کو "طے" کہتے ہیں۔)
چنانچہ آپ نے تین روز تک کچھ نہ کھایا۔ تیسرے روز افطار کے وقت کوئی شخص
چند ایک روٹیاں لایا۔ آپ نے یہ سمجھ کر کہ غیب سے افطار کا انتظام ہوا ہے۔
روٹیوں سے روزہ افطار کر لیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد آپ کا جی متلایا اور قے ہوئی۔
حضرت خواجہ قطب الدینؒ سے کیفیت عرض کی تو انہوں نے فرمایا "مسعود! تم نے
ایک شرابی کی روٹیوں سے روزہ افطار کیا۔ لیکن عنایت الٰہی تمہارے حال پہ متوجہ
تھی۔ اس لیے اس کھانے نے تمہارے معدے میں جگہ نہ پائی۔

دوسری مرتبہ پھر اسی قسم کا روزہ رکھا۔ بغیر کھائے چھ روز گذر گئے اور کھانے
کی بو تک دماغ میں نہیں پہنچی۔ ضعف اس قدر غالب ہوا کہ آپ بالکل نڈھال
ہو گئے۔ ساتویں رات کا ایک پہر گذر گیا، بھوک کی گرمی سے دل جلنے لگا۔ جب
آپ بھوک کی وجہ سے بے تاب ہو گئے تو دست مبارک زمین کی طرف بڑھایا

اور چند کنکریاں اٹھا کر منہ میں ڈال لیں۔ خدا کی شان کہ کنکریاں شکر کی ڈلیاں بن گئیں حکیم سنائی نے غالباً اسی موقع کے لیے کہا تھا۔

سنگ در دست تو گہر گردد زہر در کام تو شکر گردد

(تیرے ہاتھ میں پتھر موتی بن جاتے ہیں اور زہر تیرے منہ میں پہنچکر شکر بن جاتی ہے)

دل میں خیال کیا کہ یہ شیطان کا مکر و فریب ہے۔ متعدد بار ایسا ہی کیا۔ جب بھی کنکریاں منہ میں ڈالتے، شکر کی ڈلیاں بن جاتیں۔ شیخ سے کیفیت عرض کی تو خواجہ قطب الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا "مسعود! تم نے خوب کیا کہ شکر سے روزہ افطار کیا، جو کچھ غیب سے ملے بہتر ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو "شکر بار" یا "گنج شکر" کہتے ہیں۔

دنیا سے بے رغبتی ایک بار سلطان ناصر الدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی صحبت سے اس قدر متاثر ہوا کہ چند گاؤں کا فرمان اور کثیر رقم دے کر ایک وزیر کو بھیجا۔ آپ نے فرمایا۔ ضرورت مندوں کو دو۔ ہمارے خواجگان چشت نے ان چیزوں سے ہمیشہ پرہیز کیا ہے۔

روحانی و جسمانی اولاد حضرت بابا فرید کے نکاح میں غیاث الدین بلبن کی ایک لڑکی بی بی ہزیرہ بھی تھی۔ جن کے بطن سے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکوں کی اولاد خوب پھیلی، چنانچہ درگاہ نظام الدین اولیاء دہلی کے جتنے پیرزادے تھے وہ سب آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی روحانی اولاد بھی خوب پھیلی۔ آپ کی روحانی اقتداء کا دائرہ، ہندوستان، پاکستان اور بغداد میں اب پھیلا ہوا ہے۔ تذکرہ نویسوں کا خیال ہے آپ کے عقیدت مندوں کی تعداد تمام دوسرے اولیائے کرام کے عقیدت مندوں سے زیادہ تھی۔ آپ کے متعدد خلفاء ہوئے ہیں۔ جن میں حضرت قطب جمال الدین ہانسوی، خواجہ نظام الدین اولیاء اللہ حضرت مخدوم علاؤ الدین صابر کلیری ممتاز ہیں۔

ملفوظات

حضرت خواجہ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

درویش کون ہے

درویش کے متعلق گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ درویش پردہ پوش ہے اور خرقہ پہننا اس کا کام ہے جو مسلمان کے عیب کو چھپائے اور کسی کے آگے ظاہر نہ کرے اور جو دنیاوی مال اس کے پاس ہو، اسے راہِ خدا میں صرف کرے اور ذخیرہ نہ کرے۔

طریقت کی زکوٰۃ

پھر فرمایا کہ اصحاب طریقت اور مشائخ کبار اپنے فوائد میں لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ تین قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) زکوٰۃ شریعت، (۲) زکوٰۃ طریقت (۳) زکوٰۃ حقیقت، شریعت کی زکوٰۃ تو یہ ہے کہ اگر چالیس درم ہوں تو ان میں سے پانچ درم راہِ خدا میں صرف کرے۔ طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ چالیس میں سے پانچ درم اپنے پاس رکھے۔ باقی راہِ خدا میں صرف کرے اور حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ چالیس میں سے کچھ بھی نہ بچائے بلکہ تمام راہِ خدا میں تقسیم کر دے۔ اس واسطے کہ درویشی خود فروشی ہے۔

خرقہ

بعد ازاں خرقے کے متعلق گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات خرقہ عطا ہوا۔ جب معراج سے واپس تشریف لائے تو صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا کہ مجھے پروردگار کی طرف سے خرقہ ملا ہے اور حکم ہوا ہے کہ تم میں سے کسی ایک کو دوں۔ اب میں ایک بات پوچھوں گا، جو اس کا صحیح جواب دے گا، اسی کو خرقہ دوں گا۔ پہلے حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکر! اگر یہ خرقہ تجھے دوں تو کیا کرو گے؟ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ خرقہ مجھے عنایت ہو تو میں صدق اختیار کروں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں اور جو دنیاوی مال میرے پاس ہے۔ سب راہِ خُدا میں صرف کروں۔

بعد ازاں امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے عمر! اگر یہ خرقہ تجھے عنایت ہو تو کیا کرو گے؟ عرض کی کہ عدل کروں گا۔ بندگان سے انصاف سے پیش آؤں گا اور مظلوموں کی دادرسی کروں گا۔ پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے عثمان! اگرچہ خرقہ تجھے عنایت ہو تم کیا کرو گے؟ عرض کی اتفاق سے مل جل کر کام کروں؟ جو حق ہو اسے بجا لاؤں، حیا اختیار کروں اور سخاوت کروں۔ پھر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ اے علی! اگر یہ خرقہ تجھے دوں تو کیا کرو گے؟ عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں پردہ پوشی کروں اور بندگانِ خدا کے عیب پوشیدہ رکھوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے علی! یہ خرقہ میں تجھے دیتا ہوں اور مجھے پروردگار کا حکم بھی یہی تھا کہ یاروں میں سے جو یہ جواب دے، خرقہ اسے دینا۔ اس وقت شیخ صاحب زار زار روئے اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو زبان مبارک سے فرمایا کہ معلوم ہوا کہ درویشی پردہ پوشی کا نام ہے۔ اس لیے درویش کو لازم ہے کہ ان چار چیزوں سے دور رہے۔ اوّل یہ آنکھیں اندھی بنا لے تاکہ لوگوں کے عیب نہ دیکھے۔ دوسرے کانوں کو بہرہ بنا لے تاکہ نہ سننے کے لائق باتیں نہ سنے۔ تیسرے یہ کہ زبان گونگی کر لے تاکہ نہ کہنے والی کوئی بات نہ کہے، چوتھے پاؤں کو لنگڑا کرے تاکہ جہاں جانا مناسب نہ ہو وہاں نہ جائے۔ اگر کسی میں یہ خصلتیں پائی جاتی ہوں تو سمجھ لو کہ وہ درویش ہے ورنہ جھوٹا ہے اور اس میں درویشی کی کوئی بات نہیں ہے۔

اسراف

اس اثناء میں مولانا بدرالدین نے پوچھا کہ اسراف کسے کہتے ہیں، اس کی حد کہاں تک ہے؟ فرمایا اسراف اسے کہتے ہیں جس سے رضائے الٰہی مقصود نہ ہو بلکہ دکھلاوا مقصود ہو اور اگر اللہ کی رضا جوئی کے لیے دے تو اسراف نہیں۔ اسی اثناء میں نماز ظہر کی اذان سنی، نماز ادا کی اور مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

عطاؤ بخشش

اس کے بعد فرمایا کہ عمدۃ الابرار تاج الاتقیا رخواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہ العزیز کی یہ عادت تھی کہ اگر خانقاہ میں کوئی چیز موجود نہ ہوئی تو اپنے خادم شیخ بدرالدین غزنوی کو فرماتے کہ پانی تو ہے جو شخص آئے اسے پانی دو تاکہ بخشش وعطا سے خالی نہ جائے۔

ریاضت شاقہ

اس کے بعد اسی موقعہ پر فرمایا کہ جب میں بغداد سے واپس ہوا تو شہر کے باہر ایک درویش دیکھا۔ میں نے اسے سلام کیا۔ درویش نے سلام کا جواب دے کر فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ دیکھا کہ بدن میں ہڈیاں اور چمڑہ ہے۔ گوشت نام تک نہیں۔ میرے خیال میں آیا کہ یہ بزرگ جنگل میں رہتا ہے اس کی کیا حالت ہو گئی ہے۔ اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا "اے فرید! چالیس سال سے اس غار میں رہتا ہوں۔ گھاس تنکوں پر میرا گذارا ہے۔ جب بزرگ نے بھید کھولا تو میں آداب بجا لایا اور کہا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ چند روز وہاں رہ کر وہاں سے رخصت ہوا۔

عطائے گدڑی

پھر آپ نے فرمایا کہ میں بخارا میں شیخ سیف الدین کی خدمت میں حاضر ہوا جو باعظمت اور باہیبت بزرگ تھے۔ جب آپ کے جماعت خانے میں داخل ہوا تو آداب بجا لایا فرمایا بیٹھ جاؤ بیٹھ گیا۔ میری طرف بار بار دیکھ کر فرمانے لگے یہ شخص بھی مشائخ عظام میں سے

ہوگا اور تمام جہاں میں اس کے مرید و پیروکار ہوں گے۔ پھر سیاہ گدڑی جو اس بزرگ کے کندھوں پر تھی۔ میری طرف پھینکی اور فرمایا "پہن لو" میں چند روز حاضر خدمت رہا۔ تقریباً ہزار آدمی دسترخوان پر کھانا کھاتے۔ جب کھانا کھا چکتے تو پھر بھی جو شخص آتا۔ محروم نہ جاتا۔ کچھ نہ کچھ لے ہی جاتا۔

حق سے یگانگت کے لیے سب سے بیگانہ ہونا لازم ہے

پھر میں وہاں سے نکلا اور رات مسجد میں گذاری صبح سُنا کہ یہاں ایک بزرگ رہتا ہے جب کٹیا کے اندر گیا تو ایک باہیبت بزرگ دیکھا کہ اس سے قبل ایسا کبھی نہ دیکھا تھا۔ عالم تفکر میں کھڑا ہوا آنکھیں آسمان کی طرف لگائے ہوئے تھا۔ چنانچہ تین دن رات بعد ہوش میں آیا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ سلام کا جواب دے کر فرمایا "میری وجہ سے آپ کو بہت تکلیف ہوئی" کہا بیٹھ جاؤ، میں بیٹھ گیا۔ فرمایا۔ میں شمس العارفین کے مریدوں میں سے ہوں اور تیس ۳۰ سال سے اس کٹیا میں معتکف ہوں۔ لیکن ان تیس ۳۰ سالوں میں حیرت و دہشت کے سوا میرے نصیب میں کچھ نہیں ہوا۔ کیا تو جانتا ہے یہ کس سبب سے ہے۔ میں آداب بجالایا کہ جس طرح فرمان ہو۔ فرمایا کہ سیدھی راہ یہی ہے، جو شخص اس راہ میں راست قدم اٹھاتا ہے۔ نجات پا جاتا ہے۔ اگر دوست کی رضا کے بغیر ایک قدم بھی اٹھائے گا تو جل جائے گا۔ بعدازاں اس بزرگ نے اپنا حال بیان فرمایا "اے زیدا! جس روز اس نے مجھے اپنے دروازے پر بلایا۔ میرے اور اس کے درمیان ستر ہزار حجاب تھے۔ حکم ہوا کہ اندر آجا۔ میں پہلے حجاب میں پہنچا تو مقربان بارگاہ کو دیکھا کہ دونوں آنکھیں آسمان کی طرف کئے کھڑے ہیں۔ ہر ایک شخص اسی حالت میں ہے۔ ان کا نیاز اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور سب زبان حال سے کہتے ہیں۔ کہ ہم تیرے دیدار کے مشتاق ہیں۔ اسی طرح ہر حجاب میں سے گذرتا گیا تو ہر ایک

ب میں اور بھی بزرگوں کو، اسی حالت میں دیکھا جو ایک دوسرے کے مشابہ تھے۔ جب حجاب خاص میں پہنچا تو آواز آئی، اے فلاں اس حجاب میں وہ شخص ہے جو دنیا و مافیہا بلکہ اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہو۔ میں نے کہا میں سب سے بیگانہ ہوں۔ آواز آئی چونکہ تو سب سے بیگانہ ہوگیا ہے۔ اس لیے ہم سے بیگانہ نہ ہو۔ میں نے آنکھیں آگے بڑھائیں تو اپنے آپ کو کٹیا میں دیکھا۔ پس اے عزیز! اس راہ میں سب سے بیگانہ ہونا چاہیئے "تاکہ آدمی حق سے یگانہ ہوسکے"۔

حضرت مودود چشتیؒ کا استغنا

بعدازاں اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ قدس سرہ العزیز کی زبان سے سنا ہے کہ میں خواجہ مودود چشتی کی خدمت میں دس سال ہر وقت حاضر خدمت رہا۔ لیکن کبھی نہ دیکھا کہ آپ کبھی کسی بادشاہ یا امیر کے ہاں گئے ہوں۔ سوا جمعہ کی نماز کے۔

صوفی دنیا و لذات دنیا سے اعراض کرے

بعدازاں شیخ الاسلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ جو صوف پہنے اسے شیریں اور چرب لقمہ نہیں کھانا چاہئے اور نہ ہی اہل دنیا سے میل جول رکھنا چاہیئے۔ اگر اس کے خلاف عمل کرے تو گویا وہ اولیائے سلوک کے لباس میں خیانت کرتا ہے۔

گدڑی جلا دی

بعدازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ اسرار العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید بادشاہ کے ہاں آتا تھا اور وہاں سے اسے صرف پردہ ڈھانپنے کے لیے کچھ ملتا تھا۔ خواجہ صاحب نے اسے بلا کر گدڑی وغیرہ چھین لی اور جلا دی اور سخت ناراض ہو کر فرمایا کیا تو انبیاء و اولیاء کے لباس کو خبیث آدمیوں میں پھراتا ہے اور

دکھا کر چلتا ہے کہ تو یہی لباس پہن کر اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی جائے گا۔

امام مالک کا کرتہ

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تین کرتے پہنتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو دو اتار دیتے اور درمیانے کرتے سے نماز ادا کرتے۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ ظاہری پیراہن ریا و رسم کی وجہ سے اتارا گیا ہے اور باطنی پیراہن میں حرص، حسد، بخل اور عیش کی بو آتی ہے۔ لیکن درمیانی پیراہن ان دونوں سے خالی ہے۔ اس سے نماز ادا کرنا بہتر ہے۔

سماع

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا، اہلِ سماع اور جو سماع میں بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ وہ اسی اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کی ندا کے سبب جو انہوں نے سُنی تھی، بے ہوش ہوتے تھے۔ جو اس روز تک ان میں پائی جاتی ہے۔ جونہی دوست کا نام سنتے ہیں۔ حرکت، حیرت، ذوق اور بیہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ معرفت کی وجہ سے ہوتا ہے، یعنی جب تک دوست کی شناخت حاصل نہ ہو۔ خواہ ہزار سال بھی عبادت کرے، اسے طاعت کا ذوق حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ طاعت کس کے لیے کرتا ہے، یہ طاعت ہی مقصود ہے۔ جو اہلِ سلوک، اہلِ عشق اور مشائخ طبقات نے فرمایا نیز قرآن مجید میں حکم ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے) لیکن اہلِ سلوک اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ لیعبدون بمعنیٰ لِيَعْرِفُوْنَ یعنی اس سے مراد دوست کی شناخت ہے۔ جب تک اس کی شناخت تجھے نہ ہوگی ہرگز اطاعت کا ذوق پیدا نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ عشقِ مجازی میں جب تک آدمی کسی کو دیکھ نہیں لیتا، اس کا عاشق نہیں ہوتا۔ جب تک اس کے دوستوں سے دوستی نہیں کرتا۔ اس سے آشنائی حاصل نہیں ہوتی۔ پس طریقت اور حقیقت میں بھی یہی حکمت ہے کہ جب تک اس کی

کی شناخت حاصل نہیں ہوتی یا جب تک اس کے اولیاء سے تعلق پیدا نہیں کیا جاتا ہرگز ہرگز طاعت و عبادت میں ذوق حاصل نہیں ہو سکتا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کی ندا سے بھی شناخت ہی منظور تھی۔ یعنی جب تک خدا کو نہیں پہچانے گا۔ طاعت میں ذوق حاصل نہیں کرے گا۔

سماع و رقص

بعد ازاں محمد شاہ نامی گویا جس نے واحد کرمانی کے سامنے سرود گایا، اس روز بھی سب یاروں کے حاضر خدمت ہوا۔ حکم ہوا کہ بیٹھ جاؤ۔ شیخ جمال الدین ہانسوی اور شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہم حاضر خدمت تھے۔ حکم ہوا کہ سماع شروع کرو۔ جب سماع شروع ہوا۔ تو شیخ الاسلام اپنی جگہ سے اٹھے اور رقص کرنے لگے۔ چنانچہ سات دن، رات رقص کرتے رہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز ادا کرتے، پھر سماع میں مشغول ہو جاتے۔ ساتویں روز ہوش میں آئے۔ اس وقت قوال یہ غزل گا رہے تھے۔

ملامت کردن اندر عاشقی راست
ملامت کے کند آں کس کہ بیناست
نہ ہر تر دامنے را عشق زیبد
نشان عاشقی از دور پیداست
نظامی تا توانی پارسا باش
کہ نور پارسائی شمع دلہاست

فرمان حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

چشت ــــــــ اہل بہشت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مخدوم

علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم علاؤالدینؒ، حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے بزرگ ترین خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کی ذات سے عجیب و غریب کرامتیں ظاہر ہوئیں، جن کو سن کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ آپ میں صفت جلال کا غلبہ تھا۔ اس کے علاوہ حالت جذب اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے۔

حضرت مخدومؒ کی ابتدائی زندگی حضرت مخدومؒ نجیب الطرفین تھے۔ والد محترم حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے اور والدہ ماجدہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی بہن تھیں۔ آپ موضع کھوت وال (ملتان) میں ۱۹ ربیع الاوّل ۵۵۲ھ بمطابق ۱۱۰۵ء کو پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آپ کی ذہانت اور حافظہ کا یہ عالم تھا کہ دوسرے بچے جو تعلیم مہینوں میں حاصل کرتے آپ چند دنوں میں حاصل فرما لیتے تھے۔ چنانچہ آٹھ سال کی عمر میں دینی تعلیم نے جو عام طور پر گھر پر ہوئی۔ آپ کو علوم ظاہری میں کامل کر دیا۔ لیکن دل کا میلان علوم باطنی کی طرف زیادہ تھا۔ اس کے حصول کے لیے آپ ہر وقت بے چین اور پریشان رہتے۔ آپ کی والدہ

...نے آپ کی کیفیت دیکھ کر آپ کو اپنے برادر حقیقی حضرت بابا فرید گنج شکرؒ
...خدمت میں لے گئیں اور کہا کہ اس کو باطنی علوم میں ماہر کر دو۔ بابا فرید اپنے
...نجے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا، بہن! میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم
...ے ایسا سعادت مند فرزند لاکر مجھے دیا ہے، جو سارے جہاں میں روشنی دینے
...الا ہے۔

بابا فرید نے اپنے سعادت مند بھانجے کی روحانی تربیت شروع کر دی تھوڑے
...ی عرصہ میں آپ کا قلب نور معرفت سے منوّر ہو گیا۔ آپ کو ماموں فرید
...ے اپنے ہاتھ پر بیعت فرمالیا۔ بیٹے کی روحانی تکمیل کے بعد ماں کو اطمینان ہوا
...ہن نے اپنے بھائی کو کہا، میں ہرات جا رہی ہوں۔ تم میرے بچے کا خیال رکھنا
...یانہ ہو کہ یہ بھوکا رہے۔ اگر زندگی نے وفا کی تو میں ہرات سے واپس آکر اپنے
...چے کی شادی کروں گی"۔ بھائی نے بہن کی باتیں سن کر تبسّم فرمایا اور حضرت
...خدوم کو ان کی والدہ کے سامنے بلا کر حکم دیا کہ بیٹا! صبح سے تم مساکین اور فقراً
...یں لنگر تقسیم کیا کرو۔

آپ کی والدہ ہرات چلی گئیں۔ حضرت نے لنگر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لینے
...بعد اس کو حسن وخوبی سے انجام دیا۔ آپ کا معمول تھا کہ نماز اشراق پڑھنے کے
...بعد آپ اپنے حجرے سے نکلتے۔ اپنی آنکھوں کے سامنے غربا، ومساکین میں کھانا
...قسیم کر دیتے۔ تقسیم کے بعد پھر اپنے حجرے میں چلے جاتے اور عبادت وریاضت
...یں مصروف ہو جاتے۔ مغرب تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ مغرب کی نماز کے بعد
...پھر باہر تشریف لاتے اور لنگر تقسیم کرتے۔ اس زمانے میں آپ نے کھانا پینا
...لکل ترک کر دیا تھا اور جذب کا غلبہ انتہائی شدت کے ساتھ طاری تھا۔ جلال
...ی طبیعت میں پیدا ہو چکا تھا آپ کے حجرے کے قریب کوئی جا نہیں سکتا تھا

جب والدہ ماجدہ ہرات سے تشریف لائیں تو اپنے نور نظر کو دیکھ کر رو پڑیں کیونکہ آپ کثرت عبادت و ریاضت اور ترک طعام کی وجہ سے سخت لاغر ہو چکے تھے۔ بہن نے بھائی سے شکایت کرتے ہوئے کہا "تم نے میرے بچے کو بھوکا رکھ دیکھو! کتنا لاغر ہو گیا ہے" بھائی نے فرمایا۔ میں نے تو تمہارے سامنے اسے لنگر خانہ کا منتظم بنایا تھا۔ بھانجہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ مجھ کو لنگر تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا تھا نہ کہ اس میں سے کھانے کا۔ یہ جواب سن کر سب حیران رہ گئے۔ فرید بابا نے فرمایا۔ یہ صابر ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اس کو کھانے کے لیے پیدا ہی نہیں کیا۔ اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ آپ کا صبر کس انتہا کو پہنچ گیا تھا

حضرت مخدومؒ کی شادی کا عجیب واقعہ

آپ کی شادی کا واقعہ بھی نہایت حیرت انگیز ہے آپ کی والدہ ماجدہ جب ہرات سے تشریف لائیں تو بھائی سے کہا کہ میں اپنے نور نظر کی شادی آپ کی بیٹی سے کرنا چاہتی ہوں۔ فرید باباؒ کی صاحبزادی خدیجہ بیگم نہایت حسین و جمیل تھی اور غیاث الدین کی بیٹی کے بطن سے تھیں۔ فرید باباؒ نے بہن کو جواب دیا کہ "صابر شادی کے قابل نہیں ہے۔ وہ ہر وقت جذب و جلال میں رہتا ہے بہن نے اس جواب کو سن کر یہ سمجھا کہ میں بیوہ ہوں اور میرا لڑکا یتیم و مفلس ہے اس لیے بھائی اپنی لڑکی دینے سے انکار کر رہے ہیں۔ بہن نے اس کا اظہار بھائی سے بھی کیا۔ بہن کا یہ طعنہ سن کر فرید باباؒ نے حضرت مخدوم سے خدیجہ بیگم کا نکاح کر دیا۔

نکاح کے بعد جب رات ہوئی تو دلہن کو آپ کے حجرے میں پہنچا دیا گیا جب خدیجہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں تو آپ عبادت الٰہی میں مصروف تھے جب نماز سے فارغ ہوئے تو خدیجہ بیگم سے پوچھا تو کون ہے؟ انہوں نے

عرض کیا" میں آپ کی بیوی ہوں۔ حضرت مخدوم نے نہایت غضب ناک ہو کر فرمایا کہ خدا تو فرد ہے، اسے بیوی سے کیا واسطہ ؟ آپ کا یہ کہنا تھا کہ زمین سے آگ پیدا ہوئی۔ جس نے دلہن کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ آپ کی والدہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکیں اور چند روز تک تپدق میں مبتلا ہو کر رحلت کر گئیں۔

حضرت مخدوم کی کلیر میں آمد کچھ عرصہ بعد فرید بابا ؒ نے اپنے مرید اور عزیز بھانجہ کو خلافت سے سرفراز کیا اور حکمنامہ لکھ کر کلیر جانے کی اجازت دے دی جب حضرت مخدوم ؒ کلیر میں تشریف لائے تو چند ایسے علماء نے جو آپ کے مرتبہ اور بزرگی کو نہیں پہچانتے تھے، آپ کی مخالفت شروع کر دی۔ اور آپ کو آپ کے مریدوں نے طرح طرح کی ایذائیں دینا شروع کر دیں۔ پہلے تو آپ نے انتہائی صبر وضبط سے کام لیا۔ لیکن ان لوگوں کی ایذا رسانی بڑھتے بڑھتے انتہا کو پہنچ گئی۔ اسی اثناء میں ایک روز حضرت مخدوم ؒ نماز جمعہ سے قبل ہی مسجد میں تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے مرید بھی تھے۔ آپ اور آپ کے ساتھی پہلی صف میں بیٹھ گئے۔ علماء کی جماعت آئی۔ انہوں نے دیکھا کہ پہلی صف گھری ہوئی ہے تو حضرت مخدوم کے ساتھیوں سے کہا کہ یہ صف تمھارے لائق نہیں، تم یہاں سے اتر جاؤ۔ خادموں نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ جب علماء نہایت سختی سے پیش آنے لگے تو آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور فرمایا، اس علاقے کا صاحب ولایت آگے بڑھنے کے لائق ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ تمھاری ولایت کی کیا دلیل ہے ؟ آپ نے فرمایا ہماری ولایت کی دلیل یہ ہے کہ تم سب ابھی مر جاؤ گے اور یہ شہر بھی تباہ ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ اپنے ساتھیوں سمیت مسجد سے باہر نکل آئے آپ کے مسجد سے نکلتے ہی مسجد گر کر ڈھیر ہو گئی۔ شہر میں بھی کوئی بیماری پھیلی

جس سے وہ ویران اور تباہ و برباد ہو گیا۔

کلیر کی تباہی کے بعد آپ کئی سال تک ایک گولر کے درخت کو پکڑے ہوئے رات دن کھڑے رہے۔ آپ کے پیر و مرشد کو جب اس حالت کا علم ہوا تو حضرت شیخ شمس الدینؒ ترک پانی پتی کو بھیجا۔ وہ حضرت مخدوم کی خدمت میں آئے اور حضرت کے پیچھے بیٹھ کر اشعار پڑھنے شروع کئے۔ حضرت نے آنکھیں کھول دیں اور بیٹھ گئے۔ حضرت شمس الدینؒ نے موقعہ غنیمت جانتے ہوئے عرض کی کہ میں حضرت کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں، اس درخواست کو منظور فرمائیں۔ آپ نے اجازت دے دی لیکن ہدایت کی کہ کبھی میرے سامنے نہ آنا ہمیشہ پشت کے پیچھے سے بات کرنا۔ حضرت شیخ شمس الدینؒ آپ کی خدمت میں رہنے لگے اور ہمیشہ آپ کی ہدایت کا خیال رکھتے۔ وضو کے لیے پانی اور یا کھانے کے لیے گولر لاتے تو پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر کھڑکی میں رکھ دیتے۔ حضرت مخدوم روزہ کے افطار کے وقت جب گولر اپنے سامنے رکھے ہوئے دیکھتے تو فرماتے۔ خُداوند تعالیٰ کھانے سے بالکل پاک ہے اس کے بعد خود ہی فرماتے "اچھا دے دو، خُدا، خدا ہی ہے اور آدمی، آدمی ہی ہے۔ غرضیکہ آپ کا جذب و جلال انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ رات دن کا استغراق رہنا، ہمیشہ سکر میں ڈوبے رہتے۔

حضرت مخدومؒ کے صاحب کرامت خلیفہ

حضرت شیخ شمس الدینؒ ترک پانی پتیؒ جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اپنے زمانے کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ آپ کا شمار جلیل القدر اولیاء اللہ میں ہے۔ آپ حضرت مخدومؒ کی خدمت میں ۱۴ سال تک رہے اور اس قدر خدمت کی کہ اپنی پوری زندگی کو آپ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا

کبھی ایک روز کے لیے بھی حضرت مخدوم سے جدا نہیں ہوئے۔ جب پورے چوبیں برس گذر گئے اور قلب نورِ باطن سے منور ہوگیا۔ تو حضرت مخدوم نے اپنے عزیز ترین مرید سے کہا کہ جاؤ شاہی سواروں میں ملازمت کرو اور شاہی فوج کو نیکی کے راستے پر لاؤ۔ جس روز تم سے کوئی کرامت سرزد ہوگی، اسی روز میرا انتقال ہو گا۔ پیرومرشد کا حکم ملتے ہی آپ کلیر سے روانہ ہو گئے اور سلطان علاؤالدین خلجی کے سواروں کے نوکر ہوگئے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب سلطان علاؤالدین چتوڑے کے قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے پڑا تھا۔ حضرت شیخ معمولی سپاہی کی حیثیت سے نہایت دیانت وامانت کے ساتھ کام انجام دیتے رہے اور خاموشی کے ساتھ تبلیغ اسلام کرتے رہے اور مسلمانوں کو نیکی اور اخلاق کی تلقین کرتے رہے۔ سلطان خلجی نے مسلسل محاصرہ جاری رکھا، لیکن وہ قلعہ فتح نہ کر سکا اور ناکام رہا۔ آخر وہ فقراءؒ ومشائخ کی تلاش میں لگ گیا کہ کوئی ایسا بزرگ مل جائے۔ جس کی دعائے بابرکت سے فتح نصیب ہو۔ سلطان کو فقراء کی تلاش میں سرگرداں دیکھ کر ایک حقیقت شناس مردِ بزرگ نے کہا، تم فقراء کی تلاش میں کیوں سرگرداں رہتے ہیں۔ خود تمہارے لشکر میں ایک خدارسیدہ بزرگ موجود ہے۔ اگر وہ دعا کرے گا تو تمہاری فتح یقینی ہے۔ اس بزرگ کی علامت یہ ہے کہ آج رات جب ہوا چلے گی تو تمام لشکر والوں کے چراغ گل ہو جائیں گے۔ لیکن اس کا چراغ روشن رہے گا اور وہ تلاوتِ کلام اللہ میں مصروف رہے گا۔

سلطان خلجی رات کا بے چینی کے ساتھ انتظار کرنے لگا۔ رات سخت آندھی چلی۔ تمام لشکر والوں کے چراغ گل ہوگئے، صرف ایک چراغ جلتا رہا۔ سلطان خلجی فوراً اس خیمے میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت شیخ شمس الدینؒ تلاوت قرآن پاک میں نہایت استغراق کے ساتھ مصروف تھے۔ سلطان دست بستہ ایک کونے

میں کھڑا ہوگیا۔ جب تلاوت ختم کر چکے تو شیخ نے سلطان کو دیکھا تو تعظیم کے لیے اٹھے اور اس وقت آنے کی وجہ پوچھی۔ سلطان نے معذرت کی کہ "میں آپ کی قدر و منزلت نہ کر سکا۔ آپ مجھے معاف کر دیں"۔ اس کے بعد دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہاں سے تین کوس پر جا کر دعا کروں گا۔ آپ فوراً قلعہ پر حملہ کر دیں انشاء اللہ قلعہ فتح ہو جائے گا۔

حضرت شیخ نے تین کوس پر جا کر دعا کی قلعہ فتح ہوگیا اور حضرت شیخ کو اس وقت اپنے پیر و مرشد کی بات یاد آئی اور سمجھ لیا کہ آج حضرت مخدومؒ کا انتقال ہوگیا ہے۔ چنانچہ آپ نے کلیر شریف پہنچ کر تجہیز و تکفین میں شمولیت فرمائی۔

نقاب پوش

حضرت مخدوم صابر کلیریؒ نے وصال سے قبل حضرت حمید الدین ناگوریؒ کو ایک علاقہ میں اپنا نائب بنا کر بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ فرائض سے فراغت پا کر واپس لوٹ آنا اور جب تم کلیر کی سرزمین پر قدم رکھو گے تو ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گر پڑو گے تو سمجھ لینا کہ میرا مرشد دنیا سے رحلت کر گیا ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب مرشد کی خانقاہ پر پہنچے تو دیکھا کہ ہزاروں افراد حضرت صابرؒ کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے موجود ہیں۔ لیکن نماز جنازہ پڑھانے کی کوئی جسارت نہیں کرتا۔ کیونکہ نماز جنازہ ایسے شخص کو پڑھانا تھی۔ جو حضرت صابرؒ سے زیادہ اعلیٰ مقام رکھتا ہو۔ آخر کار حاضرین نے دیکھا کہ ایک گھوڑے سے پر سوار نقاب پوش اترا اس نے گھوڑا باندھا اور نماز جنازہ پڑھائی۔

جب نقاب پوش واپس جانے کے لیے گھوڑا کھولنے لگا تو حضرت حمید الدین ناگوری نے ہزاروں افراد کی معیت میں دریافت کیا کہ اے اللہ کے بندے تم کون ہو؟ کیا نام ہے؟ کہاں جانا چاہتے ہو ؟ ذرا نام بتاتے جانا۔

نقاب پوش نے کہا اے حمید الدین! اگر حقیقت کا انکشاف چاہتے ہو تو عوام کے مجمع کو یہاں سے برخواست کر دو کیونکہ ؎

خاصاں دی گل عاماں اگے ظاہر مول نہ کرنی
مٹھی کھیر پکا محمدؐ کتیاں اگے دھرنی

جب لوگ چلے گئے تو نقاب پوش نے نقاب اٹھایا تو شیخ حمید الدین ناگوری نے دیکھا کہ حضرت صابر کلیری خود سامنے کھڑے ہیں۔ عرض کیا کہ حضرت ایک طرف تو آپ کا جنازہ پڑا ہے اور ادھر آپ بقید حیات موجود ہیں۔ فرمایا وہ مقام فنا ہے اور یہ مقام بقا۔

بگرداب بلا افتادہ کشتی
ضعیفاں را شکستہ توئی پشتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت خواجہ

نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب اور ابتدائی زندگی اسم گرامی "محمد" ہے اور متعدد القابات سے یاد کیے جاتے ہیں۔ جن میں "محبوب الٰہی" "سلطان الاولیاء" "سلطان المشائخ" "سلطان السلاطین" زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت شیخ کا خاندان بخارا سے ہجرت کر کے لاہور آیا۔ پھر وہاں سے بدایوں میں سکونت پذیر ہوا۔ آپ کا خاندان سادات کا مشہور مقتدر خاندان تھا۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید احمد اور دادا کا نام سید علی تھا۔ نسب پندرہ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مل جاتا ہے ماہ صفر ۶۳۴ھ میں بدایوں میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت محبوب الٰہی کی عمر ابھی پانچ سال کی تھی کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس لیے فرزند عزیز کی تربیت کی ساری ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ زلیخا کے سر آن پڑی۔ سیدہ زلیخا بڑی عابدہ و زاہدہ تھیں۔ آپ کی کرامات اور بزرگی کے واقعات تذکرہ نویسوں نے بہت لکھے ہیں۔ غرضیکہ اس صاحب کرامات و عابدہ خاتون کے زیر سایہ آپ کی تربیت ہوئی۔ والدہ ماجدہ نے قرآن مجید پڑھنے کے لیے مکتب میں بٹھایا۔ چونکہ حافظہ قوی اور ذہن سلیم تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن مجید تمام حفظ کر لیا اور عربی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی اور یہ

تھوڑے ہی عرصہ میں مکمل کر لی۔ فقہ کی کتاب قدوری بدایوں کے مشہور عالم مولانا علاؤالدین اصولی سے ختم کی۔ اس کتاب کے ختم کے سلسلہ میں آپ کی والدہ محترمہ نے شہر کے علماء و مشائخ کو جمع کر کے اپنے ہاتھ کے بُنے ہوئے سوت کا عمامہ بطور دستار فضیلت آپ کے سر پر بندھوایا۔ دستارِ فضیلت باندھتے وقت کسی صاحب حال نے پیش گوئی کی کہ اس لڑکے کا سر کبھی کسی انسان کے سامنے نہیں جھکے گا۔ آپ کی زندگی نے اس پیشین گوئی کو صحیح ثابت کر دیا۔

مزید تعلیم کے لیے آپ والدہ کے ساتھ دہلی تشریف لائے اور وہاں کے مشہور عالم دین مولانا شمس الدین اور مولانا کمال الدین زاہد علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی۔ ہر دو بزرگ اپنے عہد کے مشہور علماء و فضلاء میں سے تھے۔ اور اس عہد کے حکمران بلبن بہت اثر رکھتے تھے اور وہ ہر دو کا بے حد قدر دان تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے علوم ظاہری کی سندِ فراغ و فضیلت حاصل کر لی اور ان علوم میں کمال حاصل کر لیا۔ چنانچہ آپ کا شمار متبحر علماء میں ہوتا تھا اور آپ کی خانقاہ جس طرح علوم باطنی کا مرکز تھا۔ اسی طرح ظاہری علوم اور درس و تدریس کا بھی چشمہ فیض تھی۔

حضرت بابا فرید گنج شکر کی خدمت میں حاضری

حضرت چونکہ دنیا کی رہنمائی کے لیے تشریف لائے تھے اس لیے قدرت نے بچپن ہی سے باطنی انوار سے سرفراز کیا تھا۔ لیکن علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ایک روحانی رہنما کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا۔ اسی اثنا میں لوگوں سے حضرت بابا فرید گنج شکر کے احوال سے مطلع ہوتے۔ اسی لیے بابا صاحب سے ملاقات کا شوق پیدا ہو گیا۔ ایک رات شہر کی جامع مسجد میں مقیم تھے۔ صبح کے وقت مؤذن نے مینارا پر چڑھ کر یہ آیت پڑھی۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ

(کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ایمان والوں کے دل اللہ کے ذکر کی خشیت سے جھک جائیں)
یہ آیت سن کر آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ دل کانپنے لگا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک دریا بہہ گیا۔ نہایت ذوق و شوق سے نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی زیارت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور وفور شوق میں برابر چلتے رہے جب اجودہن (پاک پٹن) پہنچے، فوراً بابا فرید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بابا صاحب نے دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ سیلابِ اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اور اسی وقت اپنے سر سے اتار کر کلاہِ چار ترکی مرید کے سر پر رکھ دی حضرت محبوب الٰہی اپنے پیر دستگیر کی صحبت میں تعلیم و تربیت پاتے رہے۔ یہاں تک کہ چند ہی روز میں اپنی ریاضت اور عبادت کی بناء پر راہ سلوک و معرفت میں کمال حاصل کر لیا۔ حضرت کو اپنے پیر و مرشد سے بے حد محبت تھی۔ چنانچہ آپ دہلی سے کئی بار مرشد کے فیوض حاصل کرنے کے لئے اجودہن (پاک پٹن) تشریف لے جاتے رہے، ایک بار مرشد نے اپنے عزیز مرید کے لئے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ "الٰہی میرا یہ مرید تجھ سے جو کچھ مانگے، اسے عطا فرما۔ پیر و مرشد کی یہ پُرخلوص دعا بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی۔ اسی لئے آپ محبوب الٰہی کہلائے۔ آخری بار جب اجودہن مرشد سے ملنے تشریف لے گئے۔ تو واپسی کے وقت پیر و مرشد نے درد بھرے لہجہ میں کہا، شائد آئندہ تم مجھ سے نہ مل سکو۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے نیک بخت بنائے۔ انشاء اللہ تم ایسے درخت ہو گے جس کے سایہ میں مخلوق خدا آرام پائے گی اور فیوض حاصل کرے گی۔ تم مجاہدہ برابر کرتے رہنا، اس سے غافل نہ ہونا۔

بابا شکر گنجؒ کا جب وصال ہوا تو محبوب الٰہیؒ مرشد کے پاس نہ تھے۔ لیکن مرشد نے مولانا بدرالدین اسحاق کی معرفت عصا اور خرقہ جو حضرت بختیار کاکیؒ سے انہیں ملا تھا۔

اپنے عزیز ترین مرید کے پاس دہلی بھیجا۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کا دہلی میں قیام

بابا فرید گنج شکرؒ نے جب دیکھا کہ حضرت محبوب الٰہیؒ روحانی دولت سے مالا مال ہو چکے ہیں۔ تو آپ نے انہیں دہلی میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ رخصت کرتے وقت مرید کو دو باتوں کی نصیحت فرمائی۔ ایک یہ کہ اگر کسی سے قرض لو تو جلد ادا کرنے کی کوشش کرنا۔ دوسرے اپنے دشمنوں کو ہر حال میں خوش رکھنے کی کوشش کرنا چنانچہ جب آپ دہلی تشریف لائے تو شہر میں آبادی کی کثرت کی وجہ سے آپ کو عبادت و ریاضت کے لئے کوئی پُر سکون جگہ نہ ملی اس لئے دہلی سے باہر ایک جگہ غیاث پور میں آکر فروکش ہوئے۔ شروع میں یہاں کے قیام کے زمانہ میں بڑی عسرت و تنگی رہی۔ تین تین دن کے فاقے ہوتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب گھر میں کھانے کو کوئی چیز نہ ہوتی تو میری والدہ کہا کرتیں کہ آج ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ مجھے والدہ کے اس جملہ سے بڑی لذت ملتی تھی۔

صاحب "سیر الاولیاء" میر خورد کا بیان ہے کہ جب حضرت محبوب الٰہیؒ غیاث پور میں سکونت رکھتے تھے، وہ زمانہ آپ نے بڑی عسرت اور تنگی سے گذارا۔ آپ کے مکان میں ایک زنبیل لٹکی رہتی تھی۔ افطار کے وقت جب اسے ہلایا جاتا تو اس میں سے روٹی کے خشک ٹکڑے گرتے۔ لوگ انہی ٹکڑوں کو حضرت کے سامنے رکھ دیتے، جس سے آپ روزہ افطار کرتے۔

سلطان جلال الدین خلجی کو آپ کی اس تنگدستی کا حال جب معلوم ہوا تو کچھ تحائف آپ کی خدمت میں بھیجے، آپ نے تحائف واپس کر دیئے اور بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ مجھے اور میرے خدمت گزاروں کو تمہارے گاؤں کی ضرورت نہیں، میرا اور ان کا خدا کارساز ہے۔

اسی زمانے میں شیخ برہان الدین غریبؒ اور شیخ کمال الدین یعقوبؒ جو آگے چل کر آپ کے خلیفہ ہوئے، آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ مسلسل کئی روز کا فاقہ ہو

گیا۔ پڑوس کی ایک نیک بی بی نے کچھ آٹا بھیجا۔ شیخ کمال الدین نے آٹے کو مٹی کے برتن میں ڈال کر آگ پر چڑھا دیا۔ اسی وقت ایک گدڑی پوش فقیر آ پہنچا اور اس نے کچھ کھانے کو مانگا۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے دیگ اٹھا کر درویش کے سر پہ رکھ دی۔ اس نے دیگ میں سے کچھ گرم گرم لقمے منہ میں ڈالے پھر دیگ کو اٹھا کر زمین پہ پٹک دیا اور یہ کہتا ہوا خلا میں گم ہو گیا۔ "شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے نعمتِ باطن سے نوازا۔ میں نے ان فقیروں کی دیگ کو توڑ ڈالا۔ اب وہ ظاہر و باطن کی نعمتوں کے مالک ہو گئے۔"

اس عجیب و غریب واقعہ کے بعد محبوب الٰہی کا فاقہ اور عسرت جاتی رہی اور فتوحات کا یہ حال ہوا کہ دولت کا دریا دروازے کے آگے بہتا تھا۔ کوئی وقت فتوحات سے خالی نہ ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی آپ کی محبوبیت اور ہر دلعزیزی اس قدر بڑھ گئی کہ آپ کی خانقاہ کے گرد ہر وقت ہجوم رہتا۔ امیر و غریب سب ہی آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے اور آپ کی شہرت ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔

حضرت کی عبادت و ریاضت

بابا گنج شکرؒ نے اپنے مرید کو رحلت کرتے وقت اور عطائے خلافت کے وقت چند نصیحتیں کی تھیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

"ہمیشہ مجاہدہ میں مشغول رہنا۔ شاگردوں کو تعلیم دینا۔ دنیا کی تمام خواہشات کو ترک کرنا۔ خلوت نشیں رہنا اور خلوتیں طرح طرح کی عبادات سے معمور ہوں۔"

حضرت محبوب الٰہیؒ نے اپنے پیر و مرشد کے ان نصائح پہ نہایت سختی سے عمل کیا۔ چنانچہ صاحبِ "سیر الاولیاء" کا بیان ہے کہ آپ نے جوانی کے زمانے میں کامل

تیس سال تک نہایت سخت مجاہدے کئے۔ جوانی کے بعد بقیہ زندگی بھی نہایت سخت مجاہدوں میں گزاری۔ اور یہ مجاہدے پہلے سے بھی زیادہ سخت تھے۔ دنیاوی جاہ و جلال آپ کے خدام کے پیروں میں روندا جاتا اور ہر طرف سے تحائف و ہدایا برابر چلے آتے، لیکن آپ کا قانع نفس کبھی اس طرف متوجہ نہیں ہوا۔ جس وقت آپ اپنی زندگی کے اسی مرحلے طے کر چکے تھے پانچوں وقت کوٹھے سے اتر کر نماز باجماعت ادا کرتے اور اس عمر میں بھی ہمیشہ وہ روزہ سے رہتے۔ اور افطار کے وقت بہت کم غذا تناول فرماتے۔ اکثر آدھی روٹی کریلے کے ساتھ تناول فرماتے۔ آپ کا معمول تھا کہ چاشت اور اشراق کی نمازوں کے بعد مسندِ رشد و ہدایت پر تشریف لے جاتے، اس وقت زیادہ تر صوفیاء، فقراء، اور علماء کا مجمع ہوتا اور اس میں سلوک اور طریقت کے دقائق بیان کئے جاتے اور اسی وقت فقراء اور مساکین کو روپے، غلہ اور تحفے تقسیم کئے جاتے۔

دوسری مجلس ظہر کی نماز سے عصر تک ہوتی۔ اس مجلس میں زیادہ تر طلباء اور تشنگان علوم کا مجمع ہوتا۔ اس میں آپ علمی نکات بیان فرماتے۔ حدیث کی بعض کتابوں کا بھی درس ہوتا۔ لوگ سر جھکائے بیٹھے رہتے۔ ہر شخص یہ محسوس کرتا تھا کہ وہ الہامی باتیں سن رہا ہے اور رات تو پوری عبادت میں گزر جاتی۔ تمام رات آپ پر وارفتگی طاری رہتی۔ غرضیکہ خدا کا محبوب اپنے سب روز و شب خالقِ حقیقی کی عبادت میں صرف کرتا۔

حضرت کی جود و سخا

آپ کا مطبخ ہمیشہ گرم رہا۔ کئی ہزار فقراء، مساکین روزانہ کھانا کھاتے۔ خانقاہ میں جو آتا شام تک تقسیم ہو جاتا۔ حکم تھا کہ کوئی چیز بچا کر نہ رکھی جائے۔ جب خانقاہ میں زیادہ مال و اسباب جمع ہو جاتا تو آپ رونے لگتے اور حکم ہوتا کہ سب کو اسی وقت تقسیم کر دیا جائے۔ جمعہ کے روز تمام خانقاہ کو خالی کرنے کا حکم دیتے۔ خانقاہ میں کوئی چیز باقی نہ رہتی تو خادم آ کر عرض کرتا کہ جھاڑو تک دے دی گئی ہے۔ اب کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ اس پر آپ اظہار اطمینان فرماتے۔ اس کے بعد

جامع مسجد تشریف لے جاتے اور اطمینان سے نماز ادا کرتے

ایک بار ایک سوداگر لُٹ گیا وہ حضرت بہاء الحق زکریاؒ ملتانی کے صاحبزادے کی سفارش لے کر حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت محبوب الٰہی نے خادم کو حکم دیا کہ صبح سے چاشت تک جو کچھ آئے اس سوداگر کے حوالے کر دو۔ چاشت تک بارہ ہزار اشرفیاں آئیں۔ یہ ساری رقم سوداگر کے حوالے کر دی گئی۔

ایک مرتبہ کسی مرید نے پانچ سو اشرفیاں بطور نذر بھیجیں۔ اس وقت ایک قلندر فقیر حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا اس میں میرا بھی حصہ ہے؟ آپ نے مسکرا کر جواب دیا کچھ نہیں، بلکہ سب تمہارا ہے۔ یہ کہہ کر تمام اشرفیاں قلندر کو دے دیں۔

اس جود و سخا کے باوجود استغنا کا یہ عالم تھا کہ اگر بادشاہوں یا شہزادوں میں سے کوئی تحفہ یا ہدیہ پیش کرتا تو ایک سرد آہ بھرتے اور فرماتے یہ لوگ کیوں آتے ہیں اور درویش کو غارت کرتے ہیں، اس پر کبھی کبھی آنکھوں میں آنسو بھی بھر لاتے اور ان کے ہدایا و تحائف لینے سے انکار کر دیتے۔

حضرت کی داد و دہش۔ فیاضی اور دستر خوان کی وسعت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ اگر خزانے بھی بھرے ہوئے ہوں تو خالی ہو جائیں۔ لیکن بغیر کسی مستقل آمدنی کے آخر وقت تک آپ کے شاہانہ اخراجات جاری رہے جس کے دروازے پر مال و دولت کا دریا بہتا ہو۔ خود اس کا یہ عالم ہے کہ جب تمام مہمان اور مسافر کھانے سے فارغ ہو جاتے تو سب سے آخر میں افطار کے وقت آدھی یا زیادہ سے زیادہ ایک روٹی سبزی یا تلخ کریلا کے ساتھ کھاتے۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایسی حالت میں جب کہ ہزاروں بندگانِ خدا سڑکوں پر بھوکے پڑے ہیں تو میں عمدہ اور لذیذ کھانے کھا کر اُن کو کیونکر بھول سکتا ہوں۔ حضرت محبوب الٰہیؒ سردی کے موسم میں بار بار

کروٹ بدلتے اور غریب اور نادار لوگوں کو یاد کرتے ۔ آپ کی طبیعت شفقت سے بھری ہوئی تھی۔

دنیا اور دنیا والوں سے بے نیازی

پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ آپ بادشاہوں اور شہزادوں کے ہدایا اور تحائف قبول نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آنکھوں میں آنسو بھر لاتے اور فرماتے مجھے دنیا سے نفرت ہے۔ میرے پیر و مرشد حضرت گنج شکرؒ نے ایک دن مجھ سے کہا کہ نظام! میں نے تیرے لئے دنیا کی کافی مقدار خدا سے طلب کی ہے۔ میں یہ بات سن کر سر سے لے کر پاؤں تک لرز گیا اور دل میں کہا آہ! بہت سے بزرگ اسی دنیا کی وجہ سے فتنہ میں پڑ گئے، افسوس میرا کیا حال ہوگا۔ میرے دل میں یہ خیال گزر رہی تھا کہ پیر و مرشد نے فرمایا "تم خاطر جمع رکھو تمہارے لئے 'دنیا' فتنہ نہیں ہوگی"۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت کی اس بات سے بہت خوش ہوا، اور سجدہ شکر بجا لایا۔

حضرت سلطان المشائخ فرمایا کرتے تھے کہ ایک رات کا ذکر ہے کہ آخر شب کا وقت تھا کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ مکان کے صحن میں ایک عورت جھاڑو دے رہی ہے، میں نے پوچھا تو کون ہے؟ جواب دیا میں دنیا ہوں۔ اور مخدوم کے گھر کی جھاڑو دے رہی ہوں۔ میں نے کہا "اے فتنہ میں ڈالنے والی! میرے گھر میں تیرا کیا کام؟ جا میرے مکان سے نکل جا۔" میں اسے نکالتا تھا لیکن وہ گھر سے باہر نہ نکلتی تھی۔ میں نے اپنی انگلی اس کی گدّی پر رکھی اور مکان سے باہر نکال دیا۔ لیکن وہ پھر بھی میری طرف متوجہ رہی۔

دنیا سے نفرت بچپن سے تھی۔ ایک واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں جس زمانہ میں مولانا علاؤالدین سے پڑھتا تھا، ایک رات مسجد میں تنہا سبق یاد کر رہا تھا، کیا دیکھتا ہوں، بہت سے سنہری سانپ آواز دیتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ تمام سانپوں کے

پیچھے ایک چھوٹا سانپ دیکھا جو کسی قدر ٹھہر ٹھہر کر چل رہا تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا کہ دیکھوں تو سہی کہ معاملہ کیا ہے۔ میں نے اپنے عمامہ کو سانپوں کے اوپر ڈال دیا۔ دیکھتا ہوں کہ عمامے کے نیچے سونے کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ میں نے اپنا عمامہ اٹھا لیا اور سونے کے ڈھیر کو وہیں پڑا ہوا چھوڑ دیا۔

اس کے علاوہ حضرت محبوب الٰہی نے بادشاہوں کی صحبت سے ہمیشہ کنارہ کشی اختیار کی۔ آپ بادشاہوں کے قرب کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ایک غریب کو تو یہ اختیار حاصل تھا کہ جس وقت چاہے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور حضرت کو جس کام کے لئے چاہے لے جائے لیکن بادشاہ کے لئے یہ اجازت نہ تھی کہ وہ بے تکلف آپ کی خدمت میں چلا آئے۔ سلطان جلال الدین خلجی کو حضرت محبوب الٰہیؒ سے شرفِ ملاقات حاصل کرنے کی بڑی تمنا تھی اور اسی لئے اس نے آپ کی خدمت میں آنا چاہا۔ لیکن آپ نے اُسے اجازت نہ دی۔ امیر خسرو سلطان کے دربار سے متعلق تھے۔ انہوں وعدہ کیا کہ حضرت کی اجازت کے بغیر وہ ان کی خدمت میں سلطان کو پہنچائیں گے۔ بادشاہ دل میں بہت مسرور تھا کہ حضرت سے ملاقات ہو جائے گی اور دلی تمنا پوری ہو جائے گی۔ امیر خسرو نے وعدہ تو کر لیا لیکن دل میں سوچا کہ اگر میں بغیر اجازت کے سلطان کو حضرت کے پاس لے گیا تو آپ خفا ہو جائیں گے۔ لہٰذا محبوب الٰہیؒ اسی وقت شہر چھوڑ کر اپنے پیر و مرشد کے اجودھن تشریف لے گئے۔

سلطان کو خبر ملی تو امیر خسرو سے باز پرس کی۔ امیر خسرو نے نہایت دلیری سے کہا کہ مجھے بادشاہ کی رنجش سے صرف جد کا خطرہ تھا۔ لیکن اگر مرشد رنجیدہ ہو جاتے تو ایمان کا خطرہ تھا۔ سلطان عقلمند و دانا تھا، امیر خسرو کے اس جواب سے خوش ہوا اور کوئی گرفت نہ کی۔

سلطان غیاث الدین بلبن بھی حضرت کی زیارت کا بیحد متمنی رہا مگر اس کی آرزو

حاضری نہ ہوسکی۔ بادشاہ معزالدین کیقباد کو حضرت سے بے انتہا عقیدت تھی مگر اس کو بھی آپ کے آستانہ پر حاضری کی اجازت نہ ملی۔ علاؤالدین خلجی بھی حضرت محبوب الٰہیؒ کا بے حد عقیدت مند تھا۔ اس نے قرابیگ کو ہدایت کر رکھی تھی کہ حضرت محبوب الٰہیؒ کو جن اشعار پر وجد آئے ان کو وہ لکھ لیا کرے اور آ کر سنایا کرے۔ ان اشعار کو سن کر علاؤالدین کو قلبی راحت محسوس ہوتی تھی۔ اس قدر عقیدت کے باوجود اس کو بھی حاضری کی اجازت نہ تھی۔ اس بادشاہ نے اپنے دونوں جگر گوشوں خضر خان اور شادی خان کو حکم دیا کہ حضرت کے دامن سے وابستہ ہو جائیں۔ دونوں مرید ہو کر حضرت کے چشمہ فیض سے مستفیض ہوتے رہے۔

علاؤالدین کے بیٹے خضر خان ہی نے خانقاہ کی عمارت بنوائی تھی۔ ایک اور موقعہ پر علاؤالدین خلجی نے کہلا بھیجا کہ اگر قبول فرمائیں تو میں شیخ کی خدمت میں رہوں۔ آپ نے فرمایا، آنے کی ضرورت نہیں، میں تمہارے لئے غائبانہ دعا میں مشغول ہوں۔ اور غائبانہ دعا اثر رکھتی ہے۔

سلطان نے ملاقات کے لئے پھر اصرار کیا۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ اس ضعیف کے گھر کے دو دروازے ہیں۔ اگر بادشاہ ایک دروازے سے تشریف لائیں گے تو میں دوسرے دروازے سے نکل جاؤں گا۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کے عظیم کارنامے

علاؤالدین خلجی کے عہد میں محبوب الٰہیؒ کے فیوض و برکات سے ملک میں عام انقلاب پیدا ہوا۔ آپ کی نظر کیمیا اثر سے خاص و عام میں مخصوص غیر معمولی تبدیلیاں بھی نمودار ہوئیں۔ ایک دنیا آپ کے انفاسِ متبرکہ سے روشن ہوئی۔ ایک عالم نے آپ کی بیعت کا ہاتھ پکڑا، گنہگاروں نے توبہ کی، بے نمازی ہمیشہ کے لئے نمازی بن گئے۔ آپ کے اخلاقِ حمیدہ اور ترکِ دنیا کے معاملات کے دیکھنے سے لوگوں

کے دلوں میں دنیا کی محبت اور حرص و ہوس کم ہوگئی۔ آپ کی عبادت اور معاملات کی برکت سے لوگوں کے معاملات میں بھی سچائی پیدا ہوگئی۔ اور آپ کی محبت اور اخلاص کے اثر سے خداوند تعالیٰ فیض کی بارش دنیا میں ہونے لگی۔ آپ سے متاثر ہو کر سلطان علاؤ الدین نے ملک کی بہتری کے لئے تمام نشہ آور چیزوں اور فسق و فجور کے سامان کو نہایت سختی سے روک دیا۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے بیعت کا عام دروازہ کھول رکھا تھا، گنہگاروں کو خرقہ سے نوازتے اور ان سے توبہ کراتے تھے۔ خاص و عام، غریب و دولتمند، بادشاہ، فقیر، عالم، جاہل، شریف اور (ذیل) شہری اور دیہاتی، غازی و مجاہد، آزاد و غلام، سب کو توبہ اور پاکی کی تعلیم دیتے تھے۔ لوگ نوافل کے اس قدر پابند ہوگئے کہ مساجد میں نوافل پڑھنے والوں کا ہجوم ہوتا۔ بادشاہ کے محل میں بہت سے امراء لشکری حضرت کے مرید ہوتے تھے، چاشت اور اشراق کی نمازیں ادا کرتے تھے۔ عام لوگ ایام بیض اور عشرہ ذوالحج کے روزے رکھتے۔ ہر محلہ میں صلحاء کا اجتماع ہوتا۔ آپ کے عہد کے آخری چند سالوں میں شراب، فسق و فجور، جوا، فحاشی وغیرہ کا نام لوگوں کی زبان پہ نہ آتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنیدؒ بغدادی اور بایزیدؒ بسطامی کے ہم پلہ پیدا کیا تھا۔ یہ الفاظ راقم تذکرہ کے نہیں بلکہ معتبر کتاب "تاریخ فیروز شاہی" کے ہیں۔

لوگ بزرگوں کی کرامات سننے کے شوقین ہوتے ہیں لیکن اس سے بڑی کرامت کیا ہوگی کہ قوم کی اصلاح ہو جائے اور خیر غالب ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق لوگ اپنی زندگیوں کے نقشے بنائیں۔

آپ نے اور آپ کے نامور خلفاء نے اشاعت دین میں بہت زیادہ حصہ لیا۔ آپ کے خلیفہ خواجہ برہان الدینؒ غریب نے دکن میں اور حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر نے پانی پت کے علاقے کے ہزاروں غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔

کا فیض برِ اعظم پاک و ہند تک ہی نہیں رہا، بلکہ چین بھی اس خیر سے سیراب ہوا۔ میں بھی یہ سلسلہ قائم رہا۔ اور وہاں حضرت کے پہلے خلیفہ خواجہ تھے۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کی وفات

وفات سے کچھ دن پہلے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں "نظام الدینؒ! تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے۔ اس خواب کے بعد آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور سفرِ آخرت کے لئے بے چین رہنے لگے۔

وفات سے چالیس روز پیشتر کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا۔ اس عرصہ میں کھانے کو تک نہ سونگھی۔ آہ و زاری اس حد تک غالب ہوگئی تھی کہ ایک ساعت کے لئے بھی چشم مبارک سے آنسو نہ تھمتے تھے۔ مرض الموت کی شدت ہوئی تو دوا پینے کے لئے کہا گیا، لیکن فرمایا:

بیمارِ عشق کی دوا صرف دیدارِ حبیبؐ ہے!

وصال کے روز لنگر خانہ اور اس کے ساتھ جتنی چیزیں تھیں غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دیں۔ آپ کے خاص اقبال نے کچھ غلہ درویشوں کے لئے رکھ لیا۔ معلوم ہوا تو خفا ہوئے اور کہا اس غلہ کو کیوں باقی رکھا؟ فوراً اٹھا دو اور ہر کوٹھڑی میں جھاڑ دو تاکہ خداوند تعالیٰ کے ہاں کسی چیز کا مؤاخذہ نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور ہوگیا۔ ایک وقت کی نماز کئی بار پڑھتے اور پھر زبانِ پاک پر یہ مصرعہ جاری ہو جاتا ؏

می رویم و می رویم و می رویم

وفات سے تھوڑی دیر پہلے اپنے مرید و خلیفہ خواجہ شیخ نصیر الدین چراغ کو تبرکات بابا فرید الدین دیئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ دلی میں رہنا اور لوگوں کی سختیاں برداشت

کرنا۔ اس کے بعد صبح کی نماز پڑھی، جب آفتاب مشرق سے نمودار ہو رہا تھا اس وقت یہ علم و عمل، صدق و صفا کا پیکر واصل الحق ہو گیا۔ تاریخ وفات اٹھارہ ربیع الاول ۷۲۵ھ ہے۔ مزار مبارک دہلی میں مرجع خاص و عام ہے۔ مزار مبارک کی زیارت و حاضری سے عجیب کیفیت محسوس ہوتی ہے، ہر وقت آپ کے مزار پہ میلہ سا لگا رہتا ہے، آپ نے ساری عمر شادی نہیں کی اس لئے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ آپ کے خلفاء بڑی کثرت سے ہوئے ہیں جنہیں حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ، حضرت امیر خسروؒ، حضرت شیخ حسام الدینؒ، حضرت شیخ برہان الدینؒ، حضرت شیخ شمس الدینؒ خاص طور پہ قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے آپ کی تعلیمات کو زندہ رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی خدمت کی اور ان کی کوششیں بارگاہِ ایزدی میں شرف قبولیت سے آراستہ ہوئیں۔

ملفوظات

حضرت محبوب الٰہی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

دستارِ فضیلت

کلاہ شریف کے متعلق فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ خواجہ امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں خواجہ حسن بصریؒ کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور کثیر تعداد میں صحابہ کبارؓ بھی بیٹھے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے چار یہ کالہ جامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے رکھا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم الٰہی یوں ہے کہ یہ کلاہ بہشتی ہیں۔ ان کو سر مبارک پہ رکھیں اور بعد ازاں اصحابہ میں سے جسے

چاہیں عنایت فرمائیں اور اپنا خلیفہ بنائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لے کر اپنے سر مبارک پہ رکھا پھر یک ترکی کلاہ اتار کر امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے سر پہ رکھ کر فرمایا "یہ آپ کا کلاہ ہے"۔ دوسرا دو ترکی امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے سر پہ رکھ کر فرمایا کہ "یہ آپ کا کلاہ ہے۔ تیسرا سہ ترکی کلاہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے سر مبارک پہ رکھ کر فرمایا" یہ آپ کا کلاہ ہے اور چوتھا چار ترکی تھا شاہ اولیاء امیر المومنین علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہ کے سر پہ رکھ کر فرمایا کہ یہ آپ کا کلاہ ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ مشائخ سلسلہ جنیدیہ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ ہمیں اس طرح معلوم ہوا کہ کلاہ کی اصل الوہیت ہے۔ کیونکہ پہلے پہل یہ بارگاہ الٰہی سے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کو ملا، جیسا کہ خرقہ شب معراج کی رات عطا ہوا تھا۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک ترکی کلاہ جو امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سر مبارک پہ رکھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلاہ ابدال اور صدیق سر پہ رکھا کرتے تھے۔ اس کلاہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کسی اور کا خیال دل میں نہ ہو۔ اور تمام دنیاوی کاموں سے دور رہیں، پھر ہی اس کلاہ کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ نہیں تو دروغ گو اور خائن ہوں گے۔ اس کلاہ کی برکت سے انہیں ظاہری اور باطنی مقصود حاصل ہوتے ہیں۔ جب صاحب ذوق دنیا کا طالب ہو جاتا ہے تو اللہ سے باز رہ جاتا ہے، اس وقت وہ کاذب ہوتا ہے، نہ کہ صادق۔ دو ترکی کلاہ جو امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے سر پہ رکھا، اسے عابد اور بعض منصوری سر پہ رکھنا کہتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ جب انسان اسے سر پہ رکھے تو دنیا کو ترک کر دے اور ذاکر بن جائے، سوائے یاد الٰہی کے کسی اور چیز میں مشغول نہ ہو۔ نیز یہ کہ اگر حلال چیز اسے مل جائے تو شام تک اس پہ نگاہ نہ رکھے۔ سب خرچ کر دے اور خلقت اور دنیا

کے پاس بھی نہ جائے۔ ان سے الگ رہے۔ ایسے شخص کو دو ترکی کلاہ پہننا واجب ہے ورنہ گمراہی میں گرفتار ہو گا۔ سہ ترکی کلاہ جو امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سر پر رکھی وہ زاہد، اہلِ تسخیر، مشائخ طبقات اور اکثر عقلمند لوگ پہنتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ اوّل دنیا کو ترک کرے اور تمام لذتوں، شہوتوں اور حرص و ہوس کو چھوڑے۔ دوسرے دل کو حسد، کینہ، بغض، بخش اور ریا وغیرہ بُرے اوصاف سے پاک کرے۔ تیسرے خلقت سے قطع تعلق کرے اور حق تعالیٰ سے تعلق پیدا کرے۔ جب اس کی حالت یہ ہو گی تو اسے اس کلاہ کا سر پر رکھنا جائز ہے۔ ورنہ وہ طبقہ جنیدیہ میں جھوٹا شمار ہو گا۔ چہار ترکی کلاہ جناب ولایت مآب، امیر المومنین، امام الاشجعین علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ نے سر پر رکھی وہ صوفی سادات اور مشائخ کبار پہنتے ہیں۔ اس سے مراد دولت و سعادت ہے اور جو کچھ اٹھارہ ہزار عالم میں ہے، سب اس میں رکھا گیا ہے۔ لیکن اس کو سر پر رکھ کر چار چیزوں کو دور رکھنا چاہیئے۔ تاکہ اس چار ترکی کلاہ کا سر پر رکھنا درست ہو، اور صوفی بنے، نہیں تو قیامت کے دن مقربوں اور حریفوں میں اس کا شمار نہ ہو گا اور خائن ٹھہرایا جائے گا۔ وہ چار باتیں یہ ہیں:۔

اول :۔ دنیا اور اغنیاء کی صحبت کو ترک کرے۔

دوسرے :۔ ترک اللسان من غیرہ والکرامتہ، بذکر اللہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا کوئی بات ہی نہ کرے۔

تیسرے :۔ ترک بصرہ من غیرہ الکرامتہ: یعنی غیر کی طرف نظر کرنے سے دور رہے۔ اور غیر کو نہ دیکھے تاکہ نابینا نہ ہو جائے۔

خود خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے تو اس قدر روئے کہ حاضرین پر بھی رقت قلبی طاری ہو گئی۔

ماہ محرم شریف کی فضیلت | بروز بدھ ۲ محرم ۱۳؎ھ کو بابا صاحب کی قدم

بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا وجیہ الدین پائلی۔ مولانا برہان الدین غریب اور کئی ایک، دوسرے اصحاب حاضر خدمت تھے۔ عاشورہ شریف کی فضیلت میں گفتگو ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا، کہ ماہِ محرم سے بڑھ کر کوئی مہینہ افضل نہیں، اس واسطے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین، شاہ اولیاء علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ اے علی! اگر فرض روزوں کے علاوہ افضل روزے رکھنا چاہتے ہو تو ماہ محرم میں رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی مہینہ میں حضرتِ آدم ؑ کی توبہ قبول فرمائی تھی۔ اور جو شخص اس مہینہ میں توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز کی زبانِ دربار اور گہر نثار سے سنا ہے کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ "راحت الروح" میں لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ماہ محرم میں تین روزے لگاتار بدھ، جمعرات، جمعہ کے رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ الہام فرماتا ہے کہ اس کے نامہ اعمال میں نوسو سال کی عبادت کا ثواب لکھو اور اسی قدر بدیاں اس کے نامہ اعمال سے دور کی جاتی ہیں۔

بعد ازاں اس موقع کے مناسب فرمایا کہ شیخ بہاء الحق زکریا ملتانی قدس سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص عاشورہ کے روز روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ساٹھ سال کی ایسی ہی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے۔ جس دن کو روزہ رکھے، رات کو جاگتا رہے۔ جو شخص عاشورہ کے دن روزہ رکھتا ہے یا کسی مومن کا روزہ افطار کراتا ہے، گویا وہ تمام امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹ بھر کر کھانا کھلاتا ہے۔ جو شخص عاشورہ کے دن روزہ رکھے اور یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرے تو اس یتیم کے سر کے بالوں کی تعداد کے مطابق اسے بہشت میں درجے ملتے ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے یہ بھی فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اہل علم بندے قیامت کے دن چودھویں کے چاند کی طرح

چمکیں گے۔

رزقِ حلال پھر اس موقعہ کی مناسبت سے یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے ابو معا سجزی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق "کتاب العارفین" میں لکھا ہو دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے اپنے بندو کی روزی، ان کی تقدیر میں لکھ دی ہے۔ جبکہ پانی عرش پہ تھا اور قرار نہیں پکڑتا تھا۔ حلال رو کی طلب کرو۔ اور حرام سے ہاتھ اٹھالو۔

اہمیتِ ماہِ شوال جمعرات کے روز دسویں ماہ محرم کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہ مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا فخر الدین رازی، مولانا وجیہ الدین با حاضرِ خدمت تھے۔ ماہِ شوال کے چھ روزوں کے بارے میں گفتگو شروع تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص یہ چھ روزے رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جو آٹھ بہشت پیدا کئے ہیں، حکم ہو ہے کہ ان میں سے ہر بہشت کے ہر ایک دروازے پر اس کے لئے ہزار محل یاقوت سُر کے بناؤ۔ اور ہر محل میں ایسی جدت پیدا کرو جس کو کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہو۔ اور نہ کسی کان نے سُنا ہو۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اس خدا کی قسم جس نے مجھے سچا رسول کر بھیجا ہے کہ جو شخص ماہِ شوال میں چھ روزے رکھے گا۔ فرشتہ اسے آسمان سے آواز دے گا۔ کہ اے بندے اللہ تعالیٰ نے تیرے سارے گناہ بخش دیئے ہیں۔

ایامِ بیض کے روزے پھر ایامِ بیض کے دو روزوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کو بہشت سے زمین میں بھیجا گیا تو آپ کے سارے اعضاء سیاہ ہو گئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول کی تو حکم ہوا کہ تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کو روزہ رکھو۔ پہلا روزہ رکھنے سے جسم کا تیسرا حصہ سفید ہوگا۔ چودھویں کا روزہ رکھنے سے جسم کا دوسرا تہائی حصہ ا جب پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھا تو سارا جسم سفید ہو گیا۔

ماہِ شعبان کی فضیلت

پھر اس موقعہ کی مناسبت سے یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے بہت گناہ کئے ہوں اور اُن سے پشیمان ہوکر توبہ کرنی چاہے، تو اسے چاہیئے کہ ماہ شعبان میں اتوار کے روز غسل کرے اور جب سوموار کی رات آئے تو عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر ستر بار استغفار کہے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ اور اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

نمازِ عشاء کی باجماعت ادائیگی

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے، اللہ تعالےٰ حکم کرتا ہے کہ اس کے نامہ اعمال میں ہر رکعت کو ہزار رکعت کر کے لکھا جائے اور وہ شخص شب بیدار دل میں سے ہوگا۔

یہودی کا قبول اسلام

پھر خواجہ صاحب نے اسی موقع پر فرمایا کہ جس روز حضرت خواجہ فیضل بن عیاضؒ تائب ہوئے تو لوگوں کے مال و اسباب کی بابت جو آپ نے لوٹا تھا ذکر کیا کہ جن دنوں آپ تائب ہوئے ہر ایک کو بلا کر اس کا مال واپس کیا اور اسے خوش کیا۔ اُن میں سے ایک یہودی تھا جو کسی طرح خوش نہیں ہوتا تھا۔ خواجہ صاحب نے بہتیری منت سماجت کی لیکن وہ راضی نہ ہوا۔ الغرض اس یہودی نے کہا کہ اگر تو اپنے پاؤں تلے مٹھی بھر زر نکال دے تو میں تجھ سے خوش ہو جاؤں گا۔ آپ نے نکال کہ فوراً اسے دے دیا۔ اسی روز وہ یہودی مسلمان ہوگیا اور کہا کہ میں نے توریت میں لکھا دیکھا ہے کہ جس شخص کی توبہ قبول ہو جاتی ہے اگر وہ مٹی کو ہاتھ میں پکڑے تو سونا ہو جاتی ہے۔ اب مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ آپ کی توبہ قبول ہوگئی ہے مشتِ خاک مقصود نہ تھی، مقصود تو یہ دیکھنا تھا کہ آیا قبول ہوگئی ہے یا نہیں؟ پھر وہ خاموش ہوگیا۔

بلا اجازت کسی کی چیز اٹھانا یا کھانا

بعد ازاں اس بارے میں گفتگو ہوئی۔ انسان کو کسی آدمی کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز نہ کھانی چاہیئے نہ ہی لے جانا چاہیئے۔

پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ خواجہ ابوبکر شبلی علیہ الرحمتہ کو آپ کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ فرمایا جیسا دوستوں سے کرتا ہے، مگر سخت عتاب ہوا جس میں اب تک غرق ہوں۔ یہ کہ ایک روز میں کسی کے یہاں گیا۔ میرے سامنے گیہوں کا ڈھیر تھا۔ وہاں سے ایک دانہ اٹھا کر اس شخص کی اجازت کے بغیر دانتوں سے دو ٹکڑے کر دیا تھا۔ اَلْحَمْدُ اللہ علیٰ ذَالِکْ۔

ایک سال کی عبادت کا ثواب

پھر فرمایا کہ میں نے شیخ بدرالدین غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بدھ کے روز (جس روز اللہ تعالیٰ نے تاریکی اور روشنی پیدا کی) دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور الزلزال ایک مرتبہ اور سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ قیامت اور قبر کی تاریکی اس سے دور کر دے گا۔ اور ایک سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور سفید اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔

ہزار شہیدوں کا ثواب

پھر فرمایا جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ نے بہشت پیدا کیا۔ جو شخص اس دن دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد اللہ ایک مرتبہ۔ سورہ اذا جاء پانچ مرتبہ پڑھے۔ جب عصر کی نماز ادا کرے تو چالیس مرتبہ قل ہو اللہ اور استغفار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت

محل عنایت کرے گا جس میں ستر حوریں ہوں گی اور ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب ملے گا اور ہر آیت کے بدلے ہزاروں شہیدوں کا ثواب عطا ہو گا۔

بہشت میں چھیانوے درجات کی عطا

بعد ازاں فرمایا کہ معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، آیۃ الکرسی، سو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور نماز سے فارغ ہو کر یہ سات مرتبہ پڑھے: النور یا النور۔ یا اللہ یا رحیم۔ یا رحمٰن یا حیُّ۔ یا قیوم فتح الابواب رحمتك ومغفرتك ومن علی یدخل جنتہ۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کبیرا بھی بخش دے گا۔ اور بہشت میں چھیانوے درجے عطا فرمائے گا۔

ہمسایہ کا حق

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ بایزید بسطامی کا ایک یہودی ہمسایہ تھا۔ وہ سفر کو گیا ہوا تھا۔ اس کی عورت حاملہ تھی۔ جب بچہ پیدا ہوا تو اس کے پاس اتنی چیز بھی نہ تھی کہ چراغ روشن کر سکے۔ رات بھر تاریکی میں اس کا بچہ روتا رہتا۔ جب یہ خبر خواجہ صاحب نے سنی تو ہر روز بازار سے تیل خرید کر اس یہودی عورت کو دے آتے۔ جب یہودی سفر سے واپس آیا تو اس کی عورت نے یہ ساری کیفیت بیان کی۔ وہ سن کر شرمندہ ہوا اور خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ نے بڑی عنایت فرمائی۔ فرمایا یہ ہمسائیگی کا حق تھا اور یہ حق بہت بڑا ہوتا ہے۔ یہ سن کر یہودی اور اس کی بیوی فوراً مسلمان ہو گئے۔

بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا ایک یہودی ہمسایہ تھا۔

جب اس سے پوچھا گیا کہ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اگر اسلام وہ ہے جو بایزید کو حاصل ہے تو اس کو حاصل نہیں کر سکتا اور اگر اسلام وہ ہے جو تمہیں حاصل ہے تو اس سے مجھے شرم آتی ہے۔ بعد آزاں فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تک ہمسایہ بے کھٹکے زندگی نہ بسر کرے تب تک ایماز درست نہیں ہوتا۔

پڑوسی کی تیمارداری

بعد آزاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہمسائے کا حق یہ ہے کہ جب ہمسایہ قرض مانگے تو اسے قرض دے، اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو پوری کرے۔ اور جب بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کرے، اگر مصیبت میں گرفتار ہو تو اسے تسلی دے۔ اور جب مرجائے تو اس کی نماز جنازہ ادا کرے اور اس کے جنازے کے ہمراہ جائے۔

امام اعظمؒ اور عہدۂ قضاۃ

بعد آزاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کو قضاۃ کا عہدہ ملتا تھا لیکن آپ نے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا میں اس عہدے کے لائق نہیں۔ تو خلیفہ وقت نے آپ کو قید کر دیا اور ہر روز قید خانہ میں آپ کو عہدہ قبول کرنے کے لئے پیغام بھیجتا رہا لیکن آپ نہ مانتے۔ آخر کار آپ کو دربار میں بلا کر خلیفہ نے کہا کہ آپ مسلمانوں کے امام ہیں آپ سے بہتر اور اچھا آدمی کوئی نہیں جسے یہ عہدہ دیا جائے۔ آپ اسے قبول فرمائیں۔ فرمایا مجھے ایک حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے ہیں میں حدیث کو کس طرح رد کر سکتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اور وہ رد نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اسمیں نافرمانی پائی جاتی ہے۔ اور نافرمان عہدۂ قضاۃ کے لائق نہیں۔ حدیث یہ ہے: مَنْ جَعَلَ قَاضِیًا فَقَدْ ذُبِحَ بِغَیْرِ سِکِّیْنٍ یعنی جو قاضی بنایا گیا ضرور بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔

سوموار کے روز تیئسویں ماہ صفر

سابقہ امم کی صورتیں نافرمانی کے سبب مسخ کردی گئیں

کو حضرت محبوب الٰہی کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ پہلی اُمتوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، جن کی صورت نشامتِ اعمال کے سبب مسخ ہوگئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ کتاب حقائق میں مَیں نے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ خواجہ صاحب جنید بغدادی قدس سرہ العزیز کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس طرح پہلی امتوں کی صورت مسخ ہوئی، میری اُمت کی صورت ہرگز مسخ نہ ہوگی۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ پہلی امتوں کے پچیس گروہ تھے:

"بندر[1]، سؤر[2]، سوسمار[3]، ہاتھی[4]، بچھو[5]، کتا[6]، زنبور (بھڑ)[7]، ستارہ زہرہ[8]، ستارہ سہیل[9]، سانپ اور مچھلی[10]، نیولا[11]، طوطی[12]، جنگلی چوہا[13]، عقعق (جنگلی کوا)[14]، مکڑی[15]، چوہے پکڑنے والا[16]، سفید لومڑی[17]، چڑیا[18]، اُلو[19]، کوا[20]، کاسہ پشت[21]، گھریلو چوہے[22]، ریچھ[23]، کفلیل[25]"

پھر ان کی تفصیل یوں فرمائی کہ:

پہلا گروہ جو بندر بن گیا، وہ قوم تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز مچھلی پکڑنے سے منع کیا تھا۔ انہوں نے نافرمانی کی سو اللہ نے ان صورت مسخ کردی۔

خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا، دیکھو اس اُمت میں کتنی چیزیں منع ہیں اور یہ برابر انہیں کرتے ہیں۔

دوسرا گروہ جو سؤر کی شکل بن گیا، وہ حضرت عیسیٰ کی قوم تھی جو مائدہ کی منکر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کفرانِ نعمت کے سبب انہیں اس صورت میں بدل دیا۔

تیسرا گروہ جو سوسمار (گوہ) بنا وہ کفن چور تھے۔ اُس زمانے کے پیغمبر نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے سوسمار بنا دیا۔

چوتھا گروہ جو ریچھ بنا، اس میں وہ لوگ شامل تھے جو ہمیشہ پیغمبرِ وقت پر سخن

چینی کرتے تھے۔ اس وقت جرجیس علیہ السلام پیغمبر تھے۔ حکم ہوا کہ اے جرجیسؑ! ہمارا حکم پہنچا دو کہ لوگ اس سخن چینی سے باز آئیں۔ جب جرجیسؑ نے حکم سنایا تو انہوں نے پرواہ نہ کی، سو اللہ تعالیٰ نے انہیں ریچھ بنا دیا۔

پانچواں گروہ جو ہاتھی بنا، وہ لوگ ہمیشہ چارپاؤں پر سوار پھرتے تھے اور نماز میں زمین پر ناک رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہاتھی بنا دیا کہ ان کی ناک اب زمین پر جھاڑو کرتی رہتی ہے۔

چھٹا گروہ جو بچھو بنا، اس میں وہ لوگ شامل ہیں جو ہمیشہ لوگوں سے لڑائی جھگڑا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا مگر وہ باز نہ آئے، اس لئے بچھو بنا دیئے گئے۔

ساتواں گروہ کو بھڑ بنایا، اس میں وہ لوگ شامل تھے جنہوں نے ہاروت ماروت کو راہ راست سے بہکایا۔

آٹھواں گروہ جو زہرہ بنا۔ اس میں وہ زانی شامل تھے جو زنا کرتے اور کسی کے وعظ و نصیحت کا خیال نہ کرتے تھے۔

نواں گروہ جو سہیل ستارہ بنا، اس میں وہ لوگ شامل تھے جو مہتر علیہ السلام کی قوم تھے اور بدزبانی کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا۔ انہوں نے پرواہ نہ کی۔ بلکہ پہلے سے بھی سوگنا زیادہ بدزبانی کرنے لگے۔ اس لئے ان کی یہ صورت بن گئی۔

دسواں گروہ سانپ اور مچھلی بنا اس میں کم تولنے والے لوگ شامل تھے، سو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس صورت کا بنا دیا۔ اور یہ قوم ہودؑ سے تھے۔

گیارھواں گروہ نیولا بنا، اس میں وہ قصاب شامل تھے جو ستم کیا کرتے اور کم تولا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نیولا بنا دیا۔

بارھواں گروہ طوطی بنا۔ یہ لوگ خائن تھے۔ تمام کاموں میں خیانت کیا کرتے تھے مہتر ادریسین کی قوم سے تھے۔

تیرھواں گروہ جنگلی چوہا بنا۔ یہ لوگ چوری کیا کرتے تھے۔
چودھواں گروہ عقعق (جنگلی کوا) تھا یہ بیہودہ گو تھے۔
پندرھواں گروہ مکڑی بنا، اس میں وہ عورتیں شامل تھیں، جو شوہروں کی نافرمانی کیا کرتی تھیں۔
سولھواں گروہ چوہے پکڑنے والا بنا، اس میں وہ لوگ شامل تھے جو لوگوں پر حسد کیا کرتے تھے۔
سترھواں گروہ سفید لومڑی بنا، اس میں وہ لوگ شامل تھے جو بے دھڑک حماموں میں آجاتے اور شرم نہ کرتے تھے۔ اور عورتوں کی طرح بناؤ سنگار کیا کرتے تھے۔
اٹھارہواں گروہ چڑیا بنا، اس میں وہ لوگ شامل تھے جو لوگوں کے روبرو ناچا کرتے تھے۔ اس لئے اُن پر غضب الٰہی نازل ہوا اور وہ سب چڑیا کی صورت بن گئے۔
اُنیسواں گروہ اُلو بنا، اس میں وہ لوگ شامل تھے جو لوگوں کے روبرو اپنے آپ کو پارسا ظاہر کرتے اور پیٹھ پیچھے ان کا سامان چرا لے جاتے تھے۔
بیسواں گروہ کوا بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے جو مکر کیا کرتے تھے۔
اکیسواں گروہ کاسہ پشت بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے۔ جو لوگوں کی مخالفت کیا کرتے تھے۔
بائیسواں گروہ گھریلو چوہے کی صورت بنا۔ اس میں وہ لوگ شامل تھے جو باورچی کا کام کرتے تھے، اور اس میں ملاوٹیں ڈال کر بیچتے تھے۔ جب فساد برپا ہوتا تو نیکوں کو نصیحت کرتے اور خبردار کرتے لیکن جب فساد کی آگ بھڑک اُٹھتی تو خود الگ ہو جاتے۔
تیئسواں گروہ ریچھ بنا اس میں وہ لوگ شامل تھے جو بہت جھوٹ بولا کرتے تھے۔
چوبیسواں گروہ وہ کفلیل (آبی جانور) بنا، اس میں وہ لوگ شامل تھے جو لواطت کیا کرتے تھے۔ یہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تھی۔

جب خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا تو زار و قطار روئے اور فرمایا کہ اس اُمت میں ایسے گروہ بھی ہیں جنہوں نے نماز کو بھی خیر باد کہہ دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس امت میں ایسا گروہ بھی ہوگا کہ ہر عورت ہر دوسری عورت کو داغدار سمجھے گی۔ جب یہ حالت ہوگی تو سمجھ لینا کہ قیامت نزدیک ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی کے دربار میں

بعد آزاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز کوئی درویش شیخ الاسلام بہاءالدین ابو محمد زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شرف بیعت حاصل کیا۔ تو اس نے التماس کی کہ مخدوم مجھے ایسی نعمت عطا فرمائیں کہ ملتان سے دہلی تک میری آنکھوں کے سامنے کوئی حجاب نہ رہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا، جاؤ! یہ چلہ کرو۔ جب یہ چلہ کیا تو ملتان سے دہلی تک اس کی نظروں میں کوئی حجاب نہ رہا۔ اس نے پھر آ کر عرض کی کہ اب میں چاہتا ہوں کہ فرش سے لے کر عرش تک میری نظروں میں کچھ حجاب نہ رہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ ایک چلہ اور پورا کرو۔ درویش نے جب چلہ پورا کر لیا تو فرش سے عرش تک سارا حجاب جاتا رہا۔ درویش نے شیخ صاحب سے کیفیت بیان کی تو آپ نے فرمایا بس کرو اتنا کافی ہے۔ لیکن درویش نے پھر التماس کی کہ اب میں چاہتا ہوں کہ حجابِ اکبر تک کا مکاشفہ حاصل ہو۔

شیخ صاحب نے ناراض ہو کر فرمایا، ایسا نہ کہو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ جونہی آپ نے فرمایا وہ نعرہ مار کر گر پڑا اور فوت ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب اور ابتدائی زندگی

محمود اسم مبارک۔ نصیر الدین محمود گنج چراغ کے القابات سے یاد کئے جاتے ہیں حضرت کے دادا کا اسم مبارک سید عبد الطیف تھا۔ والد ماجد کا نام سید یحییٰ تھا۔ آپ کا تعلق حسینی سادات کے ایک مقتدر خاندان سے تھا۔

آپ کے بزرگوار خراسان سے ہندوستان آئے اور لاہور میں مقیم ہوئے۔ یہیں آپ کے والد ماجد پیدا ہوئے لیکن لاہور سے ترک وطن کر کے اودھ چلے گئے چونکہ آپ صحیح النسب سادات سے تھے اس لئے نہایت عزت و احترام کے ساتھ آپ کا استقبال کیا گیا حضرت کی ولادت اودھ میں ہوئی۔ ابھی آپ کی عمر نو برس کی ہی تھی کہ آپ کے سر سے باپ کا سایہ اُٹھ گیا۔ لہٰذا تعلیم و تربیت کی تمام ذمہ داریاں آپ کی والدہ محترمہ کے کندھوں پر آن پڑیں جنہوں نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ ایک روز بھی آپ کی تعلیم سے غافل نہ ہوئیں۔ والدہ ماجدہ نہایت عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں لہٰذا ان کے زہد و تقویٰ کے اثر سے بچپن ہی میں نماز باجماعت کے پابند ہو گئے تھے جس کو سفر و حضر میں کسی وقت بھی فوت نہیں ہونے دیتے تھے۔

والدہ محترمہ کی ہدایت سے قاضی محی الدین کاشانی اور علامہ زماں مولانا عبد الکریم شیروانی سے پڑھتے رہے اور ان کے انتقال کے بعد مولانا افتخار الدین گیلانی سے علوم و فنون

کی تکمیل کی۔

زمانہ تحصیل علم میں جب کہ ابھی کمسن ہی تھے، ریاضت اور مجاہدہ کے شوقین تھے، ہمیشہ روزہ دار رہتے، جنگل میں تشریف لے جاتے اور عبادت کرتے رہتے۔ افطار کا وقت آتا تو سنبھالو کے پتوں سے روزہ افطار کرتے۔ ایک درویش کامل کے ساتھ مسلسل آٹھ سال تک نماز باجماعت ادا فرماتے رہے۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں حاضری

علوم و فنون کی تحصیل کے بعد پیر طریقت کی تلاش ہوئی لہٰذا ۳۴ سال کی عمر میں حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت محبوب الٰہیؒ کلوکھڑی میں تشریف رکھتے تھے یہ بیعت کے روز کا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں دوپہر کے وقت حضرت محبوب الٰہیؒ کی قیام گاہ کے پاس ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ حضرت پیر و مرشد بالاخانے سے نیچے اتر رہے تھے، تاکہ دوسرے حجرے میں جاکر قیلولہ کریں۔ جونہی مجھ ضعیف کو کھڑا دیکھا، حجرے میں نہیں گئے۔ دہلیز میں جاکر بیٹھ گئے اور خادم خاص کو مجھے بلانے بھیجا۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا "تم کس مقصد سے آئے ہو؟ تمہارے دل میں کیا ہے؟ تمہارے والد کیا کاروبار کرتے ہیں؟" میں نے عرض کیا، میرا مقصد حضرت کی درازیٔ عمر اور حضرت کی جوتیاں سیدھا کرنا ہے۔ میرے والد پشمینہ کی تجارت کرتے تھے۔ اُن کے پاس بہت سے غلام بھی تھے۔ اس کے بعد حضرت محبوب الٰہیؒ نے نہایت مہربانی کا اظہار فرمایا اور اپنا ایک واقعہ سنایا کہ جب میں اپنے کی خدمت میں رہتا تھا تو میرے ہم درس نے میرے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر کہا "تمہارا یہ کیا حال ہے؟ اگر تم لڑکوں کو پڑھانے کا پیشہ اختیار کرتے تو نہایت فارغ البالی سے گذر اوقات کرتے"۔ میں نے اپنے ساتھی سے یہ بات سن کر کوئی جواب نہ دیا۔ مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا تو مرشد نے کہا "نظام!

ر تمہارا کوئی دوست تم سے کہے کہ اگر تم بچوں کو تعلیم دینے کا پیشہ اختیار کرتے تو فارغ البالی سے گذر بسر کرتے تو جواب دو گے ؟" میں نے عرض کیا آپ جو ارشاد فرمائیں فرمایا شعر پڑھ دینا ۔

نہ ہمرہی تو مرا، راہِ خویش گیر و برو　　ترا سعادتے بادا، مرا نگوساری

یعنی تو میرا ہمراہی نہیں ہو سکتا۔ تو اپنی راہ لے۔ تجھے سعادت مبارک ہو اور مجھے نگوساری (خاکساری، عاجزی) مبارک ہو۔

اس کے بعد خواجہ صاحب نے ایک خوان منگوایا اور مجھ سے فرمایا اس کو سر پر رکھ کر جہاں تمہارا دوست ہے وہاں لے جاؤ۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ دوست نے میرا یہ حال دیکھ کر مجھے مبارک باد دی اور کہا تمہیں یہ صحبت اور حالت مبارک ہو۔

حضرت شیخ نصیر الدینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جب سلطان المشائخ سے اس واقعہ کو سنا دل میں محبتِ الٰہی پیدا ہو گئی اور میں ہر وقت پیر و مرشد کی خدمت میں رہنے لگا اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گیا۔ دس دس روز تک متواتر روزہ رکھتا اور درمیان میں نہ کچھ کھاتا نہ پیتا تھا۔

غرضیکہ حضرت شیخ نے اپنے پیر و مرشد سے باطنی فیوض حاصل کئے اور تھوڑے عرصہ میں علوم ظاہری کی طرح علوم باطنی کی بھی تکمیل کی۔

جنگل میں رہنے کی خواہش

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کو جب عبادت و ریاضت میں ایک خاص لذت محسوس ہونے لگی اور عشق الٰہی میں سرشار رہنے لگے تو آپ دنیا کے ہنگاموں سے گھبرانے لگے اور دل چاہنے لگا کہ جنگل میں نکل جاؤں اور وہاں ہر وقت محبوبِ حقیقی کی عبادت میں مشغول رہے ایک روز امیر خسرو کے پاس گئے اور کہا کہ آپ پیر و مرشد سے زیادہ بے تکلف ہیں میری گذارش خدمت اقدس میں پہنچا دیں۔ گذارش یہ ہے کہ جب میں اپنے وطن اودھ جاتا ہوں

تو لوگوں کی مداخلت کی وجہ سے عبادت میں مشغول نہیں رہ سکتا۔ اگر حضرت کی رائے ہو تو جنگل میں جا کر عبادتِ حق میں مشغول ہو جاؤں۔

امیر خسروؒ کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد محبوبِ الٰہیؒ کے پاس جاتے تھے۔ اور دیر تک باتیں کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے حضرت نصیر الدین کی خواہش کا اظہار حضرت محبوبِ الٰہی سے کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس سے کہو کہ تجھے مخلوقِ خدا کے درمیان رہنا چاہیے اور لوگوں کے ظلم و ستم برداشت کرنے چاہئیں۔ اس حکم بعد آپ نے ارادہ ترک کر دیا اور اس طرح کی خواہش کو دل سے نکال دیا۔

مرشد سے محبت مرشد سے آپ کو بے حد محبت و عقیدت تھی۔ مرشد کی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت محبوب الٰہیؒ کی خانقاہ میں حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے ایک مرید آ کر مقیم ہوئے اور رات کو نماز کے لئے اٹھے تو صحن میں کپڑے رکھ کر وضو کرنے لگے۔ واپس آئے تو کپڑوں کو غائب پایا بڑے پریشان ہوئے اور تلاش میں شور و غل کرنے لگے۔ حضرت شیخ نصیر الدین ایک گوشے میں عبادت کر رہے تھے۔ شور و غل سن کر جلدی سے آئے اور اس شخص کو اس ڈر سے کہ پیر و مرشد کی عبادت میں ہرج نہ ہو، اپنے کپڑے اُتار کر فوراً دے دیئے۔ صبح کو یہ معاملہ محبوبِ الٰہی کو معلوم ہوا تو حضرت چراغ دہلوی کو اپنے پاس طلب کیا اور اپنا خاص لباس دے کر آپ کے حق میں دعائیں کیں۔

دہلی میں قیام حضرت محبوبِ الٰہیؒ کی خدمت میں حضرت شیخ نصیر الدین تھوڑا سا عرصہ رہنے کے بعد اپنے وطن اودھ والدہ کے پاس چلے گئے۔ والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد پھر دہلی تشریف لائے۔ مرشد نے اپنا حجرہ خاص رہنے کے لئے دیا۔ آپ عبادت اور مجاہدے میں رات دن مشغول رہتے۔ یہاں تک کہ تمام درویشانہ صفات کو پیر و مرشد کی زیرِ نگرانی و ہدایت حاصل یا مکمل کر لیا۔ حضرت محبوبِ الٰہیؒ اپنے

عزیز مرید پر فخر کرتے تھے۔ ایک روز پیر و مرشد نے مرید کو طلب کیا اور کہا میں تم میں تمام درویشانہ صفات کو مکمل پاتا ہوں لہٰذا میں تم کو اپنا جانشین دہلی مقرر کرتا ہوں۔ یہ شرف حاصل کرنے کے بعد عبادت و ریاضت میں آپ کا استغراق اور زیادہ ہوگیا۔

مرشد کی وفات کے بعد رشد و ہدایت کا فیض جاری ہوگیا۔ ہندوستان اور بیرونِ ہندوستان سے مذہبی اور روحانی استفادہ کے لئے ہر طبقہ کے لوگ آپ کے پاس آتے اور آپ ان کی تربیت کرتے۔ آپ کی تعلیم میں سب سے نمایاں چیز اتباع شریعت تھی۔ آپ کی ذات طریقت اور شریعت کا مجموعہ تھی آپ کا طریقہ فقر و صبر اور رضا و تسلیم تھا۔

حضرت کی زندگی پر چند واقعات

ایک روز حضرت نصیر الدینؒ کے کسی پیر بھائی کے گھر میں مجلس قوالی تھی۔ آپ بھی اس میں شریک تھے۔ باجے کے ساتھ سماع شروع ہوا تو آپ وہاں سے اُٹھ کر چلے، بعض دوستوں نے کہا تشریف رکھیے۔ آپ نے کہا کہ میں نہیں بیٹھوں گا کیونکہ باجے کے ساتھ گانا خلاف سنت ہے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ سماع سے انکار کرتے ہو؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے بزرگوں سے پھر گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ سب سے مقدم کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ سے جب یہ واقعہ بیان کیا گیا، آپ نے فرمایا "شیخ کہتے ہیں وہ، حق یہی ہے جو وہ کہتے ہیں۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی، حضرت شیخ نصیر الدینؒ کی عظمت شان کے باوجود آپ کے مخالف ہوگیا تھا اور آپ کو ایذا دینے پر کمربستہ ہوگیا تھا۔ ایک روز اس نے دعوت کے بہانے سے حضرت کو بلایا۔ اور آپ کے سامنے چند سونے کے برتنوں میں کھانا رکھوا دیا۔ بادشاہ اس طرح آپ کو نقصان

پہنچانا چاہتا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت نے ان برتنوں میں کھانا کھا لیا تو شریعت کی خلاف ورزی پر گرفت میں لے لوں گا۔ اور اگر کھانا کھانے سے انکار کیا تو کہوں کہ تم نے بادشاہ کی دعوت کو رد کیا ہے لہٰذا توہین سلطان کا ارتکاب کیا ہے۔ حضرت شیخ نے کھانا برتن میں لے کر پہلے اپنے ہاتھ پر رکھا اور پھر تناول فرمایا۔

حضرت کی اس دانائی پر بادشاہ کی تدبیر کچھ نہ چلی اور بادشاہ کی مخالفت بھی چند روز کے بعد ختم ہوگئی اور وہ نادم ہوا۔ اسی اثناء میں شاہی دربار سے آپ کا تعلق قائم ہوگیا۔ امراء و روساء آتے اور آپ ان کی اصلاح شریعت کرتے تھے۔

ایک روز آپ اپنے حجرۂ خاص میں مراقبہ میں سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے کہ تراب نامی ایک قلندر وہاں پہنچا اور حضرت کے جسم پر پے در پے چھری سے گیارہ زخم لگائے۔ خون حجرے کے باہر تک بہنے لگا۔ لیکن آپ کے مراقبہ کے استغراق میں فرق نہیں آیا۔ مریدوں نے قلندر کو پکڑ لیا اور اسے سزا دینی چاہی لیکن حضرت نے روکا اور فرمایا کوئی شخص قلندر کو ایذا نہ پہنچائے۔ پھر قلندر سے کہا اگر چھریاں مارتے وقت تمہیں کوئی ایذا پہنچی ہو تو معاف کر دینا اور بیس اشرفیاں دے کر رخصت کر دیا۔

حضرت کا وصال

۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ھ کو شب جمعہ میں رحلت فرمائی۔ وفات سے پہلے وصیت فرمائی کہ دفن کرتے وقت حضرت محبوب الٰہیؒ کا عطا کردہ خرقہ میرے سینے پر، ان کا عصا میرے پہلو میں اور ان کی چوبی نعلیں میری بغل میں رکھ دی جائیں۔ غسل دینے کے بعد ایسا ہی کیا گیا۔ خواجہ گیسو دراز نے غسل دیا۔

سلسلے مرشد کی طرح تعلقات زناشوئی سے پاک رہے۔ لیکن اپنے پیچھے مریدین اور معتقدین کی کافی تعداد چھوڑی ہے۔ انتقال سے پہلے ایک مرید نے اپنا جانشین مقرر کرنے کے لئے کہا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ مزار مبارک دہلی میں ہے جو مرجع خلائق ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا مُسبّبَ الاسباب و یا مُفتّحَ الابواب یا مُقلّبَ القلوبِ والابصار یا دلیلَ المتحیّرین ارشدنی و یا غیاثَ المستغیثین اغثنی توکّلتُ علیک یا ربّ اُفوّضُ امری الیک یا ربّ ارجوک ولا قوّۃ الّا باللہ العلیّ العظیم و ایّاک نستعینُ برحمتک یا ارحم الراحمین

پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مصر میں ایک دیوانہ تھا جس کی گردن میں طوق اور زنجیر تھی اور بیڑیاں پاؤں میں۔ اس حالت میں وہ قبرستان میں بیٹھا ہوا تھا کہ شیخ الاسلام ابوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ پاس سے گزرے، دیوانے نے شیخ الاسلام کو کہا "اے مردِ خدا! ذرا ادھر آنا"۔ جب آپ قریب گئے تو اس نے کہا آپ آج جس وقت یادِ الٰہی میں مشغول ہوں تو دوست کو میرا یہ پیغام دینا کہ میرا گناہ صرف یہی تھا نہ کہ میں نے ایک مرتبہ یہ کہا تھا کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں، چنانچہ اس کے عوض تو نے مجھے طوق و زنجیر اور بیڑیاں پہنا دیں۔ مجھے تیرے عزوجلال کی قسم کہ اگر تو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی مصیبتوں کو طوق بنا کر میرے گلے میں ڈال دے اور تمام جہانوں کو بیڑیاں بنا کر میرے پاؤں میں پہنا دے تو بھی تیری محبت میرے دل سے ذرہ برابر کم نہ ہوگی۔ خواجہ صاحب اس بات پر پہنچ کر زار و زار روئے

سماع دردمندوں کے لئے علاج ہے

جب سماع وغیرہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، اس وقت مولانا محمد مسادی، مولانا قیام الدین اور مولانا بدرالدین صاحبان حاضرِ خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین والشرع والدین قدس سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سُنا ہے کہ سماع کی چار قسمیں ہیں: ایک

حرام۔ دوسری حلال۔ تیسری مکروہ۔ چوتھی مُباح۔ پھر ایک کی شرح یوں فرمائی۔ اگر صاحب وجد کا دل اللہ کی طرف زیادہ ہو تو مُباح ہے۔ اگر قدرے مجاز کی طرف اور قدرے اللہ کی طرف ہو تو مکروہ ہے۔ اگر دل بالکل اللہ کی طرف رجوع ہو تو حلال ہے۔ اگر بالکل مجاز کی طرف ہو تو حرام ہے۔

پھر فرمایا کہ جو آواز موزوں ہو، کس طرح حرام ہو سکتی ہے؟ شیخ الاسلام خواجہ معین الحق والشرع والدین قدس سرہ العزیز سماع کے متعلق فرماتے ہیں کہ سماع ایک سرِ حق ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰھُمُ اللّٰہُ اُولٰٓئِکَ ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ"

جب حیوانی خصلتیں جو ذاتِ عالم میں ہیں، اس کی ذات میں مبدل ہو جاتی ہیں اور انسانی خصلتیں اس کے دل پر غالب آتی ہیں تو عشق کا غلبہ ہو جاتا ہے، اور ہیبت سے جنبش شروع ہو جاتی ہے۔ اس وقت باطنی اسرار کا کشف اسے حاصل ہوتا ہے، جس کے ذوق سے وہ رقص کرنے لگتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

گر عروسِ سبز پوشے مر دے نماید   لاجرم طاؤسِ دل در رقص آید

اسی کے مناسب ہندی زبان میں فرماتے ہیں ؎

بھاگ نہنا کی سا ساجن بیوں ہو لیا   رہس تا چوں سور چوں حب شہ گھر آیا

بعد ازاں فرمایا کہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ایک لونڈی ام المومنین عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے روبرو دف بجا رہی تھی اور گا رہی تھی۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انہیں منع نہ کرو اسی حالت میں رہنے دو کیونکہ ہر قوم کی عید ہوا کرتی ہے۔"

پھر فرمایا کہ حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے

رو بہ دسرود بجایا جا رہا تھا کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بغیر منع فرمائے بیٹھ گئے۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے آکر دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سرود سُن رہے ہیں اور رو رہے ہیں، تو آپ بھی رونے لگے پھر امیر المومنین عثمان وعلی رضی اللہ عنہم آئے۔ جب سرود سنا تو وہ بھی رونے لگے۔ پھر جب نماز کا وقت ہوا تو ظہر کی نماز وضو کر کے ادا کی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی عالم نے حضرت شیخ المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں آکر کہا کہ یہ کب جائز ہے کہ مجمع میں جنگ و دف اور بانسریاں بجائی جائیں سماع سُنا جائے اور صوفی رقص کریں، آپ نے فرمایا سماع نہ تو مطلق حرام ہے اور مطلق حلال۔ اللہ تعالیٰ نے بعض کے لئے حلال کیا ہے اور بعض کے لئے حرام۔ جن کے لئے حرام ہے، انہیں نہیں سُننا چاہیئے۔ لیکن جن کے لئے حلال ہے انہیں کوشش کرنی چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ مزامیر (بانسریاں وغیرہ) کے بارے میں احتیاط اور منع کا حکم بے شک ہے۔ لیکن جب کوئی شخص اپنے مقام سے گرے، تو شرع میں گرے۔ اگر شرع سے بھی گر جائے گا تو پھر اُس کا ٹھکانے کہیں نہیں۔

پھر فرمایا کہ سماع دردمندوں کے لئے بمنزلہ علاج ہے۔ جس طرح ظاہری درد کے لئے علاج ہوتا ہے، اسی طرح باطنی درد کے لئے سماع کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق شرع میں نفس کے ہلاک کرنے کا حکم نہیں آیا اور نہ ہی جائز ہے۔ پس اس قسم کا سماع پر غم اور اہلِ درد کے لئے مُباح ہے۔ اور بے دردوں اور اہلِ نفس وغیرہ کے لئے شریعت اور طریقت دونوں میں حرام ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرف الدین بوعلی قلندر شاہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب اور حضرت شیخ کی ابتدائی زندگی شرف الدین نام اور بوعلی قلندر لقب تھا۔ آپ کا نسب چند واسطوں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے جا ملتا ہے۔ والد ماجد کا اسم گرامی حضرت شیخ فخرالدین اور والدہ محترم کا نام بی بی حافظ جمال تھا۔ والد ماجد اپنے وقت کے بہترین عالم اور متقدر بزرگ تھے۔ ان کی پہلی شادی حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ جن کے انتقال کے بعد مولانا سید نعمت اللہ صاحب ہمدانی کی دختر نیک اختر بی بی حافظ جمال سے عقد ہوا۔ اس عقد کے بعد شیخ فخرالدین نے عراق ہی میں مستقل قیام کا فیصلہ کیا، چنانچہ عراق ہی میں آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ نظام الدین پیدا ہوئے۔ شیخ نظام الدین چھوٹی سی عمر میں بہ سلسلہ تجارت ہندوستان آئے اور پانی پت میں سکونت اختیار کر لی۔ ہونہار بیٹے کی جدائی شیخ کو ستانے لگی۔ چنانچہ آپ ۶۰۰ھ میں عراق سے ہندوستان آئے اور بیٹے کے ساتھ پانی پت میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ پانی پت کے زمانہ قیام میں حضرت شیخ بوعلی قلندرؒ پیدا ہوئے۔ تاریخ پیدائش ۶۰۵ھ ہے چھوٹی سی عمر میں تمام علوم ظاہری حاصل کئے اور بیس سال تک دہلی میں قطب مینار کے پاس درس دیتے رہے۔ اپنے عہد کے علماء میں صف اول میں شمار کئے جاتے تھے۔ نامور علماء آپ کی فضیلت اور استعداد کے معترف تھے۔

کیفیت جذب وسکر دوران درس ایک دن جذب وسکر کی حالت پیدا ہوئی

تو فوراً اٹھے اور علوم و فنون کی کتابوں کو دریا میں ڈال دیا۔ شہر چھوڑ کر جنگل کی طرف گئے اور عبادت الہٰی میں مشغول ہو گئے۔ دوران عبادت میں سخت مجاہدے کئے۔ کئی روز تک پانی میں بحالت استغراق کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ مچھلیاں تمام گوشت پنڈلیوں کا کھا گئیں۔

ایک روز عبادت میں مشغول تھے کہ غیب سے آواز آئی "مانگ کیا مانگتا ہے" عرض کیا "پروردگار عالم تو عالم الغیب ہے، مجھ کو سوائے تیری ذات اقدس اور کچھ درکار نہیں۔ اسی جگہ کھڑا تیری محبت میں جان دے دوں گا" پھر آواز آئی پانی سے نکل، تجھ سے بہت سے کام لینے ہیں۔ پھر آپ نے عرض کیا "دریائے محبت سے خود تو نہیں نکلوں گا۔ اگر تجھ کو نکالنا ہے تو نکال دے۔ پھر آپ پر استغراق طاری ہو گیا۔ اسی حالت میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ تشریف لائے اور انہوں نے گود میں اٹھا کر دریا کے کنارے پر پھینک دیا۔ بعض تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ یہ بزرگ حضرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ آپ کی روح مبارک کو اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخؒ کی تعلیم و تربیت کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چند کلمات وحدت تعلیم فرمائے اور غائب ہو گئے۔ علوم باطنی سے قلب منور ہو گیا۔ اور اسی روز سے آپ بو علی قلندر کہلانے لگے۔

مندرجہ بالا روایات کی بناء پر بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ آپ نے کسی بزرگ اور پیر طریقت کی بیعت نہیں کی بلکہ سید اولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے براہِ راست فیض حاصل کیا۔ اس کے برخلاف بعض نے شیخ بو علی قلندر کو خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا خلیفہ لکھا ہے۔ بعض نے آپ کی خلافت اور ارادت کو حضرت نظام الدین اولیاء اللہ کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ اخبار الاخیار میں ابو محمد شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے دونوں قولوں کی صحت پر شبہ کا اظہار کیا ہے۔

صاحب "سیر الاقطاب" نے عزم و یقین کے ساتھ آپ کی خلافت کو حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اور حضرت شیخ شہاب الدین عاشقؒ دونوں کی طرف منسوب کیا ہے۔

حضرت کا پانی پت میں قیام

مشیتِ ایزدی کے تحت آپ دریا سے نکلنے کے بعد پانی پت تشریف لے آئے اور آخیر وقت تک یہیں مقیم رہے۔ سینکڑوں انسانوں نے آپ سے روحانی کمال حاصل کیا اور راہِ طریقت پر گامزن ہو گئے۔ بعض ایسے حضرات نے بھی آپ سے فیض حاصل کیا جو آگے چل کر خود بھی آفتابِ طریقت بنے۔ ان میں حضرت شیخ جلال الدین محمود پانی پتی کی اولاد سرِ فہرست ہے۔ صاحب "سیر الاولیاءؒ" نے نقل کیا ہے کہ کبیر الاولیاء نے اگرچہ شمس الاولیاء حضرت خواجہ شمس الدین ترک قدس اللہ سرۃ العزیز سے باضابطہ خلافت حاصل کی تھی۔ لیکن اُن کے کمال اور بزرگی میں حضرت شیخ بوعلی قلندرؒ کی نظرِ کیمیا اثر کو بہت دخل حاصل ہے۔ روحانیت کی تعلیم و تلقین کے علاوہ پانی پت اور اس کے اطراف میں تبلیغ اسلام میں بھی آپ کا نمایاں حصہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سینکڑوں غیر مسلم آپ کے دستِ مبارک پر مسلمان ہوئے۔ پانی پت کے علاقہ میں جو مسلمان راجپوت آباد ہیں وہ حضرت بوعلی قلندر ہی کے رشد و ہدایت سے مسلمان ہوتے۔ راجپوتوں کا ایک بڑا سردار امیر سنگھ نامی آپ ہی کے ہاتھوں پر ایمان لایا۔ اسی کے خاندان کے راجپوت مسلمان خوب پھیلے اور انہوں نے اسلام کے لئے خدمات سر انجام دیں۔ اس کے علاوہ دہلی کے شاہی دربار پر آپ کا کافی اثر تھا۔ آپ نہایت ہمت اور دلیری کے ساتھ بادشاہانِ وقت کو لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے پر آمادہ کرتے رہتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت ہندوستان میں دو متوازی حکومتیں کارفرما تھیں۔ ایک حکومت تو وہ تھی جس کا تعلق دہلی کے شاہی دربار سے تھا۔ دوسری حکومت ان بوریا نشینوں کی تھی کہ بڑے بڑے دنیادار بادشاہ ان کے سامنے جھکتے تھے۔ اور ان کے پاس سے

اخلاق وعظمت کے موتیوں سے دامن بھرتے تھے۔

بادشاہوں کی حضرت شیخ سے عقیدت

سلطان جلال الدین خلیجی کو حضرت بو علی قلندرؒ سے بے حد عقیدت تھی وہ آپ کے پاس سلوک وطریقت کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگیا۔ بزرگوں کی صحبت کا اثر تھا کہ جلال الدین خلیجی میں بعض بہتر اوصاف پائے جاتے تھے۔ وہ بُردباری، نرم مزاجی اور خداترسی کے اوصاف اپنے اندر رکھتا تھا۔

جلال الدین خلیجی کی طرح علاؤالدین خلیجی بھی حضرت شیخ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ ایک بار سلطان علاؤالدین خلیجی نے چاہا کہ حضرت شیخ کے پاس کچھ نہ کچھ نذر بھیجنی چاہیے امراء سے مشورہ کیا تو سب نے یہی رائے دی کہ اگر تحفہ حضرت نظام الدینؒ اولیاء کے ذریعہ اور وساطت سے بھیجا جائے تو امید ہے کہ قبول کر لیا جائے ورنہ قبولیت مشکل ہے۔ اس فیصلہ کے بعد سلطان نے امیر خسرو کو حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے سلطان المشائخؒ سے بادشاہ کی خواہش ظاہر کی۔ پہلے تو آپ نے انکار فرمایا پھر اپنے محبوب مرید کو بادشاہ کی نذر لے جانے کی اجازت دی اور فرمایا جو کچھ قلندر عاشق اللہ کہیں قبول کرنا، معترض نہ ہونا۔ امیر خسروؒ بادشاہ کی نذر لے کر تین روز کے بعد پانی پت میں داخل ہوئے حضرت بو علیؒ کی پناہ گاہ پر آئے۔ خدام سے کہا کہ میرا آنا بیان کرو کہ خسروؒ کو حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیاء اللہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ حضرت بو علی قلندر نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ جب کچھ سنانے کی فرمائش کی تو امیر خسرو نے اپنی غزل پرسوز انداز میں پڑھنا شروع کی جس کا مطلع یہ ہے۔

اے کہ گوئی ہیچ سختے چوں فراق یار نیست　　گر امید وصل باشد ہمچناں دشوار نیست

غزل سن کر حضرت بو علی قلندرؒ بہت خوش ہوئے اور فرمایا خسروؒ خوش رہے گا،

جل جائے گا۔ پھر چند اشعار اپنے پڑھے۔ مطلع یہ ہے ؎

خسرو کسے کہ حلقہ تجرید بر سراست
پیہم خسرواں پہ فعل اشتر است

خسرو شیخ کی زبانی اس غزل کو سن کر بہت روئے اور دیر تک رقت طاری رہی
حضرت بو علیؒ نے پوچھا کہ کچھ سمجھا بھی؟ عرض کیا، رونا اسی لئے آیا ہے کہ کچھ نہیں سمجھا۔
یہ سن کر بو علی قلندرؒ بہت خوش ہوئے۔ اور بادشاہ کی نظر بھی قبول کی فرمایا کہ اگر نظام الدین
اولیاءؒ کا واسطہ نہ ہوتا تو ہر گز قبول نہ کرتا۔ خدام کو حکم بھیجا کہ خسروؒ کو خانقاہ میں نہایت
اعزاز و کرام سے رکھو۔ تین روز رہ کر امیر خسروؒ نے رخصت طلب کی۔ آپ نے رخصت
دی۔ اور ایک خط سلطان المشائخ کے لئے اور دوسرا خط سلطان خلجی کے لئے دیا۔ بادشاہ
کے خط میں لکھا:

"علاؤالدین فوطہ دار دہلی مقرر داند کہ بندگان خدا تعالیٰ نکو کند"

جب یہ خط علاؤالدین خلجی کو ملا تو امراء نے کہا کہ بادشاہ کو فوطہ دار سے خطاب کرنا
نہایت بے ادبی ہے۔ سلطان نے کہا غنیمت ہے کہ اس ذکر و بے قدر کو فوطہ دار لکھا ہے
ایک دفعہ تو شحنۂ دہلی تحریر فرمایا تھا۔ اب جو فوطہ دار فرمایا ہے تو اس کے لئے میں بہت
شکریہ ادا کرتا ہوں۔

سلطان غیاث الدین تغلق بھی حضرت کا بیحد معتقد تھا اور آپ کے حلقہ ارادت میں
شامل تھا کا ایک بار اپنے لڑکے اور پوتے کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت شیخؒ
نے حکم دیا کہ شاہی افراد کے لئے کھانے کا انتظام کیا جائے۔ کھانے کا انتظام کیا گیا۔ تینوں
ایک ہی برتن میں کھانے لگے۔ آپ یہ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا "تین بادشاہ ایک
برتن میں کھا رہے ہیں۔ گویا یہ سلطان غیاث الدین کے بیٹے اور پوتے کے
لئے بشارت تھی۔ چنانچہ چند سال بعد بیٹا اور پوتا دونوں ہندوستان کے
بادشاہ ہوئے۔

حضرت شیخ شرف الدین اور حضرت خواجہ شمس الدین

خواجہ شمس الدینؒ کا تذکرہ ضمناً تاج اولیاء

حضرت خواجہ علاؤ الدین صابرہ کے تذکرہ میں آچکا ہے۔ خواجہ شمس الدین کو شمس الاولیاء بھی کہا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب اپنے مرشد تاج الاولیاء کے حکم سے پانی پت میں مقیم ہوئے حضرت بوعلی قلندرؒ پہلے سے شہر کے باہر مقیم تھے۔ خواجہ صاحب کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو آپ نے دودھ کا ایک پیالہ بھر کر کسی خادم کے ہاتھ قلندر صاحب کو بھیجا۔ خادم حضرت بوعلی قلندرؒ کے پاس پیالہ لے کر حاضر ہوا اور اپنے مرشد کا سلام پہنچایا۔ حضرت بوعلی قلندرؒ نے پیالہ دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اور گلاب کی چند کلیاں دودھ میں ڈال کر کہا کہ لے جاؤ۔ خادم دودھ کا پیالہ اپنے مرشد کے پاس لایا۔ حضرت خواجہ ترک دودھ کا پیالہ دیکھ کر مسکرائے۔ حاضرین متحیر ہوئے کہ یہ ماجرا کیا ہے ؟

خواجہ ترک نے فرمایا میرا دودھ سے لبالب پیالہ بھیجنے سے مقصد یہ خبر دینا تھی کہ جس طرح پیالہ دودھ سے بھرا ہوا ہے، اسی طرح پانی پت کا علاقہ میری ولایت سے معمور ہے۔ میرے بھائی نے گلاب کی کلیاں ڈال کر بتلایا کہ میں آپ کی ولایت سے کوئی سروکار نہیں رکھوں گا جیسے دودھ میں کلیاں۔ اسی اثنا میں بعض لوگوں نے حضرت شیخ بوعلی قلندرؒ سے پوچھا تو آپ نے بھی یہی توضیح فرمائی کچھ روز کے بعد خواجہ شمس الدین ترک سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ دونوں میں آخر تک نہایت ہی محبت اور اخلاص رہا۔

صاحب "سیر الاقطاب" نے ایک واقعہ نقل کیا ہے ایک روز حضرت شمس الدینؒ ترک کا ایک مرید کسی کام سے شہر گیا اور واپسی کے وقت حضرت بوعلی قلندر کی قیام گاہ پر گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ آپ بصورت شیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ گھبرایا ہوا اپنے مرشد کے پاس حاضر ہوا، اور جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ مرشد نے حکم دیا کہ دوبارہ حضرت کی قیام گاہ

جاؤ۔ اگر اب بھی ان کو شیر کی صورت میں دیکھو تو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ شیر کو تو جنگل میں رہنا چاہیئے۔ مرید قیام گاہ پہ آیا تو حضرت بو علیؒ کو بدستورِ سابق شیر کی صورت میں پایا۔ اور اپنے مرشد کا پیغام پہنچا دیا۔ اسی وقت اپنی جگہ سے اٹھے اور اسی حالت میں گھونٹے تشریف لے گئے۔ گھونٹے پانی پت کے قریب ایک گاؤں تھا۔ گھونٹے میں بہت روز قیام کیا۔ ایک روز خواجہ شمس الدینؒ نے، اپنے ایک مرید کے ذریعے کہلا بھیجا کہ جہاں آپ تشریف رکھتے ہیں، یہ علاقہ بھی مجھے مرحمت ہوا ہے۔ اسی وقت آپ کرنال کے قریب بوڈھ کھیڑہ میں تشریف لے گئے۔ اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔ کبھی کبھی اپنے بھائی شمس الدینؒ ترک سے ملاقات کے لئے پانی پت میں تشریف لاتے تھے۔ یہ دونوں واقعات آپ کی بلندی اخلاق کا پتہ دیتے ہیں۔

اخبار الاخیار میں مرقوم ہے کہ ایک روز آپ نہایت مستی اور سکر کی حالت میں تھے مونچھیں خلاف سنت بڑھی ہوئی تھیں۔ مولانا ضیاء الدین سامی جو نہایت ہی متدین بزرگ تھے تشریف لائے۔ مونچھوں کو بڑھا ہوا دیکھ کر قینچی لی اور داڑھی پکڑ کر مونچھیں درست کر دیں۔ آپ نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ بلکہ اس واقعہ کے بعد آپ اپنی داڑھی کو پکڑتے اور فرماتے کہ یہ داڑھی متبرک ہے۔ اس کو شریعت کا حکم بجالانے کے لئے پکڑا گیا۔

جو حضرات شریعت اور طریقت کی علیحدگی کے قائل ہیں، وہ ذرا اس واقعہ پہ غور فرمائیں کہ شریعت کی پابندی کو یہ حضرات اولیاء کتنا عزیز سمجھتے تھے۔

حضرت شیخ کی وفات

"سیر الاقطاب" میں ہے کہ ۱۷ رمضان المبارک ۷۲۳ھ میں حضرت کا بوڈھ کھیڑے میں انتقال ہوا۔ تاریخ رحلت "شرف الدین ابدال" سے نکلتی ہے۔ کرنال شریف میں دفن کیا گیا۔ بعض مرادا قرباء نے چند روز بعد رات کے وقت نعش مبارک کو نکال کر پانی پت لے جا کر دفن کر دیا۔ آج بھی کرنال، پانی پت، بڈھا کھیڑا اور باگھونی معتقدین کیلئے مقامات مقدسہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت سیّد محمود گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

نام نسب اور خاندان

اسم گرامی سیّد محمد اور کنیت ابوالفتح ہے۔ متعدد القابات سے یاد کئے جاتے ہیں جن میں گیسو دراز لقب سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس لقب کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک بار اپنے پیر مرشد حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی پالکی دوسرے مریدوں کے ساتھ اٹھائی آپ کے سر کے بڑے بڑے بال تھے۔ جو پالکی کے پایہ میں الجھ گئے۔ پالکی کو کندھے پر رکھ کر دور نکل گئے۔ بالوں کے الجھ جانے سے تکلیف ہوتی رہی لیکن مرشد کے عشق محبت میں خاموش رہے۔ اور غایتِ تعظیم میں بالوں کو پالکی کے پایہ سے نہ نکال سکے جب حضرت شیخ نصیر الدین کو اس کی خبر ہوئی تو اپنے مرید کی اس محبت اور عقیدت سے بہت خوش ہوئے۔ اور یہ شعر پڑھا۔

ہر کہ مرید سیّد گیسو دراز شد — واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

اس واقعہ کے بعد سے "گیسو دراز" مشہور ہوئے۔ آپ کے والد کا نام یوسف حسینی عرف سیّد راجا اور دادا کا نام سیّد علی تھا۔ آپ کا خاندان حسینی سادات کا مشہور خاندان تھا۔ جو ہرات سے آکر دہلی میں مقیم ہو گیا تھا۔ دہلی میں حضرت گیسو دراز کی ولادت باسعادت ۷۲۰ھ کو ہوئی۔

بچپن اور تعلیم

جب حضرت گیسو درازؒ کی عمر چار سال کی تھی تو آپ کے والد دہلی سے دیوگیر منتقل ہو گئے اور وہیں مقیم رہے۔ دولت آباد میں

...ے ماموں ملک الامراء سید ابراہیم مستوفی صوبہ دار تھے۔ آٹھ ہی سال کی عمر
...ضرت گیسو درازؒ کے دینی شغف کا اظہار ہونے لگا۔ وضو اور نماز میں خاص اہتمام
...ے۔ نماز میں ذوق وشوق ظاہر ہونے لگا۔ چھوٹے بچے ان کی خدمت میں جمع رہتے
...ت ہی تعظیم وتکریم کے ساتھ ان کے سامنے اٹھتے بیٹھتے۔ حضرت گیسو درازؒ اس
...ی میں مشائخ کی طرح ان کو تبرک عنایت فرماتے۔ جب دس سال کے ہوئے
... کے والد ماجد کا انتقال ۷۳۱ھ میں دولت آباد میں ہو گیا۔ اور وہیں سپردِ
...ہوئے۔

حضرت گیسو درازؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے نانا سے پائی۔ پھر دوسرے استاد سے
...ی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ نانا اور والد سے حضرت نظام الدین اولیاء اللہؒ اور حضرت
...لدین چراغ دہلویؒ کا ذکر برابر سنتے رہتے۔ چنانچہ بچپن ہی میں ان بزرگوں سے
...ت پیدا ہو گئی اور حضرت نصیر الدین چراغؒ کے دیدار و ملاقات کے منتظر تھے۔ جب
...اجد کا انتقال ہوا تو کچھ دنوں کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے دولت آباد کی
...ت ترک کر دی اور بچوں کو لے کر دہلی تشریف لے آئیں۔ آپ بھی خوشی خوشی دہلی
...تاکہ دیرینہ خواہش پوری ہو۔

...رت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی خدمتِ اقدس میں

دہلی پہنچنے کے بعد حضرت گیسو درازؒ

...ی نماز ادا کرنے کے لئے سلطان قطب الدین کی جامع مسجد میں گئے اور وہاں جمعہ
...ز ادا کی۔ حضرت چراغ دہلوی کو دور سے دیکھا تو ان کے چہرہ مبارک کے جمال وانوار
...ور ہو گئے۔ آخر کار ۱۴ رجب ۷۳۶ھ کو حضرت چراغ دہلویؒ کے دست مبارک پہ
...کی بیعت کے بعد جذبہ عبادت وریاضت اور اعنزا اور عبادت وریاضت میں
...ذت محسوس کرنے لگے۔ ایک روز پیر و مرشد سے عرض کیا کہ علوم ظاہری کی تحصیل

عبادت وریاضت میں خارج ہے۔ لہٰذا ترک کرنا چاہتا ہوں۔ پیرومرشد نے فر
علوم ظاہری بھی ضروری ہیں۔ کتابیں خوب غور سے پڑھو۔ تم سے ایک کام لینا ہے
پیرومرشد کی اس ہدایت کے بعد باطن کو آراستہ کرنے کے علاوہ علوم ظاہری کی تعلیم
کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اور اس زمانے کے معتبر علماء سے علم حاصل کرتے رہے۔

انیس سال کی عمر میں تمام علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور علوم ظاہری سے
فراغت کے بعد ریاضتِ شاقہ کی طرف توجہ کی پنجگانہ، دوگانہ، یا بزرگانہ نماز ادا فرما
اور طے کے روزے رکھتے تھے۔ حضرت چراغ دہلویؒ اپنے مرید کی ریاضت سے بہت
متاثر ہوتے۔ ایک موقع پر فرمایا کہ ستر برس کے بعد ایک لڑکے نے پھر مجھ میں شورید
پیدا کر دی اور پہلے زمانے کے واقعات مجھے یاد دلا دیئے۔ ایک روز اپنے مرید کے
کے پاس تشریف لائے اور اپنے مرید کو کچھ روپے بطور نذر دیئے۔ جس کے بعد سے
حضرت گیسو درازؒ کی بڑی شہرت ہوئی۔ اور صوفیہ کی جانب سے یہ کہا جانے لگا کہ ا
شخص کو جوانی میں ہی اس کامل کا بلند مقام حاصل ہو گیا ہے۔ حضرت گیسو دراز کو بھی ا
مرشد سے دیوانہ لگاؤ تھا۔ مرشد کی خدمت میں مہینوں تک رہے اور مرشد کی
طرح خدمت کرتے۔

مرشد کی آخری ہدایت

حضرت گیسو درازؒ سنتیسویں ۳۷ سال کی عمر میں ایک شد
مرض میں مبتلا ہو گئے۔ مرشد نے ان کے لئے
طبیب اور خادم روانہ فرمائے اور جب ان کو شفا ہوئی تو اُن سے مل کر بہت خوش ہوئے
اور اپنا کمبل اپنے سامنے سے اٹھا کر حضرت کو عنایت فرمایا۔ اور حضرت کے ہاتھ مضبوط
پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کسی کے لئے محنت مشقت کرتا ہے تو کسی چیز کے واسطے کرتا
ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: "سید محمد! اس کام کو میری طرف سے قبول کر لو یعنی
لوگوں سے بیعت لیا کرو۔" حضرت نے سر نیچا کر لیا اور خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم

قبول کر لیا"؟۔ اسی طرح تین دفعہ قبول کرایا۔ اس کے بعد دو ہدایات ارشاد فرمائیں:

"ایک تو یہ کہ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرنا۔ دوسرے یہ کہ میرے متعلقین کے ساتھ رعایت کرنا"

حضرت چراغ دہلویؒ کا انتقال ہوا تو حضرت گیسو درازؒ نے غسل دیا اور جس پلنگ [پر غ]سل دیا۔ اس کی ڈوریاں پلنگ سے جدا کر کے اپنی گردن میں ڈال لیں کہ یہ میرا خرقہ ہے [بعض تذ]کرہ نویسوں کا خیال ہے کہ حضرت چراغ دہلویؒ نے اپنا کسی کو جانشین مقرر نہیں کیا۔ [لیکن] بعض تذکرہ نویسوں کا خیال ہے کہ حضرت چراغ دہلویؒ نے رحلت کے وقت [حضرت] گیسو درازؒ کو اپنی جانشینی کے لئے مقرر کیا تھا۔ (واللہ اعلم بالصواب) مرشد کی [وف]ات کے بعد آپ ان کے جانشین ہو کر مرتبہ ولایت پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے [ایک] عالم کو اپنے انوار سے منور فرمایا۔

[س]فر دکن

دہلی میں تقریباً چوالیس سال قیام کرنے کے بعد ۸۰۱ھ میں گلبرگہ (دکن) میں منتقل ہو گئے۔ راستے میں متعدد شہروں اور قصبوں سے گذرے، ہر جگہ [لوگ] جوق در جوق استقبال کے لئے آئے جہاں بھی ٹھہرتے خواص و عوام دونوں حلقہ بیعت [میں] داخل ہوتے اور حسب مراتب ان کو تلقین فرماتے۔ جب گلبرگہ کے قریب پہنچے تو سلطان [اپنے] اپنے خاندان، امراء اور دربار کے علماء اور شاہی لشکر کے ساتھ استقبال کے لئے نکلا۔ [اور ح]ضرت کو حد درجہ عقیدت و احترام کے ساتھ گلبرگہ لایا۔ دکن کے عوام و خواص دونوں [حض]رت گیسو درازؒ کے فیوض و برکات کے سرچشمہ سے سیراب ہوئے اور آپ کو ان اطراف میں [بے ح]د مقبولیت حاصل ہوئی۔

حضرت کو شریعت کی پابندی کا بڑا خیال تھا۔ لہٰذا احمد شاہ بہمنی کو آپ کی صحبت [کی ب]دولت شریعت کی پابندی کا شوق پیدا ہو گیا، چنانچہ اس نے اپنی بادشاہت کے زمانے [میں ش]ریعت کی ترویج پر بڑا زور دیا۔

وصال گلبرگہ میں ۲۲ سال تک رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا جب عمر شریف ایک سو چار سال ہوئی تو فیوض و برکات کا یہ سرچشمہ بند ہو گیا۔ تاریخ وصال ۱۶ ذلیعقدہ ۸۲۵ھ ہے۔ "مخدوم دین و دنیا" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

ملفوظات

حضرت سید محمود گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

۱ :- سالکوں کو ہمیشہ باوضو رہنا چاہیئے۔ ہر فرض نماز کے لئے تازہ وضو کرنا بہتر ہے۔ وضو کے بعد تحیۃ الوضو ادا کریں۔ بے وضو نہ سوئیں۔ اگر رات کے وقت بیدار ہو جائیں تو وضو کر لیں اور دوگانہ ادا کریں۔ وضو کرتے وقت کسی سے بات چیت نہ کریں۔

۲ :- فجر کی نماز اول وقت میں ادا کریں۔ نماز میں حضورِ قلب مقدم ہے۔

۳ :- اشراق اور چاشت کی نمازوں کے بعد تلاوت قرآن پاک کریں۔ تلاوت کے بعد سلوک کی کتابیں پڑھیں۔

۴ :- رات کو تین حصوں میں تقسیم کریں۔ پہلے حصہ میں اوراد و وظائف میں مشغول رہیں، دوسرے حصہ میں سوئیں۔ تیسرے حصہ میں ذکر اور مراقبہ کریں۔

۵ :- اگر کوئی سالک شہرت کی خاطر عبادت و ریاضت کرتا ہے تو وہ کاذب ہے اور اگر شہرت کے ڈر سے عبادت و ریاضت کو ترک کرتا ہے تو وہ ریاکار اور منافق ہے۔

۶ :- سالکوں کے لئے تقلیلِ طعام ضروری ہے۔ جو چیز کھائیں حلال ہو، اپنی روزی

ثابت کرنے کے لئے کوئی تاویل نہ کریں۔

۷ :۔ جب تک ایک شخص تمام دنیاوی چیزوں سے فارغ نہ ہو جائے سلوک میں گامزن نہ ہو اور جب وہ کسی کا مرید ہو کر خلوت میں بیٹھے تو اپنے دوسروں کے تمام حقوق ادا کرے۔ اس کے پاس عورتیں، بیویاں اور کنیزیں وہ نہ ہوں۔ اس میں مطلق ریا اور غصہ نہ ہو۔ دنیا والوں کی محفلوں اور مجلسوں سے دور رہے۔ اگر کوئی اس کا مال بھی لے لے تو اس کے لئے شور و غل نہ کرے۔ کسی دوسرے کے خیر و شر سے واسطہ نہ رکھے۔ اس کے دل میں جتنی ہوس ہو، اس کو دور کرے۔ اس کو ہمیشہ اپنی موت کا منتظر رہنا چاہیئے۔ آج کا کام کل پر نہ اٹھا رکھے۔ کسی حالت میں اپنے نام یا کام کی شہرت نہ کرے۔ بازار صرف ضرورت کے وقت جائے۔

فقہائے طہارت اور لطافت کی جو باتیں بتائی ہیں ان پر عمل کرے۔ ان سے زیادہ پر عمل کرنا بے کار ہے۔ گرسنگی اور شب بیداری کو درست رکھے۔ لوگوں کی آمد و رفت اپنے یہاں زیادہ نہ ہونے دے۔ عورتوں کی صحبت سے گریز کرے۔

حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ کلیم اللہؒ کی پیدائش اور آپ کا خاندان

حضرت شاہ کلیم ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام احمد تھا۔ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد میں سے ہونے کا شرف آپ کو حاصل تھا۔ حضرت شاہ کلیم اللہؒ کے دادا احمد معمار عہد شاہجہانی کے مشہور ماہرین فن تعمیر میں سے تھے۔ انہیں شاہان مغلیہ کی طرف سے "نادر العصر" کا خطاب ملا تھا آپ اقلیدس، ہیئت، نجوم، ریاضی وغیرہ میں کامل عبور رکھتے تھے۔ تاج محل اور لال قلعہ کو انہیں نے تعمیر کیا تھا۔ احمد معمار کے سب سے چھوٹے صاحبزادے نور اللہ، والد ماجد حضرت شاہ کلیم اللہ بھی ایک باکمال شخص تھے۔ فن تعمیر کے علاوہ خطاطی میں بھی ماہر فن تھے۔ دہلی کی جامع مسجد کی پیشانی پر جو تحریریں ہیں وہ آپ کی باکمال انگلیوں کا کرشمہ ہیں۔

تعلیم و تربیت

حضرت شاہ صاحب کی تعلیم و تربیت بہت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔ خود انہوں نے ابتدائی زمانہ میں بڑی محنت اور جانفشانی سے اکتساب علم کیا۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ برہان الدین المعروف بہ شیخ بہلول اور شیخ ابوالرضا الہندی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ تکمیل تعلیم کے بعد حضرت کلیم اللہؒ کے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا اور وہ یک لخت مدینہ منورہ

ہوگئے۔ واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو ایک کھتری لڑکے سے گرویدگی پیدا
ہو گئی تھی اور عشق اس درجہ تک پہنچ گیا تھا کہ ایک لمحہ بھی اس کے بغیر چین نہیں آتا تھا۔
... میں ایک مجذوب تھے جن کے متعلق عام عقیدہ تھا کہ وہ صرف اس شخص کی نذر قبول
کرتے ہیں جن کا کام ہونا ہوتا ہے۔ شاہ صاحب شیرینی لے کر ان کی خدمت میں حاضر
ہوئے۔ انہوں نے یہ نذر قبول کر لی۔ دوسرے دن شاہ صاحب اس لڑکے کے پاس
گئے۔ اس نے نہایت مہربانی اور توجہ سے آپ کو پاس بٹھایا۔ اور بڑی محبت سے پیش
آیا۔ لڑکے کی اس ملاطفت سے شاہ صاحب کی طبیعت بھر گئی اور ان کے ان احساسات
نے عشق حقیقی کی طرف بلایا۔ اب حضرت شاہ صاحب کی طبیعت اس مجذوب کی طرف
منقلب ہو گئی۔ مجذوب کی صحبت سے ایک جذب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ پہلے تو اپنی
حالت چھپاتے رہے لیکن پھر ضبط نہ ہو سکا اور بالکل مجبور ہو گئے تو مجذوب سے اپنی
حالت بیان کی اور امداد کے طالب ہوئے۔ مجذوب نے کہا "اگر اس قسم کی آگ چاہتے
ہو تو میرے پاس بہت ہے لیکن پانی پتی حضرت یحییٰ مدنیؒ کے پاس ہے، وہاں جاؤ۔"
آپ بے اختیار مدینہ منورہ کی طرف دوڑ پڑے۔ والدہ حیات تھیں اتنی بھی
ہوش نہ رہی کہ والدہ ماجدہ سے اجازت لے لیں۔ طویل مسافت کو طے کرتے ہوئے
مدینہ منورہ پہنچے۔

شیخ یحییٰ مدنیؒ کی خدمت میں حاضری

حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ اپنے زمانہ کے مشاہیر صوفیہ میں سے تھے۔
آپ ہی نے اورنگ زیب عالمگیر کے لئے پیشن گوئی کی تھی کہ تم تخت پر متمکن ہو گے۔
تم سے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت پہنچے گی۔
مدینہ منورہ پہنچ کر شاہ کلیم اللہ اپنا زیادہ وقت شیخ مدنیؒ کی خدمت میں گذارتے
تھے۔ ایک دن شیخ مدنیؒ اپنے کسی شاگرد کو وقایہ پڑھا رہے تھے۔ شاہ کلیم اللہ کے دل

میں خیال گزرا کہ شیخ تو علوم ظاہری ہی کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ شیخ مدنیؒ نے
کو مخصوص کیا اور وہ کتاب شاہ کلیم اللہ کے قبضہ میں دے دی۔ حضرت شاہ صاحب
یہ حال ہو گیا کہ کتاب کی عبارت تک نہ پڑھ سکے۔ چنانچہ دل میں جو وسوسہ پیدا ہوا
اس سے توبہ کر لی اور شیخ کے ظاہری و باطنی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کے
دست اقدس پر بیعت کر لی۔ کچھ عرصہ تک حضرت شاہ کلیم اللہؒ صاحب حجاز میں مقیم
رہے۔ شیخ مدنیؒ نے ان کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

حضرت شاہ کی ہندوستان کو واپسی

حضرت شاہ کلیم اللہؒ نے دہلی واپس آ کر بازار خانم میں اپنا مسکن بنا
اور سلسلہ درس و تدریس شروع کر دیا۔ آپ کی علمی شہرت بہت جلد اکناف ملک میں
پھیل گئی اور دور دور سے طلباء تحصیل علم کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے
لگے۔ حضرت کو حدیث کے درس میں خاص دلچسپی تھی۔

حضرت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توکل اور قناعت کی بے اندازہ دولت ملی تھی
آپ عسرت اور تنگی کے دن گذارتے تھے لیکن کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنا
کجا، امراء و سلاطین کی نذریں اور جاگیریں تک قبول نہیں کرتے تھے۔ آپ کی ملکیت میں
ایک حویلی تھی۔ جس کا کرایہ دو روپے آٹھ آنے ماہوار آتا تھا۔ حضرت شیخ اسی سے گزر
اوقات کرتے تھے۔ آٹھ آنے ماہوار پر ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا اور باقی دو روپے
میں پورے گھر کا خرچ چلاتے تھے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ قحط یا دیگر غیر معمولی حالات
کے باعث اس مختصر سی آمدنی میں گذر اوقات نہ ہو سکی اور آپ قرض دار ہو گئے۔ لیکن اس
کے باوجود حضرت شاہ صاحبؒ نے کسی بادشاہ سے کچھ قبول نہیں کیا۔ ان کی خودداری
کسی کے آگے دست سوال دراز کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ فرخ سیر نے بہت کوشش
کی کہ آپ کو خزانہ سے کچھ دے، لیکن آپ نے ہر بار انکار ہی کر دیا۔

حضرت شاہ صاحب کا روحانی فیض

آپ نے اس عزم سے مسلمانوں کی مختلف حیثیتوں سے خدمات سرانجام دیں۔ حضرت شیخ شاہ کلیم اللہؒ ولی کامل اور عالم باعمل ہونے کے علاوہ اپنے زمانے کے بہت بڑے صاحب قلم بھی تھے، چنانچہ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں سے چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن القرآن	۲۔ عشرہ کاملہ
۳۔ سواء السبیل	۴۔ کشکول
۵۔ مرقع کلیمی	۶۔ تسنیم
۷۔ انعامات	۸۔ رسالہ تشریح الافلاک عالمی محشی لفارسیہ

شرح دیوان غالب کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب شعر بھی کہتے تھے۔ لیکن آپ کا کلام غدر میں تباہ ہو گیا تھا۔ حضرت شیخ نے رشد و ہدایت کی شمع اس زمانے میں روشن کی تھی جب ہندوستان کے مسلمان ایک نہایت ہی نازک دور سے گذر رہے تھے۔ سلطنت مغلیہ کا آفتاب اقبال غروب ہو رہا تھا۔ معاشرہ پر تباہی کے آثار بری طرح نمودار ہو چکے تھے، مذہب کی روح ختم ہو چکی تھی، صرف اوہام اور رسوم باقی تھیں۔ اس تاریک دور میں آپ نے ملت میں نئی روح پھونکنے کی کوشش کی۔

آپ نے تبلیغی نظام مضبوطی سے قائم کیا۔ اپنے متعدد خلفاء اور مریدین کو ہندوستان کے مختلف صوبوں میں بھیجا اور خود مرکز میں رہ کر ان کی ہر طرح نگرانی کی۔

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے بعد چشتیہ کے سلسلے کا مرکزی نظام درہم برہم ہو گیا۔ آپ نے نامساعد حالات کے باوجود سلسلہ کی مرکزیت کو دوبارہ قائم کیا اور اس کے کام میں پھر ایک بار باقاعدگی پیدا کی۔

حضرت شاہ صاحب کے خلفاء

آپ کے خلفاء کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ لیکن ان میں سے مذکورہ ذیل خلفاء بہت مشہور ہیں۔

(۱) حضرت مولانا نظام الدین، اورنگ آبادی (۲) حضرت مولانا محمد ہاشم۔
(۳) حضرت مولانا شاہ جمال الدین جے پوری (۴) حضرت شاہ نانو جن (۵) حضرت مولانا عبدالمجید۔

حضرت شاہ صاحب کا وصال

جب آپ کی عمر مبارک اکیاسی برس کی ہوگئی تو جوڑوں کے درد کے مرض نے غلبہ کیا اور تھوڑے دن علیل رہنے کے بعد دہلی میں ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ کو رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ آپ کے مکانِ سکونت میں آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار شریف آج بھی مرجعِ خلائق ہے۔

بحقِ خواجہ عثمان ہارونی

مدد کن یا معین الدین چشتی

تذکرہ اولیائے چشت

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت قبلۂ عالم

خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت آپ کی والدہ ماجدہ عاقل بی بیؒ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ گھر میں ایک چراغ روشن ہوا ہے جس کی خداداد شعاعوں سے سارا جہاں جگمگا اٹھا ہے اور سارے گھر میں خوشبو پھیل گئی ہے۔ جب آپ کی والدہ مرحومہ نے یہ خواب دیکھا تو گھبرا سی گئیں۔ وقت کے مشہور بزرگ سائیں دورے شاہ صاحبؒ کے پاس جا کر اپنا خواب بیان کیا۔ خواب کی کیفیت سن کر انہوں نے فرمایا "تمہارے گھر میں ایک چراغ روشن ہو گا۔ یعنی ایک لڑکا پیدا ہو گا۔" چنانچہ اس خواب کی تعبیر ۱۱۴۲ھ رمضان شریف کی چودھویں تاریخ کو خواجہ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیدا ہونے پر پوری ہوئی۔

نام حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ کا نام والدین نے بابل یا سہیل رکھا تھا۔ مگر مرشد حق حضرت مولانا فخر الدین صاحب دہلویؒ نے "نور محمد" نام رکھا اور اسی نام سے اُس وقت سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔ متوسلین حضرت کو "قبلۂ عالم" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم حضرت مہاروی علیہ الرحمۃ بچپن کی منزلیں طے کرتے ہوئے جب پانچ برس کے ہوئے تو اس وقت عالم کی اس قبلہ نما بننے والی ہستی کو والدین نے بستی کے مشہور عالم حافظ مسعود احمد صاحب کے پاس قاعدہ پڑھنے کے لئے بٹھایا۔ قاعدہ پڑھ کر پھر حفظ قرآن کی دولت بھی اسی جگہ حاصل فرمائی۔

حصولِ علم کے لئے ترک وطن

حافظِ قرآن ہونے کے بعد درسی کتب کی تعلیم کے لئے پہلے کچھ عرصہ موضع بھڈیراں جو مہار شریف سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر واقع ہے، پڑھتے رہے۔ بعد آزاں پاک پٹن شریف کے قریب موضع بیلانہ میں حضرت احمد صاحب کھوکھر کے پاس بھی بقایا ابتدائی درسی کتابیں مکمل فرمائیں۔

آپ نے اپنے قابلِ قدر استاد محترم سے اجازت طلب کر کے مندرجہ ذیل مقامات پر تعلیم حاصل کی:

بھڈیراں، بیلانہ، ڈیرہ غازی خاں، لاہور، اورنگ آباد شریف، دہلی۔ علیٰ ہذا القیاس۔

مصنفِ "مناقب نور" کے بقول حضرت مہاروی زیادہ تر علم کی تحصیل کے لئے حضرت مولانا فخرِ جہاںؒ کے پاس ہی رہے حتیٰ کہ اپنے استادِ محترم سے قدر شیفتگی اور تعلق باطنی ہو گیا کہ حضرت نے پختہ ارادہ کر لیا کہ مولانا فخرِ جہاںؒ سے رشتۂ تعلق باطنی بھی وابستہ کیا جائے۔

بیعت

اس خیال کو حضرت مولانا کے سامنے ظاہر بھی کر دیا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ بیعت کے لئے پہلے استخارہ کرنا مناسب ہے۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ کسی شخص نے پختہ طعام کا ایک طبق خواجہ صاحب کو دے کر حضرت مولانا کا جبۂ شریف انہیں پہنا دیا ہے۔ چنانچہ صبح کو استخارہ کے خواب کی کیفیت حضرت مولانا کی خدمت میں عرض کی تو مولانا نے حکم استخارہ کے ورد کا ارشاد فرمایا۔ آخر میں مولانا نے مزار حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ پر بیعت سے ممتاز فرمایا۔

مرشد کے حضور میں قیام

سولہ سال تک متواتر محنت اور مسلسل مراقبہ دریاضت کے ذریعے تزکیۂ نفس کے مراحل بزرگ استاد

اور محترم مرشد کی خدمت میں طے فرماتے رہے۔ اور علومِ ظاہری و باطنی کی منزلیں طے کرنے کے بعد یادِ وطن نے چٹکی لی۔ محترم مرشد سے واپس وطن کی طرف آنے کی اجازت چاہی تو حضرت مولانا نے برضا و رغبت وطن جانے کی اجازت بخشی۔

مراجعتِ وطن کا نظارہ سولہ سال کے طویل عرصہ کے بعد یہ ریاضت گذار، معرفت کا شہسوار اس شان سے کہ ہندوستانیوں کی سی وضع قطع اختیار کیئے ہوئے، تنگ پاجامہ پہنے، انگرکھا بدن پہ، کلاہ چھار ترکی سر پر، وضو کے لئے مٹی کا آفتابہ کندھے پہ لیئے ہوئے مہار آن پہنچا۔ بستی کے باہر ایک برساتی نالہ پہ چند ایک عورتیں کپڑے دھو رہی تھیں، جن میں حضرت کی ایک چچی بھی تھیں۔ جب عورتوں نے ہندوستانی وضع قطع کے ایک مسافر کو دیکھا تو دریافت کرنے لگیں کہ بھائی مسافر! تم ہندوستان سے آرہے ہو، ہمارا بھی ایک لڑکا بابل فلاں حلیئے کا مدت سے ہندوستان گیا ہوا ہے۔ اب تک اس کی کوئی خبر نہیں آئی۔ نو وارد (حضرت خواجہؒ) نے ان عورتوں کو جواب دیا کہ میرا نام ہی بابل ہے چنانچہ آپ کی والدہ کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو فوراً گھر سے باہر آپ کے استقبال کو نکلیں اور اپنے نورِ نظر کو سینے سے لگا لیا اور تسکین حاصل کی۔

عطائے خرقہ خلافت حضرت خواجہ کی جس وقت تعلیم روحانی کی تکمیل ہو چکی تو حضرت مولانا نے اپنی موجودگی میں آن سے ارشادات عالیہ کی تکمیل کرانی شروع کی، حتیٰ کہ ایک دن وہ بھی آیا کہ شیخ طریقت کی طرف سے آپ کو خرقہ خلافت بھی عطا ہو گیا۔ اس کے بعد جب کوئی دہلی شریف میں فخر جہاںؒ کے پاس بیعت کی خاطر حاضر ہوتا تو آپ اسے مہار دیؒ کی طرف بھیج دیا کرتے۔

عادات و خصائل

نماز نماز ہمیشہ سفر و حضر میں اول وقت میں باجماعت ادا فرمایا کرتے۔ عموماً ایسے

امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز فرمایا کرتے تھے جس کے سر پہ بال ہوں۔ اکثر منڈے امام کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ فرائض کی پابندی، واجبات، سُنن، صلوٰۃ اوابین، نوافل، حفظ الدعیان، تہجد، اشراق، ضحیٰ وغیرہ آپ کی خصوصی ریاضت تھی، جس کو نہایت ہی ذوق وشوق سے پورا فرماتے۔

وضو آپ ہر وضو کے ساتھ مسواک کیا کرتے تھے۔ وضو سے فارغ ہو کر ایک رومال کے ساتھ اعضائے وضو کو صاف فرماتے بعد میں کنگھی کرتے اور سورہ "الم نشرح" کا ورد فرماتے اور فرمایا کرتے کہ یہ ہر کام میں مدد دیتی ہے۔

غذا غذا بہت کم کھایا کرتے۔ ایک یا دو روٹی پر اکتفا فرماتے۔

لباس سر کا لباس قادری ٹوپی ہوتی تھی۔ جس میں عموماً ٹکی ہوتی تھی۔ سردیوں میں روئی دار ٹوپی اور سفر میں کبھی سلاری یا دستار مبارک سر پہ باندھا کرتے تھے۔ گریبان کے بٹن ہمیشہ سینہ کے ایک طرف ہوتے تھے۔ بنسوار اور رومال ہر وقت پاس رہتا تھا۔

حضور کا انتقال ابتداً حضور کے پاؤں کے انگوٹھے میں درد شروع ہوا اور یہ درد ترقی کرتا چلا گیا۔ اس درد کے متعلق حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ درد ہم فقراء کو وراثت میں ملا ہے۔ حضرت مولانا فخر جہاںؒ حضرت کلیم اللہ جہاں آبادیؒ اور حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ کو بھی یہی درد تھا۔ حتیٰ کہ یہی درد آپ کا جان لیوا بنا۔

چنانچہ شب خمیس میں سے ابھی ایک ساعت باقی تھی کہ تیسری ذلحجہ شریف ۱۲۰۵ھ کو حضرت نے اس جہان فانی کو ۶۳ سال کی عمر شریف میں الوداع کہا۔

نماز جنازہ میں ہزارہا افراد نے شرکت کی اور آپ کو چشتیاں شریف ضلع بہاولنگر میں دفنایا گیا۔ بعد میں حضور کے مزار پُرانوار کو نواب بہاولپور نے بے شمار

خرچ کر کے تعمیر کرایا جواب تک مرجع خلائق ہے۔

ملفوظات

حضرت قبلہ عالم مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

کسی بزرگ کی ہدایت وارشاد پر تبصرہ اس کے اقوال اور نصائح سے زیادہ بہتر اور کسی عنوان کے تحت نہیں ہو سکتا۔

حضور قبلہ عالم کے ملفوظات شریف مندرجہ ذیل ہیں:

۱ :- کامل انسان جان عالم ہے اور اس کا مرجانا فنا عالم ہے۔

۲ :- تمام موحدین جنت میں جائیں گے۔

۳ :- ہر شخص کا دل اپنے محبوب کی طرف مائل رہتا ہے۔

۴ :- تمام موجودات آئینہ جمالِ حق ہیں۔

۵ :- ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ کھانا کھا کر ریاضت عبادت، تلاوت دورد پاک کے شغل سے سیر ہو کر کھایا ہوا کھانا ھضم کرنا اس سے بہتر ہے کہ آدمی بھوکا رہ جائے، کچھ نہ کھائے۔

۶ :- ایک دفعہ فرمایا کہ اگر ولی توجہ کرے تو اُسے ماضی اور مستقبل کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔

۷ :- آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ تمام اعمال بے کار ہیں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت دل میں جاگزیں ہو۔

عَلیٰ ھٰذا القیاس

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش اور خاندان

حضرت شاہ محمد سلیمان کی ولادت باسعادت ۱۱۸۴ء میں بمقام گڑگوجی ہوئی۔ آپ کے والد کا اسم گرامی زکریا بن عبدالوہاب بن عمر خاں تھا۔ یہ خاندان افغان قوم جعفریہ قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ افغان ہونے کی وجہ سے آپ کا خاندان اس علاقہ میں روہیلہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آپ کے والد کا انتقال آپ کی شیر خوارگی کے زمانے میں ہوگیا تھا۔ والدہ نے بچے کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ اُن کو اپنے بچے کی اقبال مندی کا یقین ایک خواب سے ہوگیا تھا۔ ولادت سے پہلے انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ آفتاب بلندیوں سے اتر کر اُن کی گود میں آگیا ہے اور تمام گھر منور ہوگیا ہے۔ اور سینکڑوں آدمی مبارک باد دے رہے ہیں۔

تعلیم و تربیت

جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ نے مُلّا یوسف جعفر کے پاس قرآن پاک پڑھنے کے لئے بھیجا۔ آپ اُن سے نصف قرآن شریف پڑھنے کے بعد اپنے ایک ہم قوم حاجی صاحب سے پڑھنے لگے۔ حاجی صاحب کے ارشاد کے مطابق آپ تونسہ میں میاں حسن علی کے پاس چلے گئے وہاں آپ نے بگی مسجد میں جو تونسہ کے بازار کے قریب تھی، پڑھنا شروع کر دیا۔ میاں حسن علی کے مدرسے کے طلباء کا دستور تھا کہ وہ یا تو گداگری کر کے یا مزدوری کے ذریعے خود اپنے لئے معاش تلاش کرتے تھے۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب کو نہ گداگری آتی تھی

مزدوری۔ ایک دن گداگری کے لئے نکلے تو ایک ہندو بقال کے گھر پہنچ گئے، اس
عورت روٹی پکا رہی تھی۔ حضرت نے روٹی کا سوال کیا۔ جب اس نے کوئی جواب
دیا تو آپ نے آگے بڑھ کر روٹی اٹھا لی اور چلتے بنے۔ بقال نے جب حضرت کے
او میاں حسن علی سے اس بات کی شکایت کی تو استاد نے حکم دیا کہ تم گداگری کے
تا نہیں، مزدوری کے لئے جایا کرو۔ دوسرے دن دو آنے یومیہ مزدوری پہ لگ گئے۔
پھر آپ پتھر پہ بیٹھے رہے۔ مزدوروں نے مالک سے شکایت کی لیکن مالک نے
پ کو مزدوری دے دی۔ میاں حسن علی کو جب یہ معلوم ہوا تو کہا اب تم میرے گھر سے
لیا کرو۔

غرضیکہ ایک عرصہ تک آپ میاں حسن علی کے مدرسے اور اس کے بعد لانگھ
ن کوٹ میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ کا شمار لائق ترین علمائے دین میں
نے لگا۔

بچپن ہی سے آپ پر بزرگوں کی نظر کرم تھی۔ اس کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا
تا ہے۔ جس زمانے میں آپ میاں حسن علی کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے
دن آپ تونسہ شریف سے بیس کوس جنوب میں واقع ایک موضع سوکڑ میں ایک
ب کے لئے گئے۔ وہاں مولوی نور محمدؒ نارووالہ صاحب سے ملاقات ہوئی، جو حافظ
الدین صاحب مدنیؒ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ مولوی صاحب نے حضرت شاہ صاحب
ہت تعظیم کی اور باوجود پیرانہ سالی کے خود پیدل چلے اور شاہ صاحب کو گھوڑے پہ
رایا۔ مولوی صاحب کے ایک مرید نے یہ دیکھ کر کہا کہ حضرت آپ ضعیف ہونے
وجود پیدل چل رہے ہیں اور نوجوان کو گھوڑے پہ سوار کر رکھا ہے۔ اس پہ مولوی
نے غصہ کی نظروں سے دیکھتے ہوئے، جواب دیا: خاموش رہو! بے ادب!
ی شہرت سے واقف نہیں۔

حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی خدمت میں حاضری

جس زمانے میں آپ مٹھن کوٹ میں مقیم تھے، آپ کو حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے اُچ شریف آنے کی خبر ملی۔ اس زمانے میں آپ کو امر بالمعروف کی تلقین کا بڑا خیال تھا۔ شاہ نور محمد مہارویؒ سے سماع کے مسئلہ پر بحث کرنے اور اس عمل سے پرہیز کرنے سے متعلق تبلیغ کرنے کی نیت سے روانہ ہوتے۔ لیکن ان کی خدمت میں پہنچ کر دل کی دنیا ہی بدل گئی اور اس قدر متحیر ہوئے کہ فوراً ان کے دستِ حق پر بیعت کر لی۔

مشہور ہے کہ حضرت خواجہ نور محمدؒ کے پیر و مرشد حضرت فخر الدینؒ نے ایک دن اپنے مرید و خلیفہ کو ہدایت کی تھی کہ ایک خدا رسیدہ نوجوان جو اپنے وقت کا سلیمانؑ ہوگا۔ اسے اپنے مخلصین میں شامل کرو۔ یہ ہمارے اور تمہارے لئے برکت کا باعث ہوگا۔ اور بعض تذکروں میں مرقوم ہے کہ حضرت شاہ فخر الدینؒ نے ایک شہباز کو مقید کرنے کی بشارت دی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ اس سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی تبلیغ اشاعت کو چار چاند لگ جائیں گے۔ چنانچہ شاہ نور محمدؒ اسی شہباز کی تلاش میں اُچ اور مٹھن کوٹ تشریف لاتے تھے۔

حضرت شاہ نور محمدؒ آپ کو حلقہ مریدین میں شامل کرنے کے بعد کس قدر خوش ہوتے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم کو مبارک باد دو کہ وہ شہباز طریقت جس کی تلاش میں ہم کئی سال سے سرگرداں تھے، اب ہمارے دام میں آ گیا ہے۔

دہلی کا سفر

حضرت شاہ نور محمدؒ نے نوعمر طالب علم کو مرید کرنے کے بعد حکم دیا کہ وہ اپنا پیر حضرت مولانا فخر الدینؒ کی زیارت کے لئے دہلی جائے۔ حضرت شاہ سلیمانؒ نے دہلی جانے کا ارادہ کر لیا۔ اجمیر، جے پور، جودھ پور ہوتے ہوئے دہلی پہنچے۔ شدید گرمی کا زمانہ تھا، پھر ریگستان کا سفر، میلوں تک پانی ندارد، کوئی

ہی نہ کوئی دوست لیکن یہ سلیمان ثانی کمال شوق سے قبلہ عالم کا حکم بجالا رہا تھا۔ اور سفر
تکالیف کی کچھ پرواہ نہیں کرتا تھا۔ عشق و محبت کا یہ متوالا جب دہلی پہنچا تو معلوم ہوا کہ
حضرت مولانا فخر الدینؒ وصال پاچکے ہیں۔ حضرت کو اس کا بہت رنج ہوا۔ لیکن اس کی
مشیت کو خدا کے سپرد کرتے ہوئے چالیس دن تک دہلی میں مقیم رہے۔ دہلی سے واپسی
دوران سفر میں بہت سے درویشوں اور خدا رسیدہ بزرگوں سے ملاقات کی اور اس کے
اپنے پیر و مرشد حضرت قبلہ عالم نور محمد صاحبؒ کی خدمت میں مہار شریف پہنچ گئے اور
عرصہ تک پیر و مرشد سے روحانی فیض حاصل کرتے رہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کی تشویش

جب عرصہ تک آپ کی کچھ خبر نہ ملی تو والدہ کو فکر لاحق ہوئی۔ لائق بیٹے کی تلاش میں گڑھ کوچ
سے سوکڑ تشریف لے گئیں۔ جب یہاں بھی بیٹے کا کچھ پتہ نہ ملا تو اپنے داماد کو تلاش کے
لئے آگے بھیجا۔ وہ تلاش کرتے کرتے آخر ان سے جا ملے اور والدہ کی تشویش اور پریشانی کی
داستان سنائی۔ آپ پیر سے اجازت لے کر والدہ کے پاس گئے۔ پیر سے دور ہٹ کر عشق
کی آگ اور بھڑک اٹھی اور مفارقت کی تاب نہ لا سکے۔ ماں کا یہ عالم تھا کہ بیٹے کی جدائی کے
کے تصور سے بھی ان کو تکلیف ہوتی تھی۔ لیکن آپ پیر و مرشد کے فراق میں بے چین ہو
گئے۔ والدہ نے آپ کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی، کانٹوں کا حصار کیا۔ پہرے بٹھائے
گئے۔ لیکن عشق کے سامنے یہ سب تدابیر بے معنی تھیں۔ چشم زدن میں یہ تمام بند شیں
ٹوٹ گئیں اور وہ دیوانہ وار پیر کی طرف دوڑ پڑے۔ اس کے بعد آپ کا دستور ہو گیا کہ ایک
مہینہ مہار شریف قیام کرتے پھر کچھ دنوں کے گھر آجاتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب کو اپنے پیر و مرشد سے عشق تھا۔ ان سے جب جدا ہوتے
تو پریشان اور بے چین رہتے۔ ذوق و شوق کے عالم میں اکثر پیدل ہی مہار شریف روانہ
ہو جاتے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا پیروں سے خون جاری ہو گیا، لیکن چلتے رہے اور مرشد کے

قدموں میں جا کر دم لیا۔

خلافت اور تونسہ شریف میں قیام

پندرہ سولہ برس کی عمر میں آپ حضرت نہاروی سے بیعت ہوئے تھے۔ شیخ کی صحبت کا فیض چھ سال تک اٹھایا۔ اکیس۲۱ بائیس۲۲ سال کی عمر میں پیر و مرشد نے خلافت عطا فرمائی۔ خلافت عطا کرنے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد پیر و مرشد کا انتقال ہوگیا۔ پیر و مرشد نے خلافت دیتے وقت تونسہ میں قیام کی ہدایت کی۔ تونسہ ڈیرہ غازی خاں سے تیس۳۰ میل کے فاصلے پر غیر معروف گاؤں تھا۔ پیر و مرشد نے حکم دیا کہ اپنا وطن چھوڑ کر وہاں آباد ہو جاؤ۔ اور اصلاح و تربیت روحانی کا کام جاری کرو۔ آپ پیر و مرشد کی ہدایت کے بموجب تونسہ روانہ ہوگئے۔ اور سرکنڈے کی جھونپڑی بنا کر عبادت میں مشغول ہوگئے۔ کچھ دن کے بعد الف خان رئیس نے حضرت کی اجازت سے ایک مکان بنوا دیا۔ نواب بہاول خان والئ ریاست بہاولپور نے چند مرتبہ مسجد کی تعمیر کے لئے کئی ہزار روپے خدمت اقدس میں پیش کئے لیکن آپ نے وہ روپیہ درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر دو تین سال بعد مسجد بھی تعمیر کر دی گئی۔ اس طرح رفتہ رفتہ تونسہ بارونق اور پر فضا مقام بن گیا، اور دور دور سے لوگ وہاں شرف بیعت حاصل کرنے کے لئے آنے لگے۔

حضرت شاہ صاحب کا فیض

آپ کے کارناموں کو ذیل میں مختصراً بیان کیا جاتا ہے:

۱:- اجراءِ مدارس

آپ نے تونسہ شریف میں سکونت پذیر ہونے کے بعد سب سے پہلا کام اجراءِ مدارس کا کیا۔ اس سے علم کی روشنی پھیلانے اور جہالت دور کرنے میں بڑی مدد ملی۔

۱:۔ درس وتدریس آپ اپنے خاص شاگردوں اور مریدوں کو سلوک و احسان کی کتابوں کا درس دیتے تھے اور اس سے اصلاح اخلاق و اعمال میں بڑی مدد ملتی۔

۲:۔ تعلیمِ اخلاق آپ نے سب سے زیادہ تعلیمِ اخلاق پر زور دیا۔آپ مریدوں کو اس کی بہت زیادہ تلقین فرماتے۔

۴:۔ ارکانِ اسلام کا تحفظ حضرت شاہ صاحب کو ارکانِ اسلام کے تحفظ کا بڑا خیال تھا۔جس وقت آپ نے اصلاح وتربیت کا کام شروع کیا تھا، اس وقت لوگوں میں فسق وفجور کا دور دورہ تھا۔آپ نے اپنی اصلاحی کوششوں سے ارکان اسلام کا تحفظ فرمایا۔

۵:۔ صوفیہ کی اصلاح آپ کے زمانے میں عام صوفیاء مختلف قسم کی بد اعتقادیوں کے شکار تھے اور مختلف قسم کی برائیاں ان میں گھر کر گئیں تھیں۔آپ نے کوشش کی ان میں اطاعتِ حق کا صحیح جذبہ اور دین کا احساس پیدا ہو۔

غرضیکہ آپ بہت بڑے برگزیدہ بزرگ تھے۔آپ کے ارشاد و تلقین سے پنجاب وافغانستان کے ہزاروں گمراہوں نے ہدایت پائی۔آپ کے خلفاء ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے اور رشد و ہدایت کے چراغ روشن ہوگئے۔حضرت نے جس وقت پنجاب میں مسندِ اصلاح وتربیت بچھائی اس وقت سارا صوبہ سکھوں کے تسلط میں تھا، سلطنتِ مغلیہ ختم ہو رہی تھی۔مسلمانوں پر مغلوبیت اور رنج وغم کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ان حالات میں آپ شریعت وسنت کی تلقین میں برابر سرگرم رہے آپ کی تمام تبلیغ و اصلاح کا محور اخلاقِ محمدی تھا۔آپ مسلمانوں کو صحیح طور پر اخلاقِ محمدی کے نمونہ پر دیکھنا چاہتے تھے۔

حضرت کے متعلق چند عجیب و غریب واقعات

ایک شخص اپنی بیوی کو حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ ان پر جن کا اثر ہے۔ آپ نے جن کو حکم دیا کہ اس عورت کو چھوڑ دو، جن نے عرض کیا، میرا بیٹا بیمار ہے، اس کے لئے تعویذ عنایت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: اگر تمہارا بیٹا بیمار ہے تو اس عورت کو تنگ کرنے سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ جن عرض کرنے لگا کہ لوگ مجھے آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہونے دیتے اس لئے اس عورت کے ذریعے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ جن نے اسی وقت عورت کو چھوڑ دیا اور وہ تندرست ہو گئی۔ آپ نے جن کے لڑکے کے لئے تعویذ عنایت فرمایا اور وہ تندرست ہو گیا۔

لوگوں نے آپ سے ایک سردار کے ظلم و ستم کی شکایت کی۔ آپ نے سردار کو نصیحت کی کہ خدا تعالیٰ کے قہر و جلال سے ڈرو۔ اس کے جواب میں وہ سردار حضرت کے ساتھ نہایت جرأت اور گستاخی سے پیش آیا۔ دوسرے روز اس سردار کے پیٹ میں شدید درد اٹھا، اور اس کی یہ حالت ہو گئی کہ وہ کتے کی طرح بھونکنے لگا۔ اس کے دوست آپ کے پاس آئے مگر آپ نے کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ آخر یہ گستاخ اور بیباک سردار تھوڑی دیر میں اسی حالت میں مر گیا۔

نواب صادق محمد خاں والئی بہاولپور سردار اسد اللہ خاں والئی سانگھڑ کی لڑکی سے شادی کرنے کے بے حد خواہشمند تھے۔ حضرت نے نواب بہاولپور کو اس شادی سے روکا اور فرمایا کہ اس شادی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو تم چلے جاؤ گے یا تمہاری سلطنت ختم ہو جائے گی۔ مگر نواب نہ مانے اور انہوں نے نکاح کر لیا۔ چنانچہ ایک سال کے اندر ہی نواب بہاول پور انتقال کر گئے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ ایک مرتبہ مرشد کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے سانگھڑ جا

رہے تھے راستے میں دریا طغیانی پر تھا۔ ملتان میں دیوان ساون مل کے کارندے پر بھو دیال ستے کشتیاں ضبط کر لیں۔ حضرت نے فرمایا: ہم کو نہ ستاؤ، مگر وہ باز نہ آیا۔ آخر مجبور ہو کر آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کی مدد فرماتا ہے، کیا ہم جو اس کے حقیر بندے ہیں اور اس کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے غلام ہیں، کیا ہم راستہ نہ پا سکیں گے؟ یہ فرما کر اللہ کا نام لینے کے بعد دریا کی جانب بڑھے اور پوری جماعت آسانی سے دریا سے پار اتر گئی۔

حضرت شاہ صاحب کا وصال

ماہ صفر ۱۳۰۷ھ کا چاند دیکھ کر حضرت نے فرمایا: ہمارے سفر کا مہینہ ہے، خدا خیر کرے۔ کچھ دن بعد زکام کی شکایت ہوئی اور ۷ صفر کو جان، جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ نواب بہاولپور نے ستر ہزار روپیہ کے صرفہ سے سنگ مرمر کا عالیشان مقبرہ تیار کرایا۔ آپ نے اپنے پیچھے خلفاء کی ایک بڑی تعداد چھوڑی۔ جنہوں نے برِصغیر پاک و ہند کے کونے کونے میں اشاعت و تبلیغ کا کام کیا۔ اور اپنے پیرو مرشد کے مشن کو زندہ رکھا۔

حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت اور ابتدائی زندگی

۱۹۰۸ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی ابتدائی زندگی کے ابتدائی حالات کی تفصیلات تو معلوم نہیں ہو سکیں، البتہ بعض احباب کا بیان ہے کہ حضور اپنے ہوش کے زمانے میں ...

باوضو رہا کرتے تھے۔ وہ زمانہ ایک حد تک اعتقادی زمانہ تھا۔ بچپن میں مرید لوگ حضور کی جیب میں چاندی کے روپے ڈال دیتے تھے۔ حضور گھر تشریف لانے سے قبل وہ روپے اپنے ہم عمر لڑکوں میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ سخاوت کی یہ عادت کبھی بھی ترک نہ فرمائی طفولیت کے بعد سنِ شباب آیا تو اس کے سخاوت بھی شباب کو پہنچی۔ روپیہ، مال و دولت حتیٰ کہ بدن کے کپڑے اور کاریں بھی مانگنے والوں کو عنایت فرما دیتے۔

اخلاق و اشغال

آپ عالم بے بدل تھے۔ جری اور ماسوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرتے تھے۔ کوئی قدم شریعت محمدیہ کے خلاف نہ اٹھتا تھا۔ عبادت اور زہد کا یہ عالم تھا کہ وفات سے قبل پانچ چھ برس تک چاہے گرمی ہو یا سردی ہفتہ میں دو یوم روزہ رکھتے تھے۔ یعنی ماہِ صیام کے علاوہ یہ عادت سفر و حضر ہر حالت میں قائم رہی۔ راتوں کو بہت کم سوتے اور راتوں کا اکثر حصہ عبادات میں گذرتا۔ اس لئے حضور کے قدم مبارک متورم رہتے۔

آپ کبھی کسی کی شخصیت سے مرعوب نہ ہوتے اور حق بات منہ پر کہہ دیتے خواہ مخاطب غریب آدمی ہوتا یا کوئی والئ سلطنت ہوتا۔ خلق کا یہ عالم تھا کہ اگر زید نے عمر بھر حضرت کی مخالفت کی ہو، جب وہ اپنی کوئی حاجت لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضور ہمیشہ اس کی امداد فرماتے اور ہر ذاتی خطاکار کو بخش دیتے۔

خلقِ خدا کی حاجت روائی اور ان کے کاروبار میں معاونت حضور کی خصوصی توجہ کا مرکز تھی۔ مثلاً کسی نے عرض کیا، حضور میرا فلاں فلاں کام ہے۔ تو حضور اپنا خاص آدمی معہ اس سائل کے جن کا خرچہ لنگر کے ذمہ ہوتا، بھیجتے کہ اس کا کام ضرور ہونا چاہیئے جب تک کام نہ ہو جاتا، حضور انتظار میں رہتے۔

حضور کے ملفوظات میں ہے کہ مخلوقِ خدا کے کاموں میں دلچسپی لیا کرو۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

کشف و کرامات

ڈاکٹر غلام فرید (ڈیرہ غازی خاں) جو کہ آپ کے مریدوں میں سے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ عالمِ خواب میں جب بھی حضور کی زیارت ہوتی تو میں تونسہ شریف حاضری کے لیے پہنچ جاتا تھا۔ وہاں اکثر دفعہ لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا حضور نے تمہیں بذریعہ تار بلوایا ہے؟ کیونکہ حضور آج دربار میں فرمارہے تھے کہ آج غلام فرید آئے گا تو فلاں کام اس کے ذمے لگادوں گا۔ اور تم آج پہنچ بھی گئے۔

یہی ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضور نے فرمایا کہ فلاں روز فلاں وقت ملتان سے ڈیرہ غازی خاں پہنچ جاؤں گا۔ میں اپنے دیگر دوستوں کے ہمراہ بمقام گیدر والہ چاہ پیشوائی کے لیے پہنچا۔ دیر تک انتظار کیا لیکن حضور تشریف نہیں لائے۔ اس لیے تشویش لاحق ہوئی۔ کچھ سوچ بچار کے بعد اس نتیجے پہ پہنچے کہ ہوسکتا ہے کہ حضور کی کار میں کوئی نقص واقع ہوگیا ہو اور اسی سبب سے آپ کی تشریف آوری میں تاخیر ہو رہی ہو۔ آخر باہمی مشورہ کے بعد یہ طے پایا میں اپنی کار بطور حفظِ ماتقدم دریا کے غربی کنارے پُل پہ بھیج دوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

ادھر حضور ملتان سے روانہ ہو کر کشتیوں کے پُل پہ پہنچے تو کشتیوں کا پُل مرمت کے لیے اکھڑا ہوا تھا۔ کار اس پہ سے نہیں گذر سکتی تھی البتہ مسافر پل پہ سے پا پیادہ گذر سکتے تھے۔ حضور نے اپنی کار مشرقی کنارے پہ چھوڑی، اور خود پیدل پُل عبور فرمارہے تھے کہ اسی اثناء میں حضور کے ایک خادم نے کہا: حضور! آج آپ کی کرامت دیکھیں گے اگر ڈاکٹر غلام فرید آپ کے لئے اپنی کار بھیجدے۔ حضور نے خادم سے فرمایا: "کیا تو ہمیں ولی سمجھتا ہے؟"

جونہی آپ پُل عبور کر کے دریا کے غربی کنارے پہ پہنچے میری کار حضور کے سامنے آکر رُکی تو اسی خادم نے عرض کیا۔ "کیا اب بھی آپ کی ولایت میں شک ہوسکتا ہے؟"۔

آخری اوقات اور علالت

ڈاکٹر غلام فرید بیان کرتے ہیں کہ حضور کے ایک عزیز ۴ صفر ۱۳۸۵ھ بمطابق ۵ مئی ۱۹۶۵ء کی شام کو مجھے اطلاع دی گئی کہ حضور ملتان میں مقیم ہیں۔ آپ کو کچھ تکلیف ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ڈاکٹر غلام فرید کو سلام کہہ دینا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب ۶ مئی ۱۹۶۵ء کو ملتان پہنچے۔ جب کہ حضور تونسہ شریف روانہ ہونے کے لئے تیار تھے۔ حضور نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا: "تونسہ شریف آؤ گے؟ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا، انشاء اللہ!

غرضیکہ ڈاکٹر صاحب ۶ صفر ۱۳۸۵ھ کو تونسہ شریف پہنچے حضور جب گھر سے باہر تشریف لائے تو فرمایا " ڈاکٹر صاحب! بہت دکھی ہوں۔ اور اپنی تکلیف کا تفصیل سے قصہ بیان فرمایا۔ تھوڑی دیر میں پیشاب کی نالی میں شدت کی تکلیف ہوئی لیکن جلد قدرے افاقہ ہوگیا۔

حضور کا وصال

ڈاکٹر صاحب موصوف کا بیان ہے کہ ایک بج چکا تھا کہ حضور نے اپنے خادم کے ذریعے مجھے کھانا کھانے کا کہلا بھیجا اور فرمایا کہ اس وقت جا کر کھانا کھا لو ورنہ کئی وقت فاقہ سے گذریں گے۔ پھر فرمایا: میں ولی تو نہیں ہوں مگر میری چند گھڑیاں باقی ہیں۔ تین بجے کے قریب حضور کی تکلیف کم ہوگئی۔ اور اس دوران آپ آہستہ آہستہ کچھ پڑھنے لگے۔ حضور نے فرمایا: میرا عرس حضورِ اعلیٰ کا عرس ہوگا۔

الحاج خواجہ غلام مرتضٰی صاحب علالت کے دوران ہمیشہ حضور کی عیادت کے لئے موجود رہے۔ ۱۲ بجے رات کے قریب آپ نے فرمایا: کیا نماز عشاء آپ لوگ پڑھ چکے ہیں؟ مجھے نماز کون پڑھائے گا؟ ایک طالب نے ابھی نماز نہیں پڑھی تھی، اس کی امامت میں آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی۔ اڑھائی بجے تک بہت سے عقیدت مند پہنچ چکے تھے۔ جن میں ڈاکٹر ظفر حیات نشتر ہسپتال والے بھی تھے۔

ان کے ڈاکٹر صاحب نے حضور کے طبی معائنہ کے بعد کہا کہ حالت خطرناک ہے۔
حضور کو نشتر ہسپتال لے چلیں۔ لیکن حضور نے پانی طلب فرمایا اور پینے کے بعد
دو بج کر ۴۰ منٹ پر وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰاجِعُوْن

آپ کا مزار تونسہ شریف میں ہے جو آج مرجع خلائق ہے۔

تذکرہ

اولیائے چشت

حصّہ سوم

سیال شریف

دیباچہ

از

سیال شریف ڈیڑھ دو سو گھروں پر مشتمل ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو پاکستان کے مشہور ضلع سرگودھا اور جھنگ کی سرحد پہ، سرگودھا سے جھنگ جانے والی شاہراہ کے پاس، دریائے جہلم کے کنارے، قصبہ ساہیوال بلوچاں سے پانچ میل کے فاصلہ پہ واقع ہے۔ جس نے ایک بزرگ حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت حاصل کرلی ہے

ع خدا آباد رکھے میخانہ محمدؐ کا

★ سلطان احمد فاروقی سیالوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت میاں شیر کرم علی صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

حسب و نسب اور ابتدائی زندگی

سیال شریف میں ایک جلیل القدر بزرگ حضرت میاں شیر کرم علی صاحب گذرے ہیں۔ جن کا سلسلۂ نسب ۲۸ ویں پشت پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ آپ نے دس سال کا عرصہ تحصیل علوم اسلامیہ کے لئے مدینہ منورہ میں گزارا ظاہری علوم و فنون سے جب فارغ ہوئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم سے جامع مسجد نبوی میں فرائض امامت پر فائز ہوئے۔ آپ کتنے خوش نصیب صاحب فکر و نظر فقیر، درویش، عالم باعمل بزرگ تھے کہ آپ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رہ کر لوگوں کو نماز پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔

آپ سلسلہ قادریہ کے بزرگ تھے۔ آپ سیال شریف کے بانی مبانی تھے اس لئے یہاں آپ کا ذکر ناگزیر ہے۔ (مؤلف)

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جنت تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ اپنی ریش مبارک سے صحن مسجدِ نبوی
جاروب کشی کرتے رہے۔ یہ سارا عرصہ بائیس ۲۲ سال بنتا ہے۔ بائیس سال کے بعد
ب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان باطنی سے نوازے گئے۔ سرکار ابد قرار
اللہ علیہ وسلم سے اپنی آخری آرام گاہ (قبر) کے لئے جنت البقیع میں جگہ کے لئے درخواست
تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم ہوا کہ تیرے لئے سرزمین پنجاب جو
اصل ومن مقدس ہے کو جانے کا امر ہے۔ اس لئے کہ تیری پشت سے ایک ایسا
س طلوع ہونے والا ہے جس کے فیضانِ نظر سے بلاد ہند و پاک میں میری امت
رشد و ہدایت دینا اور دینِ اسلام کو فروغ بخشنا ہے۔ میری اور تیری قبر کی درمیانی
ین بفضلہ تعالیٰ جنت البقیع کا درجہ مل جائے گا۔ اور تیری نیک اور سعید خواہش کی
کمیل وہاں پہ ہی پوری ہو جائے گی۔

چنانچہ حسب ارشاد نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت میاں کرم علی صاحب اور
حضرت خواجہ شمس العارفین کے روضوں کے درمیانی زمین کو وہی مرتبہ خدائے لایزال کے
کم اور بتوسل رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ملا، جو اب " دادا کرم علی صاحب کے باغ"
کے نام سے موسوم ہے اور منبعِ فیض برائے عوام و خواص ہے۔ بڑے بڑے صاحب
ال وجمال درویشوں اور بندگانِ خدا رسیدہ کے لئے یہ باغ آرام گاہ اور زیارت گاہ ہے۔

سیر و سیاحت

آپ نے اپنی زندگی میں بزرگانِ کرام کے معمول کے مطابق مختلف بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت اور بزرگانِ عظام کی
زیارت کی۔ جب آپ مدینہ طیبہ سے واپس ہوئے تو حضرت غوث پاک کے شہر بغداد
شریف بفرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ کافی عرصہ تک مجاہدہ و مکاشفہ جاری
آخر حضور غوث اعظم رح نے عالمِ رویا یعنی خواب میں زیارت کرائی اور فرمایا کہ تیرا باطنی

حصہ میری پشت سے مرد کامل حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ کے پاس موجود ہے، شہ
ملتان جاکر لے لو۔ خواب ہی میں موسیٰ پاک شہیدؒ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر رخصت ڈ
چنانچہ جناب موسیٰ پاک شہیدؒ سے تکمیل مدارج باطن کے بعد واپس و
لوٹے اور یہاں اپنے اصلی مسکن سیال شریف پہنچے تو ہزارہا انسانوں کے رشد و ہدا
کا سبب بنے۔ آج بھی آپ کا مزار شریف لاکھوں انسانوں کی تمناؤں کا مرجع
مرکز ہے۔

قومیت

آپ کی قوم کھوکھر عرف سیال ہے۔ عرفیت کی وجہ یہ ہے کہ آپ
آباؤ اجداد میں سے ایک بزرگ سیال نامی ہوئے ہیں۔ ان کی او
ان کے اسم کی طرف منسوب ہو کر سیال کہلائی۔ ضلع جھنگ اور اس کے اطراف میں رہا
پذیر سیال نامی راجپوت قوم تھی۔ لیکن ان راجپوت سیالوں سے حضرت میاں شیر ک
صاحب سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ ان کا مورث اعلیٰ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ ع
کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوا تھا۔ جب کہ شمس الاقطاب کے آباؤ اجداد حضر
عباس بن علی المرتضیٰؓ کی اولاد والا صفات سے ہیں، جن کے انساب کی تحقیق و
تاریخ کی کتابوں سے ظاہر ہے۔

مسجدِ نبوی ﷺ کی امامت

حضرت شیر کرم علیؒ ریاضت و عبادت میں با ک
شخصیت تھے۔ آپ کے والدین ماجدین کی رہائ
سیال شریف کے شمال مشرق میں ڈھول نامی قصبہ میں تھی۔ آپ بچپن میں ایک لشکر
سلطنت مغلیہ سے تعلق رکھتا تھا اور ہندوستان سے افغانستان جا رہا تھا، گذرگاہ
کھڑے دیکھ رہے تھے۔ اس لشکر کے چند سپاہی آپ کو خوبصورتی اور خوش اخلاقی کی
پر زبردستی اپنے ساتھ سوار کر کے پشاور لے گئے۔ ابھی وہ لشکر وہاں ہی قیام پذیر تھا
آپ ایک دن غمناک حالت میں پھرتے پھراتے ایک درس گاہ میں چلے گئے۔ مول

نے اپنی نیک عادات کے مطابق محبت اور پیار سے اُن کے غم کی وجہ پوچھی تو
نے مولوی صاحب کے سامنے اپنی تمام مجبوریاں ظاہر کر دیں۔ مولوی صاحب
کی عزدہ حالت سے متاثرہ ہو کر انہیں اپنے گھر میں چھپا لیا۔ لشکر کے روانہ ہو
کے بعد، جب ان کا خطرہ ٹل گیا تو مولوی صاحب موصوف نے انہیں تعلیم دینی
کر دی۔

بچپن ہی میں آپ کو تعلیم سے لگاؤ پیدا ہو گیا تھا، وہیں قیام فرمایا اور قرآن پاک
تمام کے بعد درسِ نظامی مکمل کیا۔ پھر جب مولوی صاحب حرمین شریفین کی زیارت
کے تیار ہوئے تو ازراہ محبت و شفقت انہیں بھی ساتھ لے لیا۔ حج سے فارغ ہو کر
گنبدِ خضرا کے مکین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا قصد فرمایا تو مولوی صاحب مدینہ
میں خدا کو پیارے ہو گئے۔ آپ اس وقت نوجوان تھے علم کی مزید تعلیم و تکمیل کے
س سال تک اس مقدس شہر میں سکونت فرمائی۔ مسجد نبوی میں امامت کی خدمت
م دیتے رہے۔ بعد میں بغداد شریف روانہ ہو گئے۔

ور کی ملتان میں آمد

بغداد شریف میں دربارِ پُر انوار سے حسب اشارہ دور دراز کا سفر طے کر کے ملتان کے قریب وارد ہوئے۔

ہاں کے باشندوں سے حضرت موسیٰ پاک کے متعلق پوچھا تو پتہ چلا کہ اُن کے ایک
خلیفہ شیر شاہ علی کے قریب ہی جلوہ فرما ہیں۔ وہ اکثر اپنے شیخ کے دربار میں
ی دیتے رہتے ہیں۔ تو ان کے پاس حاضر ہو کر سارا ماجرا عرض کیا اور شاہ صاحب
ضور کی درخواست کو قبول کر لیا اور آپ کو ہمراہ لے کر اپنے پیر و مرشد کے دربار میں
ے۔ خدامِ دربار نے حضرت موسیٰ پاکؒ کو اطلاع دی کہ عالیجاہ! شیر علیؒ آئے ہیں۔
نے فرمایا اُن کے ہمراہ شیر کرم علیؒ بھی تو ہیں۔

غرض یہ کہ دونوں غلامانہ آداب بجالائے۔ جب بیٹھے تو حضرت موسیٰ پاکؒ نے

حضرت شیر علی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: یہ فقیر کافی عرصہ سے تیرا انتظار کر رہا ہے
ایک امانت میرے پاس تمہارے لئے ہے جس کو غوث اعظمؒ کے ارشاد کے مطابق
سپرد کرنا ہے۔ اتنا کہہ کر شاہ صاحب کو بیعت سے مشرف فرما کر ظاہری اور باطنی نور
منور فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ میری عمر مکمل ہو چکی ہے۔ تمہارا انتظار تھا۔ میرے بعد تو
سالوں کے لئے شیر شاہ علی کی صحبت میں رہنا ہوگا۔ وہ تیرا بھائی ہے۔ مدارج اور منازل
کرنے کے بعد جب یہ تجھے اجازت دے گا تو پھر اپنے وطن روانہ ہونا۔

وطن کو مراجعت

ضروری منازل طے کرنے کے بعد جب اجازت ملی
وطن کو روانہ ہوئے۔ جب مقام دھول جہاں آپ
والدین رہتے تھے، تشریف لائے تو اہل قرابت میں سے کوئی نظر نہ آیا۔ کیونکہ وہ
قبل ہی واصل باللہ ہو چکے تھے۔ اس لئے وہاں سے چل کر ایک
جنگل میں دریا کے کنارے تشریف لے گئے۔ جونہی اس جنگل کو دیکھا تو مدینہ منورہ
جو خواب دیکھا تھا، یاد آگیا۔ اس خواب ہی میں یہ ارشاد ہوا تھا کہ یہی تیرا مقام
ہے۔ اور اس خاک میں تیری تربت ہوگی۔ تو آپ نے دعا فرمائی تھی کہ میری تربت
منورہ میں ہوا اور جنت البقیع میں جگہ ملے، اور ارشاد ہوا تھا کہ یہ قطعہ بھی جنت البقیع
ہے۔ خواب کے مطابق جنگل کو بسر و چشم ملاحظہ فرمایا اور پھر حسب حکم اسی میں اقامت
فرمائی۔ عبادت و خلوت کے لئے ایک درخت کے نیچے جگہ مقرر کر لی۔ جہاں ایک
ملاح نے ایک چھوٹا سا عبادت خانہ تعمیر کر دیا۔ جب زائرین ہر طرف سے آنے شروع
گئے تو آپ نے ان کی خاطر ایک کنواں کھدوایا اور مسجد اور رہائش گاہ تعمیر کرائی، جس
مسافر آرام کرتے تھے۔ آپ کے فیوض و برکات سے ہزاروں ناکام اور سینکڑوں نا
کامیاب اور بامراد ہوئے۔

وہیں ایک فقیرنی مائی جیونی جو شریفہ اور پاکدامنہ تھی، کے ساتھ اپنے پیشوا

...ی کے مطابق نکاح کیا، لیکن اولاد نہ ہوئی ۔ پھر آپ نے دوسرا نکاح ایک جو نہیں
...یندار کے گھر میں کیا جس سے آپ کے ہاں پانچ بچے پیدا ہوئے ۔

...د | ان میں سے حافظ تاج محمود صاحب کامل اور فاضل تھے ۔ جب وہ حج کی خاطر گھر سے نکلے تو مقامات مقدسہ میں ہی رحلت فرما گئے ۔ اور اپنے پیچھے ...حافظ برخوردار چھوڑا ۔ یہ بڑا دانا تھا اور اپنے جدِ امجد کو رمضان المبارک میں قرآن ...سنایا کرتا تھا ۔ جس سے دادا صاحب نے نظرِ کرم فرمائی اور وہ صاحب عظمت و ...ا ہو گیا ۔

...مال | اس کے بعد عارف ربانی حضرت شیر کرم علی رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیر الٰہی سے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی اور حسب الارشاد اسی عبادت گاہ ...قبر شریف بنائی گئی ۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

...ل شریف کی بنیاد | موضع ہندوال کے مالکوں نے پانچ صد بیگھہ زمین حضرت زبدۃ العارفین کی نذر کی جس میں حافظ ...ردار نے ایک شہر آباد کیا جس کا نام بعد میں سیال شریف مشہور رہا ۔

...رت موسیٰ پاکؒ کی بشارت | حضور کے پیر و مرشد حضرت موسیٰ پاکؒ نے آپ کو بشارت دی تھی کہ اللہ تعالیٰ ...کی اولاد میں ایک مولودِ مسعود پیدا فرمائے گا جس کی خوشبوئے ولایت سے تمام ...معطر ہو جائے گا ۔ چنانچہ میاں محمد پناہ بن میاں محمد شریف کے چھوٹے بھائی میاں یار ...کے ہاں فخر العالمین خواجہ شمس الدینؒ کی ولادت باسعادت ہوئی، جن کی تجلیات اور ...ی کرنوں سے سارے عالم میں روشنی پھیلی ۔ آپ کا تذکرہ آگے آئے گا ۔

حضرت شمس العارفین
خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

شجرۂ نسب اعلیٰ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کا سلسلہ نسب حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے تفصیل ذیل میں درج ہے:

حضرت خواجہ شمس الدین بن میاں یار محمد بن میاں محمد شریف بن میاں برخور . میاں تاج محمود بن میاں شیر کرم علی بن جان محمد بن سعد اللہ بن دولت بن ننگر بن غلام محمد بن عظمت بن سلطان بن اللہ دتہ بن مقصود بن شیخ بن مادنگ . کمال بن یعقوب بن ہیبت بن دریام بن منجر بن ملام بن گورج بن اچھر بن ماتی بن جہان بن صاحب بن چہنہ بن رسالو بن ہندال بن سال (جس سے ان کی اولاد سیال مشہور ہوئی) بن سانڈر (چونکہ یہ بار کا سردار تھا اس لئے وہ اس کے نام سے ... بار مشہور ہوئی) بن گورا بن چیت بن کورر بن سجن بن زمان علی معروف کھوکھر بن قط... (اصلی نام ان کا عبد العلی معروف عون). بن لعلے بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی ... بن حمزہ بن عبد اللہ عبد اللہ (عبید اللہ) بن عباس بن علی المرتضٰے بن ابو طالب بن ... بن ہاشم بن عبد المناف الخ

پیدائش و تعلیم ۱۲۱۴ھ میں حضرت میاں محمد یار صاحب سکنہ سیال ... ضلع سرگودھا کے نور نظر اس دنیا میں جلوہ فگن ہوئے۔ و... نے انہیں شمس الدین کے نام سے موسوم کیا۔ ذاتی استعداد و قابلیت کے باعث شمس ...

ہے۔ ابتدائی تعلیم حفظِ قرآن پاک اور نظم فارسی کی تکمیل اپنے آبائی وطن میں فرمائی ازاں دیگر علوم کی تکمیل کے لئے حضرت مولانا سیّد محمد علی شاہ صاحب کے پاس شریف تشریف لے گئے۔ انہوں نے پاکیزہ صورت اور ملکوتی صفات دیکھ کر تعلیم ساتھ اپنی خصوصی توجہات کا مرکز بھی بنالیا، اور صاحب اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ی بنانے کا عزم مصمم کر لیا۔ جب مکھڈ کے ایک تاجر نے بغرض تجارت کابل جانا چاہا س نے حضرت مولانا سے استدعا کی کہ ایک بزرگ پاکیزہ سیرت شاگرد عطا فرمائیں کی برکت سے سفر بھی بخیر و خوبی سرانجام پائے اور بے شمار منافع بھی حاصل ہو۔ وقت کابل، قندھار، ہند، سندھ اور پنجاب کے تمام طلباء میں سے صرف حضرت جہ شمس الحق پر ہی چشمِ انتخاب پڑی۔ چنانچہ قافلہ تجارت کو آپ ہی کی رفاقت سے فراز فرمایا۔ اس اثناء میں حضرت خواجہ شمس صاحب نے تکمیل حدیث حضرت مولانا فظ محمد دراز صاحب کابلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کی بعد ازاں قافلہ کے ساتھ واپس ریف لائے۔

بیعت جب حضرت مولانا محمد علی شاہ صاحبؒ مکھڈوی شیخِ کامل کی تلاش میں کشتی کے ذریعے دریائے سندھ کے جنوبی جانب روانہ ہوئے تو حضرت جہ شمس الدین سیالویؒ کو بھی ہمراہ لے لیا۔ چنانچہ تونسہ شریف پہنچے۔ حضور خواجہ خواجگان ہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ انوار پر قدسیہ کی جھلکیاں دیکھیں تو آپ نے ست بیعت دراز کیا اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ سولہ سال تک اپنے شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر تمام مدارج روحانی کی تکمیل کی۔ کتب تصوّف بھی وہیں پڑھیں اور ازمندی و خدمت کے خوب جوہر دکھائے۔ حضور خواجہ سلیمان تونسویؒ نے آپ کو جہات خاص کا مرکز بنایا اور آپ کو خاندانِ چشت کا چشم و چراغ بنا دیا۔

ومرشد سے عقیدت ایک دفعہ بارگاہ سلیمانی میں باریابی ہوئی تو ایک ضعیف

آدمی لڑکھڑاتا ہوا آیا اور بر سرِ مجلس سلام و نیاز پیش کرنے کے بعد حضور تونسوی کے پاس بیٹھ گیا۔ جب وہ اُٹھ کر گیا تو حضرت پیر پٹھان نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ لوگ یہ سن کر اُن کی طرف لپکے، لیکن حضرت خواجہ شمس الدینؒ شیخ کی خدمت میں بیٹھے رہے۔ حضرت نے فرمایا تم حضرت خضرؑ سے ملنے کیوں نہیں گئے؟ آپ نے عرض کیا کہ خضر جس کی بارگاہ میں حاضری دینے آئیں میں اس کو چھوڑ کر خضر کی طرف کیوں جاؤں حضور تونسوی نے یہ سن کر فرمایا "اللہ میرے سیالاں کوں رنگ لائیں"!

اتباعِ شریعت

شناسائے رموزِ شریعت اور واقف اسرارِ حقیقت ہونے کے باوجود کبھی کسی مستحب تک کو ترک نہ فرماتے لوگوں کو ہمیشہ اتباع شرع کی تلقین فرماتے۔ رندوں، قلندروں اور خلاف شرع لوگوں سے اجتناب کرنے کی تعلیم دیتے۔ ع

متاب از عشق رُو گرچہ مجازیست

سادہ رویوں پہ چسپاں کیا تو آپ نے اس کی تعبیر اتباع شریعت سے کی اور اسی اتباع کو کارسازئ حقیقت اور ذریعۂ وصل الی اللہ قرار دیا۔ علمائے دین کے فتوؤں کا غایت درجہ احترام کرتے حتیٰ کہ آپ نے سنا کہ حضرت مولانا نور محمد صاحب کھیڑا نے بامزامیر قوالی سننے کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے تو فرمایا اگرچہ جائز ہے اور مشائخ چشت اسے سنتے ہیں مگر میں کھیڑا صاحب کے فتوے کا احترام کرتے ہوئے اپنے یہاں اسے رواج نہیں دیتا۔

وصال

یہ غواص بحرِ حقیقت ہے راز دارِ طریقت جب مسندِ ارشاد پر جلوہ گر ہوئے تو سلوک و وصال کی پیاسی دنیا کو اُن کے آستانہ پر سجدہ ریزی کرنے کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ اور آپ تشنگانِ زلالِ رحمت کو شرابِ عشق و مستی سے سرشار فرماتے رہے۔ جب تیرہ سو ہجری محرم الحرام کی پندرہ تاریخ آئی تو آپ

نے صاحب زادہ محمد دین صاحبؒ کو بلا کر اپنے قربِ وصال کی خبر دی اور فرمایا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میری عمر حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے مطابق ہو۔ اور اس سے زائد نہ ہو۔ لہٰذا اب چالیس دن بھی پورے ہو چکے ہیں۔ اس لئے یہاں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ یہ آفتاب چشتیہ اور فیض بخش عالمیان اس اطلاع کے بعد انتالیسویں دن ۲۴ صفر ۱۳۰۰ھ کو اس دار فانی کو چھوڑ کر محبوب حقیقی سے جا ملے۔ اور خلق خدا کی ہدایت و ارشاد کے لئے اپنی ضیاؤں سے کئی محمد و قمر منور فرما کر سوموار کو سہ پہر کے وقت یہ شمس الدین اور شمس العارفین دنیا کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

خلفائے کرام حضرت خواجہ شمس الدینؒ

حضرت خواجہ شمس العارفین کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر ان میں سے پینتیس ۳۵ خلفاء کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

صاحب زادہ خواجہ محمد[1] الدین۔ صاحبزادہ فضل الدین[2]۔ صاحب زادہ محمد شجاع الدین[3]۔ حضرت غلام حیدر[4] شاہ صاحب جلال پور شریف۔ حضرت پیر مہر علی[5] شاہ صاحب گولڑہ شریف۔ مولوی فضل[6] الدین صاحب چاچڑ شریف شاہ پور۔ مولوی معظم الدین[7] صاحب مردلہ تحصیل بھیرہ۔ مولوی محمد امین[8] صاحب چکوڑی شریف ضلع گجرات۔ شیخ عبد الجلیل[9] صاحب شاہ پور۔ مولوی حفیظ ماہی[10] صاحب۔ سید محمد شاہ[11] صاحب غزنوی خراساں۔ سید اکرام[12] شاہ صاحب رسول نگر۔ سید نوبہار شاہ[13] صاحب ڈیرہ غازیخان۔ سید صالح شاہ[14] صاحب ضلع جھنگ (ان سے ناراضگی کے باعث نعمت باطنی سلب ہو گئی)۔ میاں پیر بخش[15] صاحب میانوالی۔ سید جندوڈا[16] شاہ صاحب عیسیٰ خیل۔ سید حسن شاہ[17] صاحب سنجر ڈیرہ غازیخان۔ میاں علی حیدر[18] صاحب میانوالی۔ مولوی سلطان محمود[19] صاحب ناڑیوالہ خوشاب۔ مولوی احمد دین[20] صاحب ساکن کلور ضلع میانوالی۔ ملاں خوشنود[21] صاحب یوسف زئی کابل۔ سید حیات شاہ[22] نارنگ والا۔

مولوی غلام محمد[23] صاحب خوشاب۔ سید رستم علی شاہ[24] صاحب پونچھ کشمیر۔ سید محمد سعید[25] صاحب لاہور مصنف مراۃ العاشقین۔ سید مبارک شاہ[26] صاحب راولپنڈی۔ سید گلاب[27] شاہ صاحب اورنگ آبادی کیمبلپور۔ سید غلام شاہ[28] صاحب ہرن پور ضلع جہلم۔ شاہ اللہ بخش[29] صاحب حاجی پور ڈیرہ غازی خان۔ سید خدا بخش[30] صاحب سنجر ضلع ڈیرہ غازیخان۔ مولوی علی محمد[31] صاحب کوٹ کالا شاہ پور۔ مولوی فتح محمد[32] صاحب سلسیانہ ضلع جھنگ۔ حافظ صا[33]حب سوکے والا ضلع کیمبلپور۔ سید فیض شاہ صاحب جھانب ضلع جھنگ۔ میاں محمد طیب[35] صاحب معروف جالندھری۔

کرامات

اعلیٰحضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ

۱:- ایک مرتبہ حضرت خواجہ شمس العارفینؒ نے نماز ظہر کے بعد فرمایا "بانو ڈبدی اے پئی"۔ تو میاں غلام محمد پھلواری نے دن، وقت اور تاریخ نوٹ کرلی۔ چند دن کے بعد بانو خوش نصیب حاضر دربار ہوئی تو اپنی سرگذشت عرض کرنے لگی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس ذکر کو چھوڑ دو کوئی اور بات سناؤ۔ وہ خاموش ہوگئی۔ اس کے بعد غلام محمد نے بانو سے پوچھا تو وہ کہنے لگی کہ ایک دن جہلم سے پنڈ دادن خان کے لئے تین کشتیاں روانہ ہوئیں۔ ان سے ایک کشتی پہ میں دیگر پیر بھائیوں کے ہمراہ سوار تھی۔ ہماری کشتی درمیان میں تھی۔ سیلاب بہت زور پر تھا۔ اتفاق سے ایک بہت بڑے بھنور نے ہماری کشتیوں کو اپنی طرف کھینچا ملاحوں نے اپنی سی کوشش کی لیکن فضول گئی۔ پہلی کشتی نے چکر کھایا اور ڈوب گئی۔ پھر میرے والی کشتی بھی بھنور کی گرفت میں آگئی۔ ہم تمام زندگی سے مایوس ہوگئے میں دیوانہ وار ننگے سر اٹھی اور پیر سیال کی امداد کے لئے اس طرح پکارا "یا حضرت خواجہ پیر سیال! عاجز دی لیئں سمبھال" تو اللہ تعالیٰ نے مرشد کامل کی ہمت باطنی سے ہماری کشتی کو غرق

ہونے سے بچا لیا۔ تیسری کشتی جب بھنور میں آئی تو وہ بھی ڈوب گئی۔ ان غرق شدہ کشتیوں میں سے بجز چند آدمیوں کے سب ہلاک ہو گئے۔

۲ :۔ قدوۃ السالکین خواجہ اللہ بخش صاحب تونسویؒ جب زیارت حرمین شریفین کو گئے ہوئے تھے تو ایک دن حضرت شمس العارفین ظہر کے وقت غمناک ہو کر عبادت گاہ سے مسجد میں تشریف فرما ہوئے اور تمام مریدین کو جمع کر کے فرمایا کہ سب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ پیرزادہ کو خیریت سے واپس لائے اور ہم غلاموں کو اُن کا دیدار نصیب فرمائے۔ سب نے دعا کی۔ جب خواجہ شمس العارفینؒ کو دیکھا تو سر بسجود ہو کر یوں مناجات کر رہے تھے "اے رب الارباب! میرے پیرزادہ کو صحت عطا فرما اور بخیر و عافیت وطن پہنچا"۔ سجدے سے سر اٹھایا تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حاضرین بھی غم میں شریک ہو کر خاموش ہو کر بیٹھے رہے۔ مگر وہ تاریخ نوٹ کر لی۔ جب پیرزادہ صاحب واپس تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ آپ اسی روز جہاز پر ہیضہ میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور بظاہر شفا کی کوئی امید نہ تھی، ساتھی تمام غمگین تھے، تو اس وقت شافیٔ مطلق نے ان کی ایسی غیبی امداد فرمائی کہ اس لاعلاج مرض سے شفایاب ہو گئے۔ اور وہ صحت کی بحالی کا وقت وہی ظہر کا وقت اور وہی دن تھا۔

۳ :۔ عبداللہ دین دار جو ہندو سے مسلمان ہوا تھا۔ اس کو ایک مرتبہ خواجہ صاحب نے لنگر کی گائے بھینسوں کو مٹھ ٹوانہ میں ملک فتح شیر ٹوانہ کے پاس چرائی کے لئے سپرد کرنے کو روانہ فرمایا۔ عبداللہ، جب واپس ہوا تو اسے راستہ میں ایک خوبصورت نوجوان عورت ملی۔ اس نے کہا میں اکیلی ہوں اور مجھے اس ویران ریگستان میں بارہ۱۲ میل کی مسافت طے کرنا ہے۔ عبداللہ اس کے ساتھ ہو لیا۔ گرد وٹ تک جاتے ہوئے انہیں ایک درویش قادری ٹوپی پہنے، سفید چادر اوڑھے اور سیاہ کمربند پہنے ہوئے ان سے تھوڑے فاصلہ پر آگے جاتا ہوا نظر آیا۔ دونوں نے جلدی جلدی چلنا شروع کر دیا تاکہ تینوں ہمسفر ہو جائیں، لیکن

یہ جتنا بھی تیز چلتے، اس درویش کو آگے ہی پاتے۔ بالآخر گردٹ شہر کے قریب پہنچے تو وہ درویش نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

گردٹ میں اس عورت کو پہنچا کر عبداللہ جلدی جلدی دربارِ مرشد میں پہنچا۔ اسے دیکھتے ہی حضرت شمس العارفین نے عبداللہ سے فرمایا کہ تنہائی میں مسافر مرد کو بیگانی عورت کی ہمراہی نہیں کرنی چاہیئے، کیونکہ شیطانی وسوسوں کا خطرہ ہے۔ اس نے عرض کیا آگے آگے تو آپ تشریف لے جارہے تھے، پھر تنہائی کہاں تھی۔

۴ :- ایک مرتبہ ریاست جموں کا وزیر چند قیمتی تحفے اور کپڑے لے کر حضرت کے دربار میں ایک درخواست لے کر حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ حضور والا! راجہ صاحب نے درخواست کی ہے کہ وہ آپ کا خادم اور خیر خواہ ہے اور اس کا دلی اقرار کرتا ہے۔ اس وقت التجا یہ ہے کہ کلکتہ کے وائسرائے نے جموں اور کشمیر کی پُر فضا اور پُر بہار سرزمین سرکاری قبضہ میں لینے کا حکم دیا ہے اور اس کے عوض کسی اور جگہ جاگیر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ تو آپ مجھ فقیر کے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس ارادے سے باز رکھے۔ اِدھر آپ نے دعا فرمائی اُدھر انگلینڈ سے اس وائسرائے کو بلا وا آگیا۔ اس کے جانے کے بعد جتنے بھی وائسرائے آئے کسی نے بھی اس رقبہ کا خیال تک نہ کیا۔

پھر اس راجہ نے کہلا بھیجا کہ آپ اگر ہمارے ہاں تشریف فرما ہوں تو آپ کی کرم نوازی ہو گی۔ ہر طرح کی سواری اور سہولت مہیا کی جائے گی۔ ورنہ بندہ خود حاضر ہو کر آداب بجالائے۔ خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا "نہ میں آؤں گا، نہ تمہیں آنے کی اجازت ہے۔ جو دعا کرانی ہو وہاں سے کروالو، خدا سمیع و بصیر ہے۔ دور و نزدیک سے ہر ایک کی التجا سنتا ہے۔ میں یہیں سے دعا کر دوں گا۔

۵ :- میاں مراد علی قریشی ساکن بھور (میانوالی) نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ دریا جہلم میں ایسی طغیانی آئی کہ اونچی نیچی سب جگہوں پہ پانی بھر گیا۔ لوگ بے گھر ہو گئے۔

اور ایک زمیندار نے اپنی بھیڑوں کے ریوڑ کو لے کر حضور کے دربار کے قریب ایک کنوئیں پر ڈیرہ لگالیا۔ دو دن بعد حضور نے طلوع آفتاب کے وقت پینے کے لئے پانی مانگا تو یہ خاکسار بہ تن اٹھا کر کنوئیں پر گیا۔ وہاں اس زمیندار کی حالت دیکھ کر ترس آیا۔ اس نے کہا کہ میں اپنے ریوڑ کو لے کر حضور کے دوارے آیا تھا، لیکن آج رات ایک بھیڑیا میری بھیڑ لے گیا۔ میں اسی فکر میں ہوں کہ اگر وہ روزانہ آتا رہا تو میرے پاس کچھ بھی نہ رہے گا۔ خواجہ صاحب سے عرض کرنا کہ میرے حق میں دعا فرمائیں تاکہ میں پُر سکون ہو جاؤں۔

حضرت شمس العارفین نے سن کر فرمایا " اس بگھیاڑ (بھیڑیئے) نوں خدا دی مار"۔ ذرا باہر جا کر کہیں دیکھ تو سہی۔ حسبِ فرمان ہم دو آدمی اس کو ساتھ لے کر جنوبی طرف گئے تو دیکھا کہ بھیڑیا اور بھیڑ ایک دوسرے کے ساتھ آرام سے بیٹھے ہیں۔ ہم میں سے ایک نے بھیڑیئے کو للکارا اور دھکا دیا لیکن وہ نہ اُٹھا۔ فقیر نے اسے پکڑا اور دربارِ خواجہ میں لے آیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اسے کہہ دو کہ آئندہ اس طرف نہ آیا کرے۔ حسب الحکم اس کو باہر لا کر چھوڑ دیا گیا۔ اور وہ ہرن کی طرح چھلانگیں لگاتا ہوا بھاگ گیا۔ اور وہ ریوڑ والا تا زندگی آپ کا غلام بنا رہا۔

ترکیب ختم شریف

معمولات حضرت خواجہ شمس العارفینؒ

پہلے سورہ ملک پھر سورہ اخلاص تین مرتبہ سورہ فلق، سورہ الناس اور سورہ الفاتحہ ہر ایک، ایک مرتبہ، سورہ بقر الٓمٓ سے ھُمُ المُفْلِحُوْن تک ایک مرتبہ،

دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ

مِنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ایک بار سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۰ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۰ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۰ ایک بار

قوالی کے بعد بھی یہی ختم پڑھا جاتا تھا۔ اور اگر وقت تنگ ہوتا تو بجائے سورہ ملک کے الا یستوی اصحاب النار تا آخر پڑھا جاتا۔ قوال صرف مولود شریف اور غزلیات توحید ہی سناتے تھے۔ کوئی مزامیر وغیرہ نہیں بجتا تھا۔ آپ کے اس اجلاس خاص میں ایک عجیب شان ہوتی تھی۔ بڑے بڑے عابد و زاہد، چہرہ منور سے کسب فیض اور اطمینان قلب حاصل کرتے تھے۔ سینکڑوں فدائی پروانہ وار شمع رخسار پہ قربان ہونے کے لئے پھڑکتے تھے اور اکثر صوفیائے کرام حالت وجد میں کسب فیض کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ کوئی بھی تشنہ سیراب ہوئے بغیر نہیں جاتا تھا۔ اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ کوئی طالب حق دوران وجد رقص کرتا اور مخمورانہ مجلس میں پھرتا تو آپ اس کے لئے تعظیماً کھڑے ہوجاتے۔ جب تک وہ نہ نہ بیٹھتا نہ بیٹھتے۔ قوالوں کی ہر ایک جوڑی کو ایک روپیہ "ویل" عطا فرماتے تھے۔

یہ خصوصی پروگرام کی کیفیت تھی۔ لیکن ان کے علاوہ عام رات دن زائرین کا ہجوم رہتا تھا، گویا ایک ایسا میخانہ تھا جس کی قدر اس سے سیراب ہونے والے صوفی کو ہی معلوم ہے اور جس نے پی عمر بھر وہ ساعت یاد رہتی تھی۔

اوراد و وظائف

وہ اوراد و وظائف جو حضرت شمس العارفین لوگوں کو پڑھنے کے لئے فرمایا کرتے تھے، ان میں سے بعض حاجت مندوں اور مراد خواہوں کے لئے تھے، جن کی آنجناب اپنے مریدین کو خاص اور عام لوگوں کو عام اجازت فرمایا کرتے تھے اور

تاکید شدید کیا کرتے تھے۔

ترکیب ذکرِ جہر نفی و اثبات

فرمایا کرتے تھے کہ طالبِ حق کو چاہیئے کہ نمازِ شام کے بعد مکمل طہارت کے ساتھ قبلہ کی طرف منہ کر کے مربع شکل میں بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے اور ہاتھوں کو زانوں پر رکھے اور دائیں پاؤں کے انگوٹھے اور انگلی سے بائیں پاؤں کی رگِ قیاس کو مضبوط پکڑے جس سے حرارت پیدا ہو کر تصفیہ کا باعث بنے۔ اس سے دل کی چربی جو خناس کی آرام گاہ ہے پگھل جاتی ہے۔ اور وسوسے کم ہو جاتے ہیں۔ پھر سب دنیاوی خیالات دور کر کے دل و زبان سے ذکر شروع کرے۔ ذکر سے پہلے درود شریف تین مرتبہ اور لاحول تین مرتبہ پڑھے۔ پھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ بلند آواز سے شروع کرے۔

فرمایا کرتے تھے کہ اس ذکر سے تصفیہ و تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے اور اس کی ہمیشگی سے دل زندہ ہوتا ہے۔ اور خواب و بیداری میں آوازِ ذکر محسوس ہوتی ہے۔ عمر دراز ہونے کے علاوہ محبتِ الٰہی کا جوش پیدا ہوتا ہے اور اس ذکر کا طریقہ یوں فرمایا کرتے تھے کہ جب سانس اندر آئے تو لَآ اِلٰہَ اور جب سانس باہر آئے تو اِلَّا اللّٰہ کو زبان کی بجائے سانس سے کہے، بلکہ زبان تالو سے چپکا دی جائے تاکہ حرکت نہ کر سکے۔ ان کلمات کی ابتدا اور انتہا ناف سے کرے۔ ہر وقت اس ذکر کو جاری رکھنے سے دل خود بخود ذاکر بن جائے گا۔

ذکر پاسِ انفاس اسم ذات

فرمایا کرتے تھے کہ اسم ذات کا پاس انفاس میں نفی اثبات کے برابر ہے۔ اس سے بھی وہی فوائد حاصل ہوتے ہیں جو نفی اثبات سے حاصل ہوتے ہیں اور اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ اَللّٰہُ کے پیش کو اس قدر کھینچا جائے کہ واؤ کی آواز پیدا ہو جائے اور لام کو مد سے مشدد کر کے دل کی زبان سے سانس لے کر پڑھا جائے۔ یعنی جب سانس اندر

آئے تو اِلاَّ مشدد سانس کی قوت سے دل پر لگایا جائے۔ پھر جب سانس باہر آئے تو ہُ کو کھینچ کر ناک سے باہر نکالا جائے منہ اور زبان بالکل بند رہیں۔ اور معنی کا لحاظ رکھا جائے۔ حرارت پیدا ہو کر، اگر دماغ میں خشکی پیدا ہو جائے تو روغن لگا کر سر کو تر رکھیں۔

وظیفہ حل المشکلات و مہمات

مراۃ السالکین سے منقول ہے کہ حضرت شمس العارفین فرمایا کرتے تھے کہ کسی کو کوئی مشکل یا مصیبت پیش آئے تو سورہ یٰسین کو اکتالیس مرتبہ روزانہ تین دن تک یعنی بدھ سے شروع کر کے جمعہ تک ختم کرے۔ ایک جگہ اور ایک مقررہ وقت پر ہو۔ پڑھتے وقت اپنے سرین کو زمین سے نہ اٹھائے۔ ختم ہونے پر یوں دعا مانگے کہ الٰہی بحرمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بہ برکت خواجگانِ چشت میری مشکل حل فرما۔

برائے ادائے قرض

فرمایا کرتے تھے کہ یَا وَھَّابُ فجر کی نماز کے بعد روزانہ ستر مرتبہ بلا ناغہ پڑھے اور اس طرح دعا مانگے کہ اے اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل اور آپ کی اولاد و اصحاب اور خواجگانِ چشت کی طفیل میرا خاتمہ بالخیر فرما۔ دین و دنیا کی مشکلات اور قرض سے نجات دے۔

برائے حاجت روائی

اس دعا کو تین سو مرتبہ حاجت روائی کے لئے پڑھے، انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی۔ یَا حَیُّ یَا حَلِیْمُ یَا عَزِیْزُ یَا کَرِیْمُ۔ اس سخت کام کو آسان کر بحق اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○

ملفوظات و ارشادات شمس العارفین
حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ

مشائخ کرام کا ورثہ

خلف الرشید حضرت خواجہ محمد الدین صاحب کو خلوتِ خاص

میں طلب فرما کر بے شمار اسرار و رموز سے متعارف کرنے کے علاوہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں اراضی اور اسباب دنیا بے شمار اکٹھا کر لیتا مگر اس دنیائے فانی سے دل لگی ہمارا شیوہ نہیں۔ دو چیزیں ہمارے مشائخ کرام کا ورثہ ہیں، انہیں لازم پکڑنا۔ اوّل: درویشوں سے محبت کرنا۔ دوم: اطاعتِ شیخ۔

توکل، تسلیم، صبر، قناعت

پھر فرمایا چار چیزوں پہ استقامت بے حد ضروری ہے۔ اور وہ چار چیزیں حسب ذیل ہیں:

(۱) توکل (۲) تسلیم (۳) صبر (۴) قناعت۔

طہارت ظاہری و باطنی

ارشاد فرمایا کہ طہارت دو قسم کی ہے۔ ظاہری اور باطنی۔ ظاہری تو یہ کہ ہر انسان ادائیگی عبادات کے لئے حسب امر شرع غسل، وضو یا تیمم کرے۔ باطنی طہارت یہ ہے کہ اوّل دل کو صفاتِ ذمیمہ اور اوصافِ رذیلہ مثلاً تکبر، حسد، کینہ، وغیرہ سے صاف کرے۔ جس طرح طہارت ظاہری پانی یا خاکِ پاک ممکن ہے اسی طرح طہارت باطنی بغیر تزکیہ نفس اور تصفیہ دل کے ممکن نہیں ہے۔

صلوٰۃ صوری و معنوی

فرمایا صلوٰۃ دو قسم کی ہے۔ صلوٰۃ صوری و صلوٰۃ معنوی۔ صلوٰۃ صوری یہ ہے کہ حسب امر شریعت تمام شرائط و ارکان کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز پنجگانہ وغیرہ ادا کی جائے۔ صلوٰۃ معنوی یہ ہے کہ جمیع ماسوائے اللہ کو ترک کر کے دل کو ہمیشہ کے لئے حضورِ حق ہی کی طرف متوجہ کر دیا جائے۔ صلوٰۃ صوری سے صلوٰۃ معنوی کو حاصل کرنا چاہیئے۔

نماز کی روح اور جسم

پھر فرمایا کہ جس طرح ہر ایک شئے کی روح بھی ہے اور جسم بھی۔ اسی طرح نماز کے لئے بھی روح اور جسم ہیں۔ قیام، رکوع، سجود اور دیگر فرائض واجبات نماز کا جسم ہیں اور خضوع و خشوع روح نماز ہیں۔ اگر نماز بلا

خضوع وخشوع نہ ہو تو وہ جسم بغیر روح کی مانند ہے۔

زکوٰۃ کی قسمیں فرمایا کہ زکوٰۃ تین قسم کی ہے۔ اوّل: زکوٰۃ شریعت۔ دوم: زکوٰۃ طریقت۔ سوم: زکوٰۃ حقیقت۔ زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ جب سیم وزر اور دیگر اجناس نصاب کو پہنچیں تو حصہ معیّن راہِ خدا میں صرف کیا جائے زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ جمیع مال و زر سے معمولی حصہ اپنے قبضہ میں رکھا جائے اور باقی ماندہ راہِ خدا میں مستحقین پر تقسیم کر دیا جائے۔ زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ تمام مال اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کر دیا جائے۔

ہر عمل کی قضا ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا کہ ہر امر کی قضا ممکن ہے۔ لیکن جو ساعت یادِ حق سے غفلت میں گذرے اس کی تلافی ناممکن ہے۔

سفر کی قسمیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ سفر کی دو قسمیں ہیں (۱) سفرِ صوری اور (۲) سفرِ معنوی۔

سفرِ صوری ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہونا ہے اور سفرِ معنوی یہ ہے کہ انسان صفاتِ رذیلہ سے خصائلِ حمیدہ کی طرف منتقل ہو۔

لوازمات درویش پھر فرمایا کہ ہر درویش پر دو چیزیں لازم ہیں: اوّل: عبادت۔ دوم: مخلوق پر شفقت۔

اقسام جہاد پھر فرمایا کہ جہاد کی دو قسمیں ہیں: اوّل: جہادِ اصغر۔ دوم: جہادِ اکبر۔ جہادِ اصغر کفار و مشرکین سے مقابلہ۔ جہادِ اکبر نفسِ امّارہ سے جنگ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

حضرت خواجہ محمد الدین صاحب سیالوی علیہ رحمۃ اللہ

حضرت صاحب غریب نواز کے ظاہری اور باطنی انوار کو احاطہ تحریر میں لانا دشوار بلکہ دشوار تر ہے۔ ظاہری خدوخال اور رنگِ رخسار اور جسم مبارک کی بناوٹ ہی ایسی چیزیں ہیں کہ ان کا ایک خاص معیار قائم کرنا راقم کی طاقت سے بالاتر ہے چہ جائے کہ آپ کی باطنی لطافت و نزاکت کے بیان کرنے کی جسارت کر سکوں ؏

نہ بردل قرار گیری نہ درونِ دیدہ آئی

جسم مبارک وسیع و فراخ اور نہایت موزوں تھا۔ اور جائے حیرت تھی کہ اس وسیع عریض جسم کو صرف دو چار لقمے تر و تازہ اور خوب ابھرا ہوا رکھ سکیں۔ اور دراصل ان نشانات میں سے ایک یہ بھی تھا۔ جس پہ سینکڑوں کرامات قربان کی جاسکتی ہیں۔ پیشانی فراخ ابھری ہوئی اور خوب روشن۔ ابرو تو واقعی سجدہ گاہ عارفاں ہی تھے۔ قامت نہایت موزوں نہ بہت بلند نہ پست، میانہ مائل بہ بلندی تھی۔ چہرہ مبارک آیاتِ کبریا کی ایک آیت تھا۔ خندہ، کشادہ اور ابھرا ہوا۔ اور اس میں رنگِ رخسار جو اکثر سپید و زرد ہو کر عشاق کو تجلیاتِ حسنِ ازل کی تفسیر دکھایا کرتا، رنگ توحید سے رنگا گیا تھا۔ چشمانِ پُر فسوں عجب دلفریب تھیں۔ عشق و حقائق و معارف جو ہمیشہ سینۂ مبارک میں کنزِ مخفی کی صورت رہے اور لبِ میگوں تک بہت کم آئے، بروقت اذواق و اشواق کے آنسو بن بن کر ان نرگسیں آنکھوں سے ٹپکتے اور عجب نزولِ بارانِ رحمت ہوتا۔ ان متوالے پیارے نینوں کا حال تو اس سے پوچھئے جس نے یہ تیرِ بلا کھائے ہوں۔ بقولِ ایک نیازمند کے کہ مجھے

وہ دن کبھی نہیں بھولے گا جب کہ ایک دن ہم صبح سویرے رخصت طلبی کے لئے حاضر ہوئے اور میں نے چہرہ مبارک کی طرف نظر کی تو عجب لطافت اور سوز کا تماشا دیکھا۔ اگرچہ آپ بار بار فرما رہے تھے "مجھے کچھ نظر نہیں آتا، میری نظر بہت کمزور ہو گئی ہے"، مگر وہ نگاہ ناز جو آنکھوں سے اٹھ اٹھ کر سینے کے پار ہوئی جا رہی تھی، اور زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ میری جلوہ گاہ میں کوئی نظارہ ضرور پنہاں ہے۔

لبانِ لعل گوں جو اکثر اظہار تبسم کے وقت مانند برگِ گل نازک ہوتے اس موبے حجاب کی بزم آرائیاں، فدایان و عاشقان میں عجب انداز سے سحر طرازیاں کرتیں، شیرینی گفتگو کو آہستگی، آسانی اور شوق تازہ بہ تازہ اور نو بہ نو سے مشتاقان و دلدادگان کے کانوں تک پہنچاتے اور ہجوم یاس و آہ کا تماشا دیکھتے اور تکلم ناز کے وقت صاف اور شیریں آواز سوز بان سے نغمہ ریز ہوتی۔

ایامِ جوانی میں آپ کی وسیع جسمانی طاقت اور پھر اس کے ساتھ شجاعت اور دلیری نہایت حیرت انگیز تھی۔ غصہ، خفگی و رضا مندی محض خالصتاً للہ تھی اور ان میں اپنے نفس کی شمولیت کبھی نہیں ہوئی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ اپنے استاد مولوی سلیمانیؒ کے ساتھ سیر و سیاحت کے لئے گئے۔ اور راہ میں سلطان باہوؒ کے مزار پر ٹھہرے۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ خانقاہ کا درویش حضرت باہوؒ کے کمالات کی تعریف اور ساتھ ہی پیران چشت اہل بہشت کی نسبت گستاخانہ کلمات مغلظات استعمال کر رہا ہے۔ آپ نے اس درویش سے کہا کہ سلطان صاحب کی تعریف و توصیف بے شک کر لیکن پیران چشت کی شان میں بکواس کیوں کر رہا ہے؟ اس کی شامت جو آئی تو جواب میں پھر انہی ہزلیات کا اعادہ کیا۔ پھر تو حضرت صاحب کو مطلق تاب نہ رہی۔ شیر کی طرح جھپٹے، اسے گردن سے پکڑا اور نیچے گرا کر خوب مارا اور مردے کی

طرح گھسیٹ کر خانقاہ کے ارد گرد چکر دیئے۔ اور ساتھ ہی بار بار فرمایا" اب نکال اپنے باپ باہو کو۔ اور اُسے نیم مردہ اور سسکتا چھوڑ کر آپ واپس تشریف لائے اور کشتی میں سوار ہوئے۔

خدا کی شان! کشتی میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ یعنی ایک شیعہ خود تو ایک چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن اس کے ہمراہی نیچے مؤدبانہ بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شانِ مبارک میں آپ کے بیٹھتے ہی نہایت واہیات بکواس کرنے لگا اور آپ کو لکڑی کے سرے سے پیچھے کو دھکیل کر کہا: "دیکھا دُسنی!" اور ساتھ ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو پھر گالیاں دیں (نعوذ باللہ) حضرت صاحب نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ، بڑے جوش کے ساتھ لپک کر اسے گردن سے پکڑا اور چارپائی سے اٹھا کر زور سے تختۂ کشتی پہ دے مارا۔ اور اس کی چھاتی پر سوار ہو بیٹھے سخت مارا آخر میں دانتوں سے اس کی گردن کی رگ کو پکڑ لیا اور اسے کاٹنا شروع کر دیا۔ خون زور سے بہنے لگا اور اس نے واویلا شروع کر دیا۔ اس کے ہمراہی جو برابر حضرت صاحب کو اوپر سے مار رہے تھے، آخر بہزار وقت لکڑیوں کے سروں کی مدد سے اس کی گردن حضرت کے دانتوں سے آزاد کرانے میں کامیاب ہوئے۔ آپ کا ارادہ تو اس کو زندہ چھوڑنے کا ہرگز نہیں تھا، مگر سب لوگوں کی منت سماجت اور خود اس بدبخت کے قدموں پہ گر پڑنے کے باعث آپ چُپکے ہو گئے۔ پھر تو خود ان شیعوں نے آپ کو چارپائی پر بٹھایا اور آپ نیچے بمع اس بدبخت مؤدبانہ بیٹھ گئے۔ اور بڑی تواضع اور تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آنے لگے۔ سُنا ہے آپ کے دندان مبارک کے خراب ہونے کی وجہ زیادہ تر اسی چپقلش کے باعث تھی۔

ایک بیان کے مطابق خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ میں اپنے پیرانِ عظام کی عنایت کو ان ہر دو واقعات کے سبب اب تک شاملِ حال پاتا ہوں۔

حضرت کے اوراد و وظائف

اکثر لوگ اشرف الاولیاء کے اوراد و وظائف کی نسبت سوال کیا کرتے ہیں۔ لیکن اس بارے میں معلومات کی کمی کے سبب کچھ کہنا مشکل ہے۔ پھر ایسے لوگوں کے لئے جن کا دل حکایت مہر و محبت سے نا آشنا ہے، آپ کے اوراد و وظائف کا مطالعہ ناقابلِ فہم بھی ہے۔ کیونکہ آپ کے جملہ اوراد و وظائف عشقِ آتش سوز کی تازہ بہ تازہ کیفیات پہ منقسم تھے۔

آپ کا مذاق سماع

اشرف الاولیاء کا مذاق سماع عجیب و غریب تھا۔ مزامیر کے بغیر بھی سن لیا کرتے تھے اور کبھی ان آلات و چنگ کے ساتھ بھی۔ خوش آوازی کا خیال تک نہیں تھا۔ اور بد آوازی سے گھبراتے نہیں تھے اور "بنبہ در گوش نہ" نہیں کہتے تھے۔ جب طبیعت میں کوئی بات آتی اور رغبت ہوتی تو سفر ہو یا حضر، جو کوئی بھی تھوڑا بہت گانے والا ہوتا، اسی سے سن لیتے۔ اکثر میرو قوال خدمت میں حاضر رہتا تھا، وہی زیادہ ترسنایا کرتا تھا۔ آدابِ سماع سے بڑھ کر شاید ہی کوئی بجالاتا ہو۔ عجب انداز سے بیٹھنا، خاموش و ساکت و صامت و سرنگوں، غایت اضطراب میں سر مبارک کو عجب ناز سے ہلانا، کبھی اوپر کی طرف ایک آدھ منٹ کے لئے دیکھ لینا اور پھر گردن کا جھکا لینا اور نہایت ذوق کے وقت آنسوؤں کا آنکھوں سے جاری ہونا۔ اگر کسی کو محفل میں وجد طاری ہو جاتا اور وہ رقصِ کناں کھڑا ہو جاتا تو آپ باوجود کبر سنی اور ضعف کے برابر کسی درویش کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو جاتے اور بسا اوقات تادیر قیام فرمایا کرتے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ خواہ کسی کو اچھی طرح اور کامل طور پہ یقین بھی ہو جائے کہ واجد یوں ہی جھوٹ موٹ وجد کرتا ہے، پھر بھی اسے زیبا ہے کہ صاحبِ وجد کے ساتھ ضرور قیام کرے۔

کوئی غزل کوئی شعر پسند آجائے تو برابر چھ چھ ماہ اس کو سُنتے رہتے ۔ ایک
نام تھا، صورِ حسنہ کا مشتاق، گوہر جان نامی عورت پہ عاشق تھا ۔ وہ سیال شریف میں
حاضر ہوا اور ساری رات دیوانہ وار معشوقہ جانستاں کا نام لے لے کر روضہ مبارک کے
گرد چکر لگاتا، اور ہائے ہائے کرتا رہا۔ رات کے پچھلے پہر جب حسب معمول حضور وظائف
کے لئے اُٹھے تو وہ سوز و گداز کی لَے میں یہ مصرعہ گا رہا تھا ؎

"ماری وے رنجھیٹیا تیریاں غماں نے"

نہایت پسند فرمایا اور چونکہ دوسرا مصرع مواقِ طبع شریف نہ تھا ۔ منشی امیر بخش سے
فرمانے لگے، دوسرے مصرع کی جگہ کچھ اور ہونا چاہیئے ۔ اس نے بلا تامل عرض کیا :

"کدی آمل وے نہیں تاں مرساں مار کٹاری"

فرمانے لگے "اچھا ہے مگر اس سے اچھا ہونا چاہیئے" میرو قوال حاضر تھا فوراً بول اٹھا :

"کدی آمل وے تیرے ویکھن دی سدھرائی"

آپ نے اسے پسند فرمایا اور یہ ایک شعر سننا شروع کر دیا ۔ اور چھ ماہ تک سنتے
رہے ۔ ایک دفعہ ایامِ جوانی میں حضرت صاحبِ اعلیٰ کی (ظاہری) حیات میں کسی
نے ایک غزل پڑھی، اس غزل کے ایک شعر پہ آپ کو ذوق پیدا ہوا ۔ اور پھر سخت
وجد طاری ہو گیا ۔

آخری ایام

آخری ایام میں کانوں کا جو مرض حضرت ثانی خواجہ اللہ بخش تونسویؒ
کو ہوا، وہی مرض وصالِ مبارک سے کچھ مدت پیشتر حضرت کو بھی
لاحق ہوا ۔ یعنی ہر دو کان بہنے لگے، اور درد کان کا دورہ پڑنے لگا ۔ کان کا درد،
الامان و الحفیظ ! درد اس شدت کا ہوتا کہ سب کچھ بھول جاتا ۔ دو چار روز کی تکلیف
برداشت کرنا محال تھی چہ جائیکہ عرصہ دراز تک لگاتار درد کا حملہ جاری رہے ۔ پھر
لطف یہ کہ آنے جانے اور ملنے ملانے والوں کو اس جان کاہ تکلیف کی خبر تک نہ ہوتی ۔

وہی انداز رہا، وہی گفتگو، وہی بندہ نوازی۔ ایک ہندوستانی مولوی صاحب سچ ہی تو کہتے تھے کہ "پورب سے پچھم تک سارا زمانہ دیکھ آیا ہوں، سب ڈھکوسلے ہیں۔ اور یہاں خود ذات کی جلوہ گری ہے"۔

غضب ہی تو ہے کہ اپریشن پہ اپریشن ہو رہے ہے۔ سفر کی کوفت ہے۔ کبھی چھاؤنی شاہ پور کے ڈاکٹر کا علاج ہو رہا ہے۔ کبھی میانوالی میں ایک ہندو سادھو کا۔ یہ سب سفر محض رفع مرض ہی کے لئے نہیں تھے بلکہ اُن میں بھی کئی ایک حکمتیں مضمر تھیں۔ میانوالی کے ادھر پار کے لوگوں کا بھی جو اکثر حاضری سے قاصر رہتے تھے، خیال مدِنظر تھا۔ دو دفعہ میانوالی تشریف لے گئے۔ جو لوگ وہاں حاضرِ خدمت ہوئے خوب جانتے ہیں کہ علاج کی طرف کوئی خاص توجہ نہ تھی۔ زائرین کا رات دن ہجوم رہتا تھا۔ اور مسافرت میں بھی میزبانی کے لباس میں جلوہ گر تھے۔ دریا پار کے لوگ سارا دن کام کاج کر کے رات کے وقت دریا سے پاپیادہ گذر کر اس ماہ مصر کو دیکھنے کے لئے آتے۔

یہ اللہ جل شانہ، کی رحمتِ عامہ کا تقاضا تھا کہ حضور کو اپنے پاس بلانے سے پیشتر غلامان اولی محبوب کے آخری دیدارِ فیض آثار سے محروم نہ رہیں۔ کیونکہ اس سے پیشتر آپ شائد میانوالی کی طرف کبھی تشریف نہیں لے گئے تھے۔ اور وہاں کے لوگوں کو بھی زیادہ تر حاضری کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس لئے آپ یکے بعد دیگرے دو دفعہ وہاں تشریف لے گئے۔ اول دفعہ سیال شریف مراجعت فرما ہونے کے بعد آپ کا ارادہ تھا کہ اب وہاں نہیں جاؤں گا۔ اور صاحبزادگان اور درویشانِ درگاہ کی بھی یہی رائے تھی بلکہ آپ خود بھی فرماتے تھے کہ "ہندو سنیاسی کا علاج اچھا نہیں"۔ پھر بھی ایک روز یک لخت تیار ہو گئے۔ اور بار ثانی میانوالی تشریف لے گئے۔

وصال | مولوی صاحب سلیمانی قبلہ لاہور سے مفتی سلیم اللہ حکیم کو لے گئے۔ حکیم

صاحب کے وہاں پہنچنے کے دوسرے یا تیسرے روز بعد از نماز عشاء حضور رحمتِ حق
سے جا ملے ۔ حکیم صاحب موصوف کا بیان ہے کہ جو کیفیت اس وقت انہوں نے
دیکھی وہ شائد کسی اور نے نہ دیکھی ہوگی ۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا ہاتھ آپ کی نبض پر تھا کہ
دفعتہً نبض گرتی ہوئی معلوم ہوئی ۔ میں نے نظر اٹھا کر جو دیکھا تو آنکھیں کھلی تھیں اور
لب ہل رہے تھے ۔ اگر میری سماعت مجھے دھوکا نہیں دیتی تو غالباً اللہ اللہ کا ذکر تھا ۔
یکایک میں نے کمرے میں روشنی دیکھی اور ساتھ ہی دھیمی دھیمی خوشبو پھیل گئی ۔ میں اس
روشنی اور خوشبو کے ذوق میں تھا کہ روح مبارک پرواز کر گئی ۔ اس وقت کو میں اب
تک نہیں بھولا اور اس روز سے میرا عقیدہ جو صوفیوں کی نسبت خراب تھا ۔
درست ہو گیا ، خیر میں نے باآواز بلند پکار کر لوگوں سے کہا " کلمہ پڑھو " سب کلمہ
پڑھنے لگے اور اس کے بعد تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گئے ۔

آپ کو اعلیٰ حضرت شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے
روضہ مبارک کے اندر آپ کے پہلو میں دفن کیا گیا ۔

مولوی سلیمانی قبلہ فرماتے تھے کہ " اس رات میری سب نبضیں سرد
ہو گئیں ۔ نماز عشا بھی نہ پڑھی گئی اور میں اضطراب کی حالت میں کبھی قبر پر جاتا
اور کبھی اپنے کمرے میں آ کر اوندھے منہ لیٹ جاتا ۔ ساری رات اسی طرح قلق
اور بے چینی رہی اور روضہ مبارک میں کچھ بھی نظر نہ آیا ۔ علی الصبح میں روضہ
مبارک پر پھر حاضر ہوا تو آپ کو موجود پایا ۔ رو کر عرض کیا " غریب نواز " ہمیں
کس کے سہارے چھوڑ کر چل دیئے ؟ " آپ نے صاحبزادہ صاحب کی طرف اشارہ
فرمایا ۔ میں نے دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب بھی اس وقت تیز نظر سے میری طرف دیکھ
رہے تھے ۔ پھر تو اطمینانِ قلب پیدا ہو گیا ۔ میں خوش خوش باہر آیا اور مولوی صاحب
چاچڑی کی خدمت میں روضہ مبارک میں حاضر ہونے کے لیے تاکیداً عرض کیا اور

ساتھ ہی بے ساختہ زبان سے یہ فقرہ نکل گیا" اب آپ جاکر دیکھیں کہ معراج محمدؐ آیا"۔

عمر شریف ۶۴ سال ہوئی اور ۱۳۲۷ھ میں وصال ہوا۔

"مظہرِ جمالِ حق شد تاریخ انتقال"

وفات کی اور بھی بہت سی تاریخیں لکھی گئیں لیکن بخوف طوالت انہیں قلم انداز کیا گیا ہے۔

حضور کے اوصافِ حمیدہ آپ صورت و سیرت میں حضرت خواجہ شمس العارفین کے مشابہ تھے۔ آپ مقررِ بے مثال، شریعت و طریقت میں ثابت قدم، سخاوت و مروّت میں بے نظیر، گویا پیکرِ بے مثال تھے۔

لنگر میں فراخ دلی سے خرچ کرتے تھے۔ غم گین کے احوال کی خبر گیری فرماتے اور غم و فرحت پر بہ نفسِ نفیس تشریف لے جایا کرتے۔ چنانچہ کسی نے اس چیز کو ایک زیب سجادہ کے شایانِ شان نہ سمجھ کر حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ۔ آپ کے پیر و مرشد کو خفیہ عریضہ ارسال کیا کہ آپ انہیں اس عادت سے منع فرمائیں۔ تونسہ شریف سے اس شخص کو جواب آیا" اے شخص اللہ تجھے ہدایت دے یہ کام کرنا تو اسلام اور سیّد الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور تابعداری ہے۔ اس میں کونسی کسرِ شان ہے؟ بلکہ الٹا نہ کرنے سے نقصان ہے۔ اب تجھے لازم ہے کہ اگر تو ان کے والد صاحب کا مرید ہے تو تجدید بیعت کر اور یہ خیال دل سے نکال دے۔

حضرت خواجہ محمد شاہ سلیمانؒ کے خاندان سے آپ کو بڑی عقیدت تھی اور ہر سال چند مرتبہ حاضری دیتے۔ یہاں تک کہ جب شدتِ مرض اور ضعف کے سبب

سواری بھی نہیں فرما سکتے تھے تو پھر بھی چارپائی پر اٹھوا کر خواجہ کے دربار حاضر ہوتے تھے۔

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کی خدمت میں حاضری اور عطائے خلافت

شمس دوران کے چہلم کے بعد آپ تونسہ شریف تشریف لے گئے اور زیب سجادہ حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور طریقت کا سجادہ عنایت فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت شمس العارفین کے دربار پر قیام فرما کر تشنگان فیض کو سیراب فرمایا۔ مریدین آپ کی بیعیت اور سالک آپ کی خدمت سے مستحق خلافت ہوئے۔

آپ کے کارنامے آپ کی ہمت اور تصرف سے دربار سیال شریف میں لنگر خانے تعمیر ہوئے۔ علاوہ ازیں شمس العارفین کا منقش روضہ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ تالاب وہ دردہ، مجلس خانہ، ایک عالی شان بنگلہ کنوواں وغیرہ کی تعمیرات بھی آپ ہی کے دستِ کرم کا فیض ہے۔

مہمان نوازی پرانے خدمت گار میاں ملوک علی صاحب قریشی بیان فرماتے تھے کہ جب فیض زماں پچاس ہمراہیوں کے ساتھ پاک پٹن سے واپسی پر ۱۵ میل کا فاصلہ طے کر کے ایک سبیل کے قریب قیام فرما ہوئے تو جلد کھانے پکانے کا حکم فرمایا۔ اس وقت بیس سیر آٹا، آٹھ آنے کا گھی اور ایک روپے کی شکر موجود تھی۔ اِدھر خادم کھانے پکانے میں مشغول ہوئے اُدھر پاک پٹن شریف سے آنے والے ہر قافلہ کو حضرت روک لیتے تھے۔ آخر کار ہم صبح سے ظہر تک روٹی پکاتے رہے اور کھلاتے رہے۔ اندازاً تین سو آدمی جب

کھانا کھا کر فارغ ہو گئے تو اس وقت دس روٹیاں بقایا تھیں، حضرت اسوقت وظائف میں مشغول تھے۔ عرض کی گئی کہ اب آپ بھی تناول فرمالیں۔ تب آپ نے کھانا تناول فرمایا اور پھر تمام وہاں سے روانہ ہو گئے۔

کشف و کرامات میاں ملوک علی قریشی حضرت کی ایک کرامت بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ ہم چند خادم حضور کے ہمراہ تونسہ شریف جا رہے تھے اور کوٹ سلطان سے اتر کر اونٹوں پر سوار ہو کر دریائے سندھ پر پہنچے۔ کوئی ملاح نظر نہ آیا۔ شدت کی دھوپ اور دوپہر کا وقت تھا۔ ساتھی گھبرائے ہوئے تھے۔ تو مرشد کامل نے مجھے فرمایا کہ میرے اونٹ کی مہار پکڑ کر فلاں مقام سے دریا کو عبور کرو۔ امید ہے کہ یہاں پانی کم گہرا ہوگا۔ میں نے لنگوٹ مارا اور نکیل پکڑ کر دریا عبور کر گیا۔ پانی میری کمر سے اوپر نہ چڑھا۔ اور تمام خادموں نے ہمارے پیچھے اسی مقام سے دریا عبور کر لیا۔ اور چھوٹے بڑے کسی کو بھی پانی کمر سے اونچا نہ ہوا۔ بعد میں ایک ہندو ہمیں دیکھ کر دریا عبور کرنے لگا، وہ بیچارہ بھنور میں جا پھنسا، غوطے کھا کر بالآخر واپس لوٹ گیا اور بڑی مشکل سے کنارے پر پہنچا۔ ہم نے حضرت سے درخواست کی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ ارشاد فرمایا "طغیانی آ گئی ہوگی۔"

حضور کی اولاد آپ کی اولاد چار صاحبزادگان تھے جو عالم اور حافظ تھے۔ پانچویں ایک صاحبزادی تھی جن کی شادی اپنے چچازاد صاحبزادہ نجم الدین سے ہوئی۔ صاحبزادگان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) صاحبزادہ محمد رمضان (۲۴ رمضان المبارک کو انتقال ہوا) (۲) صاحبزادہ محمد ضیاء اللہ صاحب۔ (۳) صاحبزادہ محمد عبداللہ صاحب۔ (۴) صاحبزادہ محمد سعد اللہ صاحب۔

آپ نے خود اپنے صاحبزادگان کی تعلیم و پرورش فرمائی اور نکاح بھی کرائے

میں سے آپ کی نگاہ بصیرت نے صاحبزادہ محمد ضیاء الدین صاحب کو جو بڑے سے چھوٹے تھے، اپنا جانشین بنایا اور تمام جائداد اصولِ وارثت کے تحت ...روں میں تقسیم فرمادی تاکہ نزاع کی صورت ہی ختم ہو جائے۔

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب ثالث سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائی حالات حضرت خواجہ محمد الدین صاحب ثانی کے سب سے بڑے صاحبزادے سے چھوٹے صاحبزادے حضرت محمد ضیاء الدین علیہ الرحمتہ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔ حضرت خواجہ صاحب ثانی نے اپنی زندگی ہی میں صاحبزادہ موصوف کو مسند نشینی کے قابل اور پسند فرمایا تھا۔ اور آپ کو صاحبزادہ نجم الدین اور لانگری احمد دین کے ہمراہ زیب سجادہ حضرت حافظ موسے صاحبؒ کی خدمت میں تونسہ شریف روانہ فرمایا اور اپنے برخوردار کے مفصل حالات سے آگاہ فرمایا تھا، جس کے بعد آستانۂ غوثِ زماں پر موصوف کی دستار بندی کی گئی۔ بعد ازاں حضرت شمس الانوارؒ کے سالانہ عرس پر صاحبزادہ حسن علیؒ ...لوی مقیم درگاہ محبوب الٰہیؒ کے ہاتھوں بھی دستار بندی کرائی گئی۔

یکم رجب ۱۳۲۷ھ کو حضرت ثانی علیہ الرحمتہ کے وصال پر آپ مسندِ دربارِ سیال شریف پر شرفِ مسندِ نشینی سے سرفراز ہوئے اور آپ کے علوم ظاہری اور فیوضِ باطنی سے ہزاروں متلاشیانِ حق بہرہ مند ہوئے۔

حضرت کے تعلیمی مشاغل بچپن ہی سے آپ کو علمِ دین کا ذوق و شوق تھا

چنانچہ علوم دینی کی تکمیل اور قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد علوم باطنی پر بھی عبور حاصل کیا اور دستار بندی کے بعد اپنے مکان میں علوم عربیہ اسلامیہ کا سلسلہ شروع کر دیا اور صرفِ زرِ کثیر سے اساتذہ اور طلباء کی رہائش کے لئے مکانات تعمیر کرائے۔ اس درسگاہ میں دور دور سے طالب علم آتے، علمِ دین حاصل کرتے اور فارغ التحصیل ہو کر اکنافِ ملک میں علم کی شمعیں روشن کرتے۔

خود حضرت حافظِ قرآنِ پاک ہونے کے علاوہ بائیبل پر بھی کامل عبور رکھتے تھے۔ مطالعہ کتب میں آپ اس قدر مستغرق رہتے کہ شام کا کھانا دو تین بجے سحری کو تناول فرمانا تقریباً آپ کا معمول بن گیا تھا اور سفر و حضر دونوں حالتوں میں یہ معمول بدستور چلتا۔ مصر اور دیگر بلادِ اسلامیہ سے کتب منگوا کر اپنے کتب خانہ میں جمع کر رکھی تھیں جس سے آپ کے علمی ذوق کی غمازی ہوتی ہے۔

تحریک خلافت کا زمانہ اور انگریزی حکومت کیخلاف ترک موالات کا فتویٰ

آپ کا عہد تحریک خلافت کا زمانہ تھا جب کہ ہندوستان کے پانصد علمائے کرام کا متفقہ فتویٰ انگریزی حکومت کے خلاف ترک موالات کا تھا۔ سجادہ نشینان پنجاب و سندھ میں سے آپ نے سب سے پہلے اس فتویٰ پر لبیک کہی اور اس میں عملی حصہ بھی لیا۔

آپ کی زندگی کے چند اہم واقعات

فوجوں اور پولیس کے ملازموں سے نذرانے قبول کرنے سے انکار

انگریزی حکومت کے خلاف ترک موالات کے متفقہ فتویٰ کے بعد آپ نے تین سال تک فوج اور پولیس

لازم عقیدت مندوں سے نذرانے قبول نہ کئے اور جو نذرانے بذریعہ ڈاک تے انہیں منی آرڈر بھیجنے والوں کو واپس کر دیتے۔ آپ فرماتے تھے کہ چونکہ علمائے کرام نے انگریز کی نوکری شرعاً حرام قرار دی ہے، یہ ناپاک رقم اس دربار خرچ نہیں ہو سکتی جہاں کہ مخلوق خدا قلوب کی صفائی کے لئے حاضر ہوتی ہے۔

ترک موالات کے سلسلہ میں تبلیغی سرگرمیاں

ترک موالات کی تحریک میں آپ نے سرگرم حصہ لیا۔ یہاں تک کہ تبلیغی میدان میں بھی شرکت فرمائی۔ ایک رسالہ موسومہ "رسالہ المعروف" طبع کرا کر اور پولیس نیز عوام میں اپنی طرف سے تقسیم فرمایا۔ اپنی عمر میں زمین کا معاملہ انگریز کو نہ دیا۔ اور تمام عمر مجاہدانہ زندگی بسر فرمائی۔

سورہ حدید کی کتابت

ستائیسویں شب رمضان پنجشنبہ کو بنگلہ میں تمام ہتھیار ایک برتن میں رکھ کر سورہ حدید خود لکھی۔ احباب سے بھی لکھوائی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں بفضل تعالیٰ دو آدمی بغل میں لیکر لئے اٹک پار کر سکتا ہوں۔ اور زار حرب کے استعمال میں بھی آپ بہت مشاق تھے۔ آپ کا نشانہ کبھی خطا نہ جاتا تھا۔

ترک مسلمانوں پر گولیاں چلانے والوں سے نفرت

آپ نے سون کے پٹھواری علاقہ میں پتھر جس پر ان فوجیوں کے نام کندہ تھے جنہوں نے ترک مسلمانوں کے خلاف بہادری دکھائی تھی، اکھیڑ دیا اور فرمایا کہ ان مردودوں کے نام جنہوں نے ترک مسلمانوں پر گولیاں برسائیں نہیں دیکھنا چاہیے۔

انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد

آپ نے انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد فرماتے ہوئے سر کے بال کٹوا

کر اپنے جدِ امجد کی ٹوپی زیب سر کر لی۔ جب یہ خبر کمشنر راولپنڈی تک پہنچی تو وہ پریشان ہو کر موٹر پر بیری والا بنگلہ پہنچا اور موٹر وہیں چھوڑ کر پاپیادہ سیال شریف ننگے سر ننگے پاؤں حاضر دربار ہوا۔ آپ اس وقت بنگلہ میں تخت پوش پر برہنہ تلوار رکھے مطالعہ کرنے میں مشغول تھے۔ دو گھنٹے دست بستہ اشکبار رہا مگر آپ نے کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ آخر رخصت طلب کرنے پر صرف اتنا فرمایا: "ہوں، جا۔" اس وقت انگریز کمشنر سمجھ گیا کہ آج ہماری بادشاہی ہندوستان پر ختم ہو گئی۔ جس بزرگ کے جدِ امجد نے امیر عبدالرحمٰن خان کو کابل کا تخت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دلوایا اس کے پوتے نے انگریزی حکومت کے خلاف عملی طور پر اعلان جہاد فرما کر تصرف باطن سے ہماری بادشاہی کے خاتمہ کی دربار الٰہی سے مہر لگوا دی ہے۔

انگریز کمشنر کا عطیہ قبول کرنے سے انکار

انگریز کمشنر نے ایک دفعہ آپ کو ۲۵ مربع اراضی کا لالچ د... کہ لنگر کی نذر کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ "انگریز اپنی پوری حکومت بھی مجھے دیدے تو بھی میرا ایمان نہیں خرید سکتا۔ فقیر خداداد خزانے کا مالک ہے، کسی چیز کی یہاں کمی نہیں۔ میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو جاؤ۔"

قید و بند کا مرحلہ

درویشوں کے بھیس میں سی۔آئی۔ڈی (خفیہ پولیس) کے کارندے ہر وقت انگریز حکام کو خبریں پہنچاتے رہتے۔ تحریک خلافت کے سلسلے میں جب گرفتاریاں شروع ہوئیں تو ضلع سرگودھا میں ۵۶ کے قریب اشخاص گرفتار ہوئے اور حضرت کے بھی وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے مگر ٹوانہ قوم کے رؤسا نواب اللہ بخش و خدا بخش نے انگریز کو صاف اعلان کہہ دیا کہ اگر حضور کی طرف نظر بد کی گئی تو آپ سے پہلے ہم جیل میں جائیں گے۔ لئے انگریز کمشنر نے حضور کو گرفتار کرنے کی جرأت نہ کی۔ اس واقعہ کا سیماب اکبرآبادی

...نے آپ کے مرثیہ میں اس طرح ذکر کیا ہے ؎

...پ کی پوری توجہ فکرِ ملت میں رہی — عمر بھر اصلاحِ ملت ہی طبیعت میں رہی
...ندگی مصروف لوگوں کی اعانت میں رہی — آپ کی امداد تحریکِ خلافت میں رہی

پیروؤں نے آپ کے کیں اس قدر قربانیاں
آج تک طاری ہیں اہلِ ہوش پر حیرانیاں

...ید کی اکثر مریدوں نے اٹھائی سختیاں — آپ کی جانب بھی اٹھی تھی نگاہِ بدگماں
...ضل نواب ٹوانہ گر نہ دیتے ناگہاں — منقلب دم بھر میں ہوتا صفحۂ ہندوستاں

خیر گزری ورنہ دنیا میں عذاب آنے کو تھا
حشر بن کر ورنہ دنیا پر عتاب آنے کو تھا

...ینی اور تبلیغی خدمات آپ نے سیاست کے علاوہ دینی اور تبلیغی امور میں بھی قابلِ ذکر حصہ لیا۔ مسلمانوں میں بے حسی اور جمود سے ...اثر ہو کر تمام سجادہ نشینوں کو خدمتِ دین کی دعوت دی جو درج ذیل ہے :

"اے طائفۂ گوشہ نشیناں عبادت در کنج ریاضت! در گوش کن ایں قصۂ درد و شکایت، از راہ عنایت آں گلبنِ اسلام کہ خود فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم کاشت محفوظ و نگہداشت بخشید و حسین ابن علی باآں نیز طراوت بخونِ شہادت داد دریں دور پر آشوب منتظر اعانت است۔ دلقت بچہ کار آید و تسبیح و مرقع و ریقہ، گر ہیچ نہ کر دی تو با اسلام اعانت در وقتِ ایانت"

۱۹۳۴ء میں فریاد بہ دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم عرض کی جس کا ...ایک مصرعہ درد میں ڈوبا ہوا ہے، آپ کے قلبی سوز کا مرقع ہے۔ چند ...عار درج ذیل ہیں :

اے شہہ خیر البشر اب لے خبر مند کی شتاب
قوم انگلش ہمچوں کشمکش خوردہ و کردہ خراب
بھیج دو فاروق اعظمؓ یا کہ خالدؓ سیفِ حق
یا بما ارساں فارغ بال حیدر بو تراب رضؓ
آپؐ کی امت سا دنیا میں نہیں کوئی ذلیل
ایں سزائے آنکہ او شد غافل از ام الکتاب
قوم مسلم مال و زر میں ہو گئی ہے مبتلا
اسقنا کاساً شفائاً من لدنک یا سحاب
عقل مسلم کی ہوئی گم اس کا سر ایسا پھرا
نیک را بد می شمار و قبح را داند صواب
رحم کر ہم پہ کہ تو ہے رحمۃ العلمین
چہرہ پُر نور و تاباں را نمائی بے نقاب

اے خدایا! بخش دے ہم کو ضیائے شمسِ دین
سرخرو باشیم و شاداں پیش تو یوم الحساب

حضرت ثالث نے محمد حیات جمال کے چالیس سوالات کے ایسے مدلل جوابات دیئے کہ تمام شکوک و شبہات جو دلوں میں پڑتے تھے کامل طور پر دور ہو گئے اور ٹھوس علمی دلائل سے ان کا قلع قمع ہو گیا۔

مولانا محمد ذاکر بگوی رحؒ سے عقیدت

حضرت ثالث علیہ الرحمۃ کو سید العاشقین عالمِ ربانی مولانا محمد ذاکر بگوی لاہوریؒ کے وصال پر بہت قلق ہوا۔ فرمایا کہ میرا دایاں بازو ٹوٹ گیا ہے۔ آپ حضرت مولانا کے جنازہ پر نہ پہنچ سکے۔ جب آپ بھیرہ فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے تو عجب سماں بندھا۔ اس وقت قوالوں نے یہ مصرعہ گانا شروع کیا ع

یہ جنازہ گر نہ آئی بمزار خواہی آمد

آپ کا مزار شریف آج بھی سیال شریف میں مرجعِ خلائق بنا ہوا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ جس گلشن کو سدا بہار رکھنا چاہتا ہے اس کے لئے اپنی قدرت
ـت سے باغبان کا انتظام بھی فرما دیا کرتا ہے۔ جس کی بالغ نظری، فنی مہارت
ئے پیہم، باغ کی شادابی کی ضامن ہوتی ہے۔ نوبنو کلیاں مسکراتی رہتی ہیں۔ غنچے پھول
اپنی مہک سے ساری فضا کو عنبریں بنائے رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندے حضرت خواجہ شمس الحق والدین کو ان گنت
ـصوصی انعامات سے بہرہ ور فرمایا۔ ان انعامات میں سے اہم ترین اور گراں بہا
ـام یہ ہے کہ آپ کے جانشین یکے بعد دیگرے وہ باکمال ہستیاں ہوئیں جن
ـکر کی پختگی، عزائم کی بلندی اور سخن کی دلنوازی، ہر کٹھن مرحلہ پر ملت کے جسد
ـردہ میں نئی روح پھونک کر جواں بناتی رہی۔ حضرت خواجہ ثانی کے بعد حضرت
ـضیاء الحق والدین نے فقر و درویشی کے اس سجادہ کو جو عظمتیں اور رفعتیں بخشیں ان
ـسامنے شاہی جاہ و جلال اور تاج و تخت کا کروفر لرزہ براندام نظر آتا ہے
ـرت ثالث غریب نوازؒ نے اپنی سجادگی کے مختصر دور میں وہ کارہائے نمایاں
ـم دیئے کہ ہماری تاریخ اس پر بجا طور پر ناز کر سکتی ہے۔ آنجناب کے خلوص اور
ـکا ایک ثمر آپ کو یہ دیا گیا کہ آپ کو ایک ایسا فرزند عطا فرمایا جس کی ذہانت
ـت علمی بزرگی، اور شانِ فقیر و درویشی کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا ہے۔

اس فرزند مسعود کی ولادت باسعادت ۱۳۲۴ ہجری مطابق ۱۹۰۶ء عیسوی سیال شریف کے قریہ طیبہ میں ہوئی۔ حضرت ثانی لاثانی کا زمانہ تھا۔ آپ نے فرزند رشید کو اپنی گود میں لیا۔ اس کی جبینِ سعادت پر اس کے درخشاں مستقبل کی نشانیاں دیکھ کر اس کا نام "محمد قمر الدین" تجویز کیا۔ آنے والے آلام و مصائب شب تاریک دیجور میں اگر یہ قمر اپنی ضیاء باریوں سے ہر سُو نور برساتا تو خدا معلوم ملت کی محرومیوں اور مایوسیوں کا حال کیا ہوتا۔

بچپن سے ہی آپ سے ایسے آثار رونما ہونے لگے۔ جو آپ کی عظیم شخصیت کی غمازی کر رہے تھے ایک دفعہ جب کہ آپ کی عمر اڑھائی تین برس کے قریب تھی۔ گھر میں جو کپڑا ملتا اسے دستار کے طور پر سر پر باندھ لیتے یہاں تک کہ اس ننھے سے سر پر کپڑوں کا انبار لپیٹ لیا۔ کسی نے حضرت ثانی کی خدمت آپ کی اس ادائے دلربائی کا تذکرہ کیا محبت کے جذبات میں جوش آگیا۔ اپنے پوتے کو پاس بلایا، تبرکات کا صندوق منگوایا اور جو جو دستاریں آپ کو اپنے پیرخانہ عطا ہوئی تھیں یا حضرت شمس العارفین کے جو عمامے بطور تبرک محفوظ تھے سب کو نکالا اور اپنے دستِ مبارک سے اس نونہال کے سر پر باندھ دیے۔ جب یہ معصوم اپنے اسلاف گرامی کے ان عماموں کو زیب سر کر کے اپنے دادا جان کی گود میں بیٹھا ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ جدِّ امجد کی مسرتوں کا کیا عالم ہوگا۔ انہوں نے کن کن پاکیزہ دعاؤں سے سرفراز فرمایا ہوگا۔ اور مستقبل کی کون کون جھلکیاں دیکھی ہوں گی۔

آپ کی عمر مبارک بمشکل تین چار سال کے قریب تھی کہ حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔ اب اس شہباز کی تربیت کی ذمہ داری حضرت خواجہ ضیاءالدین رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھالی۔ جنہیں طریقِ شہبازی سکھانے کا خداداد ملکہ بخشا گیا تھا۔

آپ کی عمر چار سال چار ماہ دس دن ہوئی تو حافظ کریم بخش کے پاس قرآن کریم
حفظ کرنے کے لئے آپ کو بٹھایا گیا۔ آپ نے حفظ قرآن پاک کا مرحلہ بڑی
آسانی سے قلیل عرصہ میں طے کر لیا۔ اس کے بعد جید اساتذہ نے آپ کو فارسی اور
صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں بڑے شوق اور محبت سے پڑھائیں۔ اور اس جوہر قابل
نے اپنے اساتذہ کے فیض کو بڑے شوق اور محبت سے قبول کیا۔ آپ ابھی کنز پڑھا
کرتے تھے اور بالکل کمسن تھے اس دوران میں آپ نے کنز کے ایک مشکل مقام
کی تشریح عربی زبان میں لکھی جس کو دیکھ کر بڑے بڑے فضلاء دنگ رہ گئے۔ اس
تحریر نے حضرت ضیاء الملت کو آپ کی تعلیم وتربیت کی اہمیت کا مزید احساس
دلا دیا۔ چنانچہ برصغیر ہند میں خیرآبادی خانوادہ علم وحکمت کے فقید المثال عالم
حضرت مولانا معین الدین اجمیری پر نگاہِ انتخاب پڑی۔ وہ اس وقت مدرسہ عثمانیہ
دار الخیر اجمیر میں صدر مدرس تھے، چنانچہ کچھ عرصہ کے لئے حضرت ثالث غریب نواز
نے اپنے فرزند ارشد کو حصول تعلیم کے لئے مولانا کی خدمت میں اجمیر شریف
روانہ کیا۔ پھر حضرت کا شوق فراواں مولانا کو کشاں کشاں اجمیر سے سیال شریف لے
آیا اور آپ ان سے اکتسابِ علم کرنے لگے۔ مولانا اجمیری کے تلمیذ رشید
حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ بھی آپ کی تدریس کے لئے دار العلوم ضیاء شمس الاسلام
میں عرصہ دراز تک تشریف فرما رہے۔ حضرت مولانا محمد دین صاحب بدھوی سے
بھی آپ نے منطق وفلسفہ کی کتابیں پڑھیں۔ آپ نے علوم معقول ومنقول کی
تکمیل ان اساطین علم ودانش سے کی۔ اور دورہ حدیثِ پاک بھی حضرت مولانا
اجمیری کے حلقہ درس میں شامل ہو کر کیا۔ آپ نے ہی سند حدیث انہیں عطا فرمائی۔

طالب علمی کے زمانہ میں ہی نبوغ وعبقریت کے آثار آپ کی ذات میں
ہر کہ ومہ کو نظر آنے لگے تھے اللہ تعالیٰ نے ذہن البیار سا عطا فرمایا تھا کہ مشکل

سے مشکل مقام ادنیٰ توجہ سے حل ہو جاتا۔ حافظہ اتنا قوی تھا کہ جو بات ایک
مرتبہ یاد کی وہ نقش بر سنگ بن کر رہ گئی۔ طالب علمی کے دور میں بھی ع
طالب علموں کی کوئی ادا آپ میں نہ پائی جاتی۔ آپ اس وقت بھی متانت
و سنجیدگی کا ایک کوہ گراں تھے جسے جذبات کی کوئی طغیانی اور حالات کی تیز
تیز لہرا اپنے مقام سے ہلا نہ سکتی۔ آپ کی نرگسیں آنکھیں شرم و حیا سے ہم
زمین کی طرف جھکی رہتیں۔ تبلیغ دین کا شوق بچپن سے ہی رگ رگ میں سمایا
تھا۔ آپ لوگوں کو گھر گھر جا کر نماز کی تلقین فرمایا کرتے، اور جو شخص اس میں
کرتا۔ اس پر ناراضگی کا اظہار فرماتے۔

حضرت ثالث رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو صرف علم کتابی کا ماہر ہی
بنایا بلکہ ایک مجاہد کی زندگی کے انداز بھی سکھائے۔ آپ کو شاہسوار
بندوق کی نشانہ بازی، شمشیر زنی کی تعلیم بھی دلائی اور خوب مشق بھی کرائی۔ آ
کو جفاکش اور مشقت پسند بنانے کے لئے شکار میں اپنے ہمراہ لے جا
سارا دن گھوڑے دوڑاتے دوڑاتے گزر جاتا۔ قول و ارشاد سے زیادہ حض
ثالث کی مجاہدانہ زندگی نے آپ کے فرزند ارجمند کو متاثر کیا۔ انگریز دشمنی میں
ثالث کا کوئی جواب نہ تھا۔ انگریزی عہد کے پرانے ریکارڈ سے ایک د
ملی ہے۔ اس میں سی آئی ڈی کی رپورٹ درج ہے۔ جو اس وقت کے گ
کو بھیجی گئی تھی۔ اس کے چند اقتباسات آپ بھی ملاحظہ فرمائیے تاکہ آ
پر حقیقت عیاں ہو جائے کہ حضرت ثالث غریب نواز کے بارے میں ا
اور ملت اسلامیہ کے دشمن انگریز کی کیا رائے تھی۔

مولوی محمد ضیاء الدین، ایک سیاسی اور مذہبی پیشوا ہے، جسے ہزاروں
مسلمان جو شمال مغربی سرحدی قبائلی علاقہ، شمالی، اور وسطی پنجاب، ریاست

کشمیر، سندھ، بلوچستان، ریاست بہاولپور، افغانستان میں سکونت پذیر ہیں مانتے عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور پیروی کرتے ہیں۔

اس کی حرکات کی درجہ بندی مندرجہ ذیل ہے۔

۱ ۔ وہ اسلام کا پرچار عقل اور فلسفہ سے کرتا ہے، اور اپنے پیروکاروں کو اسلامی دنیا کی گزشتہ طاقت، عظمت، ثقافت، اور تہذیب کا حوالہ دے کر تشدد پر ابھارتا ہے۔

۲ ۔ وہ "جہاد" (مذہبی جنگ) کے فوائد بیان کرتا ہے، جو بدامنی پھیلانے میں جوش کا کام دیتا ہے۔

۳ ۔ جہاں پناہ (انگریز بادشاہ جارج پنجم) کی حکومت کے خلاف نفرت پھیلانے والی ایک اہم شخصیت ہے۔

۴ ۔ وہ خلافت کمیٹی کے نعرہ کا اعلان کرنے والا ہے، جو کہ جہاں پناہ (انگریز بادشاہ) کی حکومت کے خلاف سراسر نفرت کا مظاہرہ کرتے ہیں "بدیشی کپڑا مت پہنو، کھدر پہنو، اور اے فرنگیو! ہندوستان چھوڑ دو" کے نعرے لگاتا ہے۔

۵ ۔ وہ بعض اوقات عوام کو جہاں پناہ کی فوج اور سول کی نوکری نہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

۶ ۔ وہ رضاکار فورس کا علاقائی آرگنائزر ہے۔

۷ ۔ وہ سنٹرل خلافت کمیٹی کا خاص ممبر ہے۔ اور اس کے جلوسوں میں شرکت کرتا ہے۔ اور اس کا ایک مالی ذریعہ ہے۔

۸ ۔ جب خلافت کے روز ۱۷ مارچ ۱۹۲۰ء کو ہز ایکسی لینسی پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر ملتان میں تھے، تو اس کے تین پیروکار (جنہوں نے

بعد میں بتایا کہ انہیں پیر صاحب نے گورنر صاحب کا رہائش کا بنگلہ تباہ کرنے کے لئے بھیجا تھا) موقع پر پکڑے گئے، جن کے پاس بارود وغیرہ تھا۔ اس معاملہ میں وہ ایک مشکوک ملزم تھا۔

۹ - مندرجہ ذیل اس کے بہت قریبی ساتھی اور پیروکار ہیں :-

(۱) مولوی محمد عبداللہ (۲) سید جمال شاہ (۳) مولوی محمد حسین (۴) مولوی ظہور احمد (بگوی)، (۵) مولوی محمد ذاکر (محمد شریف) (۶) مولوی خان محمد (۷) لالہ گوہری لال (۸) سردار بربنس سنگھ (۹) سیٹھ رام داس۔

۱۰ - ایک دفعہ سماعتی اور بلاضمانت جرائم کے تحت وارنٹ گرفتاری جاری کئے گئے تھے، لیکن جلد ہی ریذیڈنٹ کمشنر (پولیٹیکل) حکومت پنجاب کے حکم کے تحت کینسل کر دیئے گئے۔ تاہم اس کے گرد آدمی لگے ہوئے ہیں۔ اور سخت نگرانی کی جا رہی ہے۔ نگران سٹاف مستقل طور پر متعین کر دیا گیا ہے، جس کی رپورٹیں باقاعدگی سے مل رہی ہیں، اور فائل بنائی جا رہی ہے۔ اس کی حرکات جہاں پناہ (انگریز بادشاہ) کی حکومت کے لئے خطرہ کا باعث ہے۔ وہ علاقائی انتظامیہ کے لئے درد سر اور رکاوٹ ہے۔ اُسے نرم کرنے اور خریدنے کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئی ہیں ؎

خط کشیدہ الفاظ میں اسلام کے بطلِ جلیل کے سامنے فرنگی استعمار کی شکست کا کھلا اعتراف ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے :-

موحد کہ برپائے ریزی زرش ۔۔۔ دگر تیغ ہندی نہی برسرش
امید و ہراسش نباشد زکس ۔۔۔ ہمیں ست بنیادِ توحید و بس

انگریز دشمنی کا یہ بیکراں جذبہ حضرت کو اپنے والد گرامی سے

ورثہ میں ملا تھا۔ اور آپ نے اس ورثہ کی قدر و منزلت کا حق ادا کر دیا۔

ضلع سرگودھا کا ڈپٹی کمشنر ایک انگریز تھا۔ آپ نے رائفل کے لائسنس کے لئے درخواست دی۔ اس نے لکھ بھیجا کہ آپ نے انگریزی سرکار کے لئے جو خدمات انجام دی ہیں وہ تحریر کریں تاکہ اس استحقاق کی بنا پر آپ کو لائسنس دیا جائے۔ آپ نے ڈی سی کو لکھ بھیجا کہ شاید آپ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب کے نامِ نامی سے اور ان کے کارناموں سے واقف ہوں گے۔ میں انہیں کا فرزند ہوں جس قسم کی خدمات انہوں نے حکومت انگلشیہ کی انجام دی ہیں۔ انہیں خدمات کی آپ مجھ سے توقع رکھیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ڈی سی کو یہ جواب لکھ دیا۔ کیونکہ یہ میرے ایمان کی پکار تھی، لیکن رائفل کے لائسنس سے میں مایوس ہو گیا۔ اسی رات کو حضرت خواجہ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں شرف زیارت بخشا۔ اور فرمایا، قمر الدین تم کیوں مایوس ہوتے ہو۔ پھر ایک مکان کی طرف اشارہ کیا جس میں ہر قسم کی رائفلوں کا انبار لگا تھا۔ فرمایا اس میں سے جو چاہو چن لو۔ چند روز گزرے اسی انگریز ڈپٹی کمشنر نے رائفل کا لائسنس بنا کر سیال شریف بھیج دیا۔

اسی قسم کا ایک حیرت انگیز واقعہ بھی سن لیجئے۔

آپ کی سجادہ نشینی کے بعد آپ کو گورنر کی طرف سے یہ مبارکباد موصول ہوئی کہ بادشاہِ انگلستان نے آپ کو ہز ہولی نیس (تقدس مآب) کا معزز خطاب مرحمت فرمایا ہے۔ جب یہ خط آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس کو ملاحظہ کرنے کے بعد آتش دان میں پھینک دیا۔ جسے بھڑکتے ہوئے شعلوں نے چشم زدن میں خاکستر بنا دیا۔

یہ جرأت قلندرانہ ہر کسی کے بس کا روگ نہیں۔

حضرت خواجہ علامہ محمد قمرالدین کی عمر مبارک ابھی صرف چوبیس سال تھی کہ والد گرامی حضرت ضیاء الملت والدینؒ داغ مفارقت دے گئے، گو اس لعل جلیل کا اس وقت رحلت فرمانا ساری ملتِ اسلامیہ کے لئے ایک روح فرسا المیہ تھا، لیکن اپنے فرزند کے وجود میں جو اپنا نعم البدل قوم کی خدمت میں آپ پیش کر گئے تھے، اس نے زخمی دلوں کو تسکین دینے میں بڑا کردار انجام دیا۔

آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین کی گوناں گوں اور گرانقدر ذمہ داریوں کا بوجھ قدرت نے آپ کے کندھوں پر ڈال دیا۔ آپ نے جس جواں مردی اور اولوالعزمی سے ان ذمہ داریوں کو نبھایا۔ ان کی داستان پڑھ کر انسان تصویر حیرت بن کر رہ جاتا ہے، ایک اجمالی سا تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔

وابستگان آستانہ عالیہ کی تعداد حصر و شمار سے ماورا ہے، اور ملک کے مختلف گوشوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ پیر بھائیوں کی آمد کا سلسلہ روز و شب جاری رہتا ہے ان کی داستانِ غم کو سُننا ان کے زخمی دلوں پر مرہم رکھنا۔ دینی اور دنیوی معاملات میں اپنے نیاز مندوں کی رہنمائی اور اعانت کرنا آپ کے فرائض منصبی میں سے ہے۔ آپ خود سوچئے، جس کے پاس مختلف قبائل اور علاقوں کے مختلف المزاج صدہا آدمی ہر روز حاضر ہوتے ہوں۔ اس کی مصروفیت کا کیا عالم ہوتا ہے۔ ان کے کھانے پینے، رہائش، موسم کے مطابق بستر اچارپائی کی فراہمی بھی آپ کے فرائض میں شامل ہے۔ مزید برآں اوراد و وظائف اور عبادت و نوافل کی پابندی بھی آپ کے روزمرہ کے معمولات میں شامل ہے۔ جب آپ نماز کے لئے بارگاہ رب کریم میں حاضر ہوتے ہیں تو وہ منظر دیدنی ہوتا ہے۔ محویت اور استغراق کی کیفیت ہر طرف سے احاطہ

کئے ہوتی ہے۔ کھڑے ہیں تو عجیب انداز سے، رکوع میں گئے تو نرالی شان سے اور جب سجدہ ریز ہوتے ہیں تو کیف و سرور کے باعث سر اٹھانے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اور جب التحیات میں بیٹھتے ہیں تو عجیب حال ہوتا ہے، اس طرح کی نماز پڑھتے ہوئے ان گناہگار آنکھوں نے کوئی نہیں دیکھا۔ آپ کا وظیفہ تسبیح کے ذریعہ بہت کم ہوتا ہے۔ ہر وقت ذکر قلبی میں مستغرق رہتے ہیں۔ اور یہ کیفیت صرف نماز کے وقت ہی نہیں ہوتی۔ ہمہ وقت طاری رہتی ہے۔

اس داخلی وسیع محاذ کے علاوہ کئی اور محاذ ہیں۔ جن میں آپ داد شجاعت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک محاذ مذہبی تبلیغ کا ہے۔ آپ جب مسند خلافت پر جلوہ آرا ہوئے اس وقت انگریزی حکومت بڑی توانا تھی، اور اس کے سائے میں عیسائی مشنری اسلام کی بنیادی تعلیمات پر دھڑا دھڑ یورش کرتے رہتے تھے۔ ایک روز آپ کو اطلاع ملی کہ سلانوالی کے علاقہ میں پادری براؤن (BROWN) نے قیامت برپا کر رکھی ہے۔ اس نے ایک کیمپ قائم کر رکھا ہے، وہاں سے ہر روز آ کر بازار اور سڑکوں پر اپنی سٹیج لگاتا ہے اور عوام کے ٹھٹھ جمع ہو جاتے ہیں، اور وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اسلام پر بے سروپا اعتراضات کی بوچھاڑ کرتا رہتا ہے۔ سلانوالی سیال شریف سے بارہ چودہ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ اسی وقت گھوڑوں پر سوار ہو کر سیال شریف سے روانہ ہوئے، جہاں اس نے کیمپ لگایا ہوا تھا وہاں جا پہنچے اور اس کو مناظرہ کا چیلنج دیا، جو اس نے قبول کر لیا۔ آپ نے پہلی تقریر میں ہی بائیبل کی تعریف کے موضوع پر مدلل تقریر کی۔ بائیبل سے حوالہ جات کا انبار لگا دیا۔ پادری براؤن کو اپنے علم اور طلاقت لسانی پر بڑا گھمنڈ تھا۔ لیکن آپ کی مدلل اور زوردار تقریر سے

اس کے حواس یوں باختہ ہو گئے کہ اس نے بائیبل کو زمین پر پٹخ دیا اور یہ کہتا ہوا میدان مناظرہ سے بھاگ گیا۔ کہ واقعی ہماری کتابیں کھراب (خراب) ہو گئی ہیں۔ اس طرح آپ کی ایک مجاہدانہ ضرب سے اس سامری کا سارا طلسم پاش پاش ہو گیا۔

ایک بار آپ تونسہ شریف عرس مبارک میں شرکت کے لئے حاضر ہوئے۔ انہی دنوں میں ایک عیسائی مبلغ وہاں گیا ہوا تھا۔ بر سر بازار اس نے اپنی تقریر شروع کی لوگ کثیر تعداد میں وہاں جمع ہو گئے۔ اس نے بھی اسلام پر تابڑ توڑ حملے کرنے شروع کئے، قرآنی آیات اور احادیث اس کو بکثرت از بر تھیں۔ جن کو وہ بجا و بے جا استدلال کے طور پر بڑی چابکدستی سے استعمال کر رہا تھا۔ کئی عالم موجود تھے۔ اس کو رد کرنے کی جرأت کسی کو نہ ہوئی حضرت کو پتہ چلا تو آپ دوڑتے ہوئے وہاں تشریف لے گئے اور چند لمحوں میں اس کا ناطقہ بند کر دیا۔ اور وہ راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا۔

آج کل تو مرزائیت کا فتنہ بفضلہٖ تعالیٰ دب گیا ہے۔ انگریز کے عہد میں ان کی غارت گری بڑی تکلیف کا باعث بنی ہوئی تھی۔ انگریزی حکومت اپنے اس خود کاشتہ پودا کی ہر طرح نگرانی کرتی اور اسے ہر قسم کا تحفظ دیتی اس بات نے مرزائی مبلغین کو بے لگام کر دیا تھا۔ وہ بلا جھجک حضور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کو مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دیتے۔ انہوں نے اپنے خرافات سے لوگوں کا ناک میں دم کر دیا تھا۔ شہر بھی اگرچہ ان کی یلغار سے محفوظ نہ تھے، لیکن دیہاتوں اور گاؤں میں رہنے والے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان پر شب خون مارنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ جہاں بھی ان عیار مبلغین نے اپنا جال بچھانا شروع کیا۔ پیر بھائی فریاد کناں

حاضر ہوئے آپ بجلی کی سی سرعت و تندی سے ان مرزائی مبلغوں پر جا گرتے اور انہیں خاک سیاہ بنا کر رکھ دیتے۔

نجدیت، اور رفض کے فتنے بھی غلامانِ مصطفےٰ علیہ التحیات والثنا کی جمعیت خاطر کو پراگندہ کرنے کے لئے جہاں بھی سر اٹھاتے ہیں حضرت ان کی سرکوبی کے لئے وہاں موجود ہوتے ہیں غرضیکہ اہلِ سنت کے عقاید پر حملہ کرنے والا کوئی ہو اور کسی لباس میں آئے۔ وہ حضرت پیر سیال کو کبھی غافل نہیں پاتا۔

اس کے علاوہ ایک تحریک آزادی کا محاذ ہے۔ انگریز کی غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے لیے یہ تحریک پورے ہندوستان میں زور شور سے جاری تھی۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت خواجہ ضیاء الملت والدین رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزی استعمار کے خاتمہ کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دی تھی۔ انہیں کے نقشِ پا کی پیروی کرتے ہوئے حضرت خواجہ علامہ محمد قمر الدین نے انگریز کے خلاف بغاوت کے پرچم کو سربلند رکھا۔ انگریز کے بارے میں آپ کے دل میں جو نفرت تھی اس کا کچھ حال آپ ابھی ابھی پڑھ آئے ہیں۔ قائد اعظمؒ نے جب تحریک پاکستان کی قیادت سنبھالی تو مسلمانوں کی سیاسی جنگ کی نوعیت ہی بدل گئی۔ حصولِ پاکستان کی جنگ صرف انگریز کے ساتھ نہ تھی بلکہ ہندو کے ساتھ بھی تھی جو دولت و ثروت میں، اثر و رسوخ میں اور تعداد میں مسلمانوں سے کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ قائد اعظمؒ نے ان دنوں اسلام دشمن اور مسلم دشمن قوتوں کے خلاف جب جہاد شروع کیا تو جو لوگ سب سے پہلے اور آگے بڑھ کر قائد اعظمؒ کے شانہ بشانہ شریک جہاد ہوئے۔ ان میں حضرت علامہ محمد قمر الدین سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف کا نام نامی سر فہرست ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے جو جد و جہد کی وہ مالی نقصان اور جسمانی اذیتوں تک محدود نہ تھی بلکہ اس نے ان عزیز اور گراں بہا خاندانی تعلقات کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا

تھا۔ ضلع سرگودھا، جھنگ، فیصل آباد، میانوالی اور دیگر اضلاع کے رؤساء کی ایک کثیر تعداد سیال شریف کی نیازمند تھی۔ لیکن دوسری طرف اپنے دنیادی مفاد کے لئے انگریز سے بھی ان کے دوستانہ تعلقات تھے ۱۹۴۶ء کے انتخابات جنہوں نے پاکستان بننے کا حتمی فیصلہ صادر کیا۔ بڑے نازک حالات میں منعقد ہوئے۔ یونینسٹ پارٹی جو پنجاب کے نوابوں، زمینداروں اور جاگیرداروں کی ایک جماعت تھی، اور انگریز کی وفادار تھی۔ اس میں ٹوانے اور نون پیش پیش تھے۔ انہوں نے بڑی کوشش کی کہ آستانہ عالیہ سیال شریف کا سجادہ نشین اس الیکشن میں غیر جانبدار رہے۔ اور اپنے مصلیٰ پر بیٹھ کر سب کے لئے دعا کیا کرے۔ ملک خضر حیات جو اس وقت پنجاب کے وزیراعلیٰ اور یونینسٹ پارٹی کے لیڈر تھے ان کی اور دیگر ٹوانوں کی مستورات منت سماجت کرنے کے لئے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئیں انہوں نے عرض کی کہ ہم کئی پشتوں سے آپ کے نیازمند ہیں، آپ اگر ہماری امداد نہیں کرتے تو مخالفت نہ کریں، ورنہ ہمیں بہت نقصان پہنچے گا۔ قبلہ حضرت صاحب نے ان سب کو دوٹوک جواب دیا کہ پاکستان کی جنگ، اسلام کی بقا اور عظمت کی جنگ ہے۔ میں اس جنگ سے کنارہ کش نہیں رہ سکتا بلکہ اپنی ہر چیز اس راہ میں قربان کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ لوگوں کی سعادت مندی اسی میں ہے کہ آپ لوگ میرے ساتھ مل کر جنگ میں شریک ہوں۔ اگر آپ یہ چاہیں کہ میں پاکستان کا پرچم ہاتھ سے رکھ دوں تو یہ ناممکن ہے۔ میں آپ کو چھوڑ سکتا ہوں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے جھنڈے کو سرنگوں ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔

اہلِ نظر جانتے ہیں کہ تحریک پاکستان میں آپ کی عملی شرکت اور مجاہدانہ کارناموں نے اس تحریک کو کتنا توانا اور طاقتور کر دیا، پنجاب، سرحد وغیرہ میں جہاں جہاں آپ کے عقیدت مندوں کے مضبوط حلقے تھے، وہ اپنے تمام تعلقات کو پس پشت

ڈالتے ہوئے اپنی مجبوریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے مفادات کو پاؤں تلے روندتے ہوئے پاکستان زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگا کر میدان میں نکل آئے جب پاکستان کے لئے سول نافرمانی کی تحریک کا آغاز ہوا۔ اس وقت ضلع سرگودھا مسلم لیگ کے آپ صدر تھے۔ یہ ضلع جو انگریز کے لوڈیوں اور خوشامدیوں کا ضلع کہلاتا تھا۔ اس میں سول نافرمانی کی تحریک کی کامیابی کے امکانات، سیاستدانوں کو بہت کم نظر آتے تھے۔ لیکن جب اس مرد مجاہد نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس تحریک کا آغاز کیا، اور گرفتاری کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا تو لوگوں کا منجمد خون گرم ہو گیا سوئے ہوئے جذبات بیدار ہو گئے۔ اور سرگودھا کی بڑی بڑی شاہراہوں کو خوب یاد ہے کہ پیر سیال کے پروانے کس جرأت کے ساتھ انگریزی پولیس کی لاٹھیوں کے سامنے سینے تانے کھڑے ہو گئے اور آپ پاک خون سے سرگودھا کی سرزمین کو رنگین بنا دیا۔

ملک بھر میں اس آستانہ کے ساتھ جتنی گدیاں وابستہ تھیں سب کی سب اپنے مرشد کی پیروی میں تحریک پاکستان میں شریک ہو گئیں۔ یوں ایک مجاہد بہادر اور بے لوث ساتھی کی برکت سے قائد اعظمؒ نے اپنے دونوں حریفوں کو شکست فاش دی۔ انگریزی استعمار اور برہمن سامراج دونوں رخت سفر باندھ کر یہاں سے چل دیئے۔ اور اس خطہ پاک میں صدیوں کی غلامی کے بعد اسلام کا سبز ہلالی پرچم لہرایا گیا۔

سرحد میں جب ریفرنڈم (استصواب رائے) کا معرکہ گرم ہوا تو صوبہ سرحد ی گاندھی کا مسکن اور اس کے اثر و رسوخ کا مضبوط قلعہ تھا جس میں کانگرسی وزارت بھی قائم تھی جن نفوس قدسیہ کی کوششوں کے طفیل پٹھانوں نے واردھا کے سامری کے دام تزویر سے نجات حاصل کی ان میں حضرت پیر صاحب مانکی شریف، پیر صاحب

زکوڑی شریف کے علاوہ حضرت العلامہ محمد قمر الدین سیالوی کی ذات بابرکات پیش پیش تھی۔ آپ کی عظیم، بے لوث خدمات سے متاثر ہو کر قائد اعظمؒ نے آپ کو ایک خط لکھا، جس میں آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس وعدے کو پھر دہرایا کہ پاکستان میں صرف حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لایا ہوا نظامِ حیات نافذ کیا جائے گا۔

اس میں شک نہیں کہ پاکستان میں غالب اکثریت اہل سنت کی ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ قوت واقتدار سے انہیں ہمیشہ محروم رکھا گیا اور دوسرے لوگ مسند اقتدار پر متمکن ہوتے رہے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اہلِ سنت غیر منظم تھے، بکھرے ہوئے تھے، اور ان کا کوئی قابل اعتماد قاید نہ تھا۔ ہماری اس غفلت کی وجہ سے ہمیں ہر سطح پر ناقابلِ تلافی نقصان پہنچانے کی کوششیں کی جاتی رہیں۔ ۱۹۷۰ء میں جب ملک ایک شدید بحران سے دوچار تھا۔ کئی قسم کے فتنے سر اٹھا رہے تھے، اور ان فتنوں میں سب سے زیادہ توانا اور خطرناک سوشلزم کا فتنہ تھا۔ جسے بھٹو کی شخصیت نے مقبولیت عام بخش دی تھی۔ ان حالات میں انتخابات کے انعقاد کا اعلان ہو گیا۔ ساری جماعتیں لنگر لنگوٹے کس رہی تھیں۔ اپنی صفوں کو منظم کر رہی تھیں۔ اپنے سپاہیوں کو اسلحہ سے لیس کرنے میں مصروف تھیں اگر کوئی جماعت حالات سے بے نیاز اور آنے والے طوفانوں کی ہولناکیوں سے بے خبر بے سدھ پڑی تھی۔ تو وہ ملک کا سوادِ اعظم اہل سنت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہوشربا لمحات میں اور پُر آشوب حالات میں سوادِ اعظم کی قیادت کے لئے سجادہ نشین سیال شریف کو منتخب فرمایا دار الاسلام رٹو بہ ٹیک سنگھ میں جمعیتہ علماء پاکستان کی جو کانفرنس ہوئی اس میں آپ کو بالاتفاق جمعیتہ کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ آپ کی دلآویز شخصیت کا اس منصب پر فائز ہونا تھا کہ اہلِ سنت میں بیداری کی لہر دوڑ گئی۔ وہی شئی جو پہلے بے حس بلکہ مُردہ خیال کئے جا رہے

تھے۔ کوہ آتش فشاں بن گئے، کراچی سے پشاور تک نظام مصطفیٰ زندہ باد کے نعرے گونجنے لگ گئے، اور چند ماہ میں آپ کی قیادت کی برکت سے جمعیتہ نے انتخابات میں وہ کامیابی حاصل کی جو دوسری منظم، متمول جماعتیں سالہا سال کی محنت کوشش کے باوجود حاصل نہ کر سکیں۔

میدان سیاست میں آپ کے قدم رنجہ فرمانے سے اہل سنت کا جمود ٹوٹا اور میدانِ عمل کی وسعتیں ان کو ہر طرف سے دعوت دینے لگیں۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے ناسازی طبع کی وجہ سے جمعیتہ کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ اب بھی آپ کا وجود مسعود تمام اہلِ سنت بلکہ اسلام دوست قوتوں کے لئے ایک عظیم سہارا ہے

حضرت خواجہ کی وفات

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات ایک ایسا عظیم قومی اور دینی سانحہ ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

حضرت قمر الملت والدین ۱۸ر جولائی کی صبح سرگودھا سے چند میل دور پل گیارہ پر ٹریفک کے ایک حادثے میں شدید زخمی ہو گئے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کو پہلے سرگودھا ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ جہاں ان کی حالت بہتر نہ ہو سکی۔ ۲۰ر جولائی کو انہیں سی ایم ایچ لاہور لایا گیا جہاں رات سوا گیارہ بجے وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حضرت خواجہ صاحب مغفور کو اگلے روز (۲۱ر جولائی ۱۹۸۱ء) کو سیال شریف میں ان کے نامور والد گرامی حضرت خواجہ ضیاء الملت والدین رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ نماز جنازہ حضرت خواجہ غلام معین الدین تونسوی نے پڑھائی۔ ریڈیو اور اخبارات کے مطابق ایک لاکھ افراد سے زائد افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ رحمۃ اللہ علیہ

ملفوظات

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو مرید اپنے شیخ طریقت کے ملفوظات وارشادات قلم بند کرتا ہے خداوند عالم اس کو ہزار سال کی عبادت و ریاضت کا ثواب عطا فرماتا ہے۔" اسی طرح حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ" جو شخص اپنے پیرومرشد کے ارشادات کو پوری توجہ سے سن کر ان کو لکھ لیتا ہے، اللہ تعالےٰ اس کو ان گنت برکات و صفات سے نوازتا ہے۔"

انہی ارشادات عالیہ کی روشنی میں مولف "تذکرہ اولیائے چشت" اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ حافظ محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین آستانۂ عالیہ سیال شریف کے ان ملفوظات گرامیہ کو جو فقیر کو حضور کے حلقہ خاص میں بیٹھ کر سننے کا موقع نصیب ہوا، جمع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ خدا کرے کہ میری یہ محنت دکاوش میرے گناہوں اور معاصیات کا کفارہ بن جائے اور ناظرین کرام کے لئے یہ مشعلِ ہدایت کا کام دے۔

ملفوظات وارشادات کا یہ مجموعہ لازماً نامکمل ہی ہے کیونکہ اس سلسلہ کو تادم زندگی جاری رہنا ہے اور میں بارگاہ رب العزت میں دعاگو ہوں کہ یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا چلا جائے کہ حضرت شیخ الاسلام ارشادات فرماتے جائیں اور آپ کا یہ ادنےٰ خادم نادیہ لکھتا چلا جائے۔ آمین:

آپ کے ملفوظات بے شمار ہیں لیکن اس مختصر کتاب میں ان کا احاطہ کرنا ممکن نہیں یہاں صرف چند ملفوظات جو مولف کتاب ہذا نے حضور خواجہ صاحب کی زبان مبارک سے براہ راست سُنے ہدیہ قارئین کرام کیے جاتے ہیں۔

شانِ ربی پر ارشاد

ایک روز حضور محترم کی مجلس میں شانِ ربّی پہ تذکرہ شروع ہوا تو آپ نے فرمایا "خداوند عالم وہ ذات پاک ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایک آنِ واحد میں ساری کائنات کو تباہ و برباد کر دے نیز اس کی ہزارہا حکمتیں ہیں۔ سمندر میں ایسے جانور پیدا کر دیئے ہیں جن کو دنیا کے جانوروں کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں اور اس میں ایسی مچھلیاں ہیں کہ ایک ایک مچھلی پہاڑ کے برابر ہے۔ حالانکہ وہ مرتی بھی ہیں لیکن قدرت ربّی ملاحظہ فرمائیے کہ سمندر میں کسی قسم کی گندگی، تعفن، بوسیدگی وغیرہ تک پیدا نہیں ہوتی۔ یہ بھی اس کی شانِ ربوبیت کی دلیل ظاہرہ و حجتِ کاملہ ہے۔ (۱۴ جون محرم الحرام ۱۹۶۲ء)

تقلید کے بارے میں ارشاد

ایک دفعہ تقلید کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب پاکستان میں مسئلہ تحفظ ختم نبوت کی تحریک زوروں پر تھی، عدالت میں اس امر پہ بحث شروع ہو گئی کہ آیا میرزائی (احمدی) لوگ کافر ہیں یا مسلمان۔ اس موقع پہ پاکستان کے بڑے بڑے نامور علماء کرام کو سرکاری طور پہ مدعو کیا گیا، جن میں مولانا ابوالحسنات قادریؒ۔ داؤد غزنوی اور فقیر کو دعوت دی گئی۔ اس موقع پہ میں نے مولانا داؤد غزنوی سے سوال کیا کہ اگر ایک شخص قرآن پاک اور احادیث نبویہ میں سے مسائل نکال کر لوگوں کو بتلائے تو کیا اس کی بات ماننی چاہیئے یا نہیں؟ اس پہ مولوی صاحب ایسے لاجواب ہوئے کہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ (۱۶ جون ۱۹۶۲ء)

نماز باجماعت کے متعلق ارشاد

ایک دفعہ حضور کی مجلس میں خصائص چشتیہ کے موضوع پر اظہارِ خیال ہو رہا تھا. تو آپ نے فرمایا کہ چشتیہ کے لئے امتیازی نشان نماز باجماعت ادا کرنا ہے. کیونکہ اس کے متعلق ارشاد ربی موجود ہے. وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ؕ یعنی رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ. اس ارشادِ ربی سے نماز باجماعت کا بھی ثبوت ملتا ہے.

(۱۵ محرم ۹ رجون ۱۹۶۴ء)

ریل میں سفر

پابندیٔ نماز کے وقت ایک دفعہ ذکر شروع ہوا تو آپ نے فرمایا کہ "میں جب گاڑی کا سفر کروں تو انٹر کلاس کا ٹکٹ محض اس لئے خریدتا ہوں کہ مجھے نماز پڑھنے میں دقت نہ ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ رقم جو ٹکٹ پر خرچ کی جاتی ہے یہ صرف نماز کی پابندی ہی کی خاطر ہوتی ہے. کیونکہ اس کے بارے میں بھی ارشاد باری تعالیٰ موجود ہے. اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ یعنی قائم کرو نماز کو اور ادا کرو زکوٰۃ.

دربارِ مرشد کے بارے میں ارشاد

ایک دفعہ حضور نے فرمایا کہ "پہلے زمانے کے مریدین جب اپنے پیشواؤں کے دربار میں حاضر ہوتے تو دربار میں جا کر وہ لوگ دنیاوی باتوں سے گریز کرتے تھے. کیونکہ مرشد کے دربار پر حاضری دینے کا مقصد صرف اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول سمجھتے تھے" ایک دفعہ دربار سیال شریف میں ایک دنیادار کا نام آگیا تو درباری اس دنیا دار کا ذکر چھیڑنے والے کو ناراض ہوئے کہ یہاں دنیاوی باتیں کرنا منع ہے. لہٰذا تمام پیر بھائیوں کو ان لوگوں سے سبق حاصل کرنا چاہیئے.

(۲۸ مئی ۱۹۶۲ء)

اپنے پیر کی محبت کے بارے میں ارشاد

ایک مرتبہ حضور اپنے بنگلے کی غربی چھت پر تشریف فرما تھے. گرمیوں

کا موسم تھا۔ رات کا کچھ حصہ گزر چکا تھا۔ آپ نے چند منٹ آرام فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، عملی اور روحانی قدروں کا ذکر کرتے ہوئے اور حضرت پیر پٹھان خواجہ شاہ سلیمان تونسوی کے محامد و محاسن پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ حضرت خواجہ تونسوی رح کے تمام خلفا میں سے یہ شرف صرف خواجہ شمس الدین سیالوی رح کو ہی حاصل تھا کہ عمر کا اکثر حصہ پیر پٹھان کے پیشاب پکانے کے لئے ایک تھیلا مٹی کے ڈھیلوں کا اپنے ہمراہ رکھتے تھے اور اپنے محبوب شیخ کی خدمات سرانجام دیتے رہے جن کے سبب سے حضرت تونسوی رح آپ سے نہایت درجہ محبت و شفقت فرمایا کرتے تھے۔ پیر کی محبت و شفقت حاصل کرنے کے لئے مرید کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے شیخ کی ہر بات ماننے اور خدمت کرنے کی کوشش کرے۔ (۲۶ جولائی ۱۹۶۲ء)

صحبت اولیاء

آپ نے فرمایا کہ "جو شخص کسی ولیٔ کامل کے پاس چند ساعتیں مجلس اختیار کرے، وہ فیض و برکت اور درجات علیہ سے سرفراز کر دیا جاتا ہے۔ جو دربار شیخ میں حاضری دے کر بھی بُرے کام کرے، اس کا حاضری دینا لاحاصل ہے اور جو اپنے رہبر کی زندگی کو نہیں اپناتا وہ جھوٹا مرید ہے۔"

مزار پر طریقۂ دعا

حضور خواجہ صاحب نے فرمایا کہ کوئی بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے مزار پر حاضری دے تو اس طرح دعا مانگے:

"یاالٰہی میں ایک گنہگار انسان ہوں خطاؤں کا مجسمہ ہوں، معاصیات کثیرہ کی تصویر ہوں۔ اس اپنے ولی کامل کے وسیلہ و توسل سے میری فلاں دینی و دنیاوی مشکل کو حل فرما دے۔ جو شخص اس نیت سے آئے کہ لوگوں کو نقصان پہنچائے، اس کے لئے یہاں بھی ذلت و رسوائی ہے اور یوم آخرت میں بھی۔"

تم افضل امت ہو

فرمایا۔ "اے مسلمانوں! تم تو وہ خوش نصیب امت ہو جس کی تعریف میں خود خداوند عالم ارشاد فرماتے ہیں:

كنتم خير امة اخرجت للناس ۔ ترجمہ: تم تمام اُمم سابقہ سے بہترین امت ہو۔

اولیائے کرام زندہ ہیں آپ نے فرمایا کہ اولیائے کرام بعد از وصال بھی زندہ رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرتِ خواجہ بابا فرید گنج شکرؒ کے ایک عقیدت مند نے آپ کے مزارِ مبارک کے غلاف کے تلے کاغذ قلم اور دوات رکھ دی حضرت بابا صاحب نے اس کے دل کی بات کی ترجمانی کرتے ہوئے اس کی مشکل کا حل لکھ دیا۔

اہمیتِ حدیثِ نبویؐ حدیث نبوی کی اہمیت پر گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ خود قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کا ثبوت بھی حدیث رسول اللہ سے ملا تھا۔

مزارِ نبوی کی شان حضور پاک صاحب لولاکؐ کے روضہ مبارک کی مٹی عرشِ الٰہی سے ارفع و اعلیٰ ہے اور قرآن پاک اصل میں ثنائے مصطفےٰؐ ہے۔

حضور مختارِ کل ہیں فرمایا جنگ بدر کے موقع پر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تندرستی بخش دی تو قتادہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تندرست آنکھ کی نسبت اس آنکھ سے مجھے زیادہ بصیرت حاصل ہوئی ہے جسے حضور نے تندرستی بخشی ہے۔

حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اس صدی کے علمائے حق اور اولیائے کاملین میں ہوتا ہے۔

خاندان شجرۂ نسب جو "سیف چشتیائی" اور "مخازنِ نسب" میں درج ہے۔ اس کے مطابق بیسویں پشت سے حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ سیدنا عبدالرزاق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ سترھویں پشت کے ایک نامور بزرگ میراں شاہ قادر قمیص رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف سے ہندوستان تشریف لائے۔ اور بنگال تک تبلیغ فرما کر قصبہ ساڈھورہ ضلع انبالہ میں قیام پذیر ہوئے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اخبار الاخیار میں ان کا ذکر کیا ہے۔

حضرت پیر صاحب کے جدِّ امجد سیّد غلام شاہ صاحب کے والد سیّد پیر روشن دین شاہ اور ان کے بھائی پیر سیّد رسول شاہ صاحب بارھویں ہجری میں گولڑہ شریف میں آباد ہوئے اور علاقہ پھوار میں اس علم و فقر کا سلسلہ جاری فرمایا۔ ان کے

بعد پیر سید رسول شاہ صاحب کے فرزند جناب پیر سید فضل شاہ صاحب کو اس علاقہ میں شہرت نصیب ہوئی۔ وہ تجرّد کی زندگی بسر کر کے ۱۳۱۱ھ بمطابق ۱۸۹۲ء ایک سو چار برس کی عمر پاکر خلافت قادریہ سجادہ حضرت قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر گئے۔ ان کا روضہ گولڑہ شریف میں مرجع ملائق ہے۔

حضرت خواجہ مہر علی شاہ صاحبؒ کے والد کا نام سید نظیر الدین شاہؒ تھا۔ اور آپ کی مائی سید جلال الدین بخاریؒ "مخدوم جہانیاں" کی اولاد میں سے تھیں۔

تعلیم و تربیت

حضرت پیر صاحب کی ابتدائی تعلیم گھر پہ ہوئی تھی۔ لیکن جذبہ شوق کو پیرزادگی کی فضا میں رہنا گوارا نہ ہوا۔ پہلے بھوئی ضلع اٹک اور انگہ ضلع شاہ پور میں علوم متداولہ پہ عبور حاصل کیا۔ پھر علوم کی تحصیل کے لئے ہندوستان کا رخ فرمایا۔ علی گڑھ میں مولانا مظفر حسن ظاہری سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد سہارن پور میں مولانا کی حدیث دمحشی بخاری شریف کے درس میں حدیث شریف کا دورہ کیا اور ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۷ء) میں تکمیل تحصیل کی سند حاصل کی۔ اس وقت سن مبارک بیس برس کے لگ بھگ تھا۔

ذہانت و فطانت

حضرت نہایت ذہین طالب علم تھے۔ حافظہ اس شان کا پایا تھا کہ قرآن شریف صرف ناظرہ پڑھنے سے حفظ کیا تھا۔ شوق کا یہ عالم تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد مطالعہ کرنے بیٹھتے تو استغراق اور یکسوئی میں صبح کی اذان ہو جاتی اور سمجھتے کہ ابھی عشاء کی اذانیں ہو رہی ہیں صغر سنی ہی سے نیند کا شوق نہ تھا۔ موسم سرما میں لحاف ترک کر دیتے اور موسم گرما میں پانی کا برتن پاس رکھ کر منہ پہ چھینٹے مارتے رہتے۔ مگر جب بڑی کتابوں کی نوبت آئی تو گرمی ذوق اور دقتِ نظر کے سامنے سے نیند خود بخود بھاگ گئی۔ گھر سے جو ماہوار پہنچتا اُسے نادار طالب علموں میں تقسیم کر دیتے۔ اپنے نفس نفیس کو فاقوں کا اس قدر عادی بنالیا تھا کہ

ہفتہ عشرہ تک بھوک ہی محسوس نہ ہوتی تھی۔

علیگڑھ کے زمانے میں جب کہ پیر صاحبؒ مولانا لطف اللہ کے مدرسہ میں طالب علم تھے۔ سر سید احمد خان کا خیال تھا کہ عربی مدارس کی تعلیم معیاری نہیں ہوتی۔ اس لیئے ان مدارس کی بجائے مسلمانوں کا پیشہ علی گڑھ کالج کی عربی کلاسوں پہ صرف کیا جانا چاہیئے۔ چنانچہ سر سید نے ایک یورپین ماہر تعلیم کو بلوا کر مولانا لطف اللہ کے مدرسہ کی رپورٹ مانگی اور ماہر تعلیم نے مدرسہ کا امتحان لیا۔ حضرت پیر صاحب کے پرچہ میں خود اقلیدس کے کتابی حل پہ اعتراض کر کے متعلقہ شکل پہ اپنا طبعزاد حل پیش کیا۔ ممتحن صاحب نے سر سید کو اپنی رپورٹ میں لکھ بھیجا کہ جس مدرسہ کے طالب علم حکیم اقلیدس پہ اعتراض وارد کرنے کی قابلیت اور اہلیت رکھتے ہیں اس پہ تنقید لاحاصل ہے۔

درس و تدریس ۱۲۹۵ھ سے ۱۳۰۰ھ تک پانچ برس وطن میں دھنی، گھیبی، پٹھوار، سون، اٹک، ہزارہ، سرحد، پونچھ اور کشمیر کے علماء کو بڑی بڑی کتابوں کا درس دیا۔ ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۲ء) میں اپنے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے وصال پر ایسے بے خود ہوئے کہ درس موقوف ہوا اور آپ نے جذب و تحیر کے عالم میں گھر بار چھوڑ کر جہاں نوردی اختیار کر لی۔

جذب و سیاحت ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۷ء) تک اضلاع لاہور، ملتان، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خاں، مالیر کوٹلہ، اٹک اور ہزارہ کے صحراؤں، دریاؤں اور پہاڑوں میں ریاضیات شاقہ اختیار کیں۔ دور دور جا کر ہمعصر اولیا اللہ سے ملاقاتیں کیں۔ اور سلف صالحین کے مزارات سے اکتساب فیض کیا۔ آخر پانچ سال کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر حاضر تھے کہ ایک غیبی آواز آئی کہ "جو کچھ معین الدین اجمیریؒ کے پاس ہے

دہی تمہارے پاس بھی، گھر جاؤ اور اسے کماؤ"۔ چنانچہ اس کی تعمیل میں گولڑہ شریف واپس آ کر قیام فرمایا علم ظاہری کی کثرت سے وحشت پیدا ہوئی تو اس زمانہ کے دو بڑے بزرگوں کی خدمت میں سلب علم کی درخواست کی، انہوں نے آپ کے باطن پر توجہ فرمانے کے بعد یہ کہہ کر بے بسی کا اظہار کیا کہ آپ کی نسبت باطنی نہایت قوی ہے اور ہماری قوت تاثیر سے باہر ہے۔

زمانہ جذب میں لاہور کے قریب دریائے راوی کے جنگل میں قیام تھا۔ ایک دفعہ طغیانی میں اژدھا بہہ کر آ گیا اور اس نے آپ کی ران سے ایک بوٹی کاٹ کھائی خود فرماتے ہیں کہ کچھ دور جا کر مڑا اور میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے کہا "حضور اگر خواہش ہو تو ایک بوٹی اور لے جاؤ"۔ چنانچہ وہ آیا اور وہیں سے ایک بڑا سا ٹکڑا کاٹ کر چلا گیا۔

منازل سلوک و ارشاد

سلسلہ شریف قادریہ جدیہ میں بڑے پیر صاحب سے بیعت تھی اور علم سے فراغت پا کر انہیں سے خلافت پائی یہ آپ کے جد امجد کے عم زاد بھائی تھے۔ آپ کے والد ماجد کے ماموں تھے۔ انہوں نے آپ کی وسعت ظرف کے پیش نظر اجازت دے رکھی تھی کہ جہاں سے فیض ملے حاصل کر لینا۔ چنانچہ انگہ کی تعلیم کے زمانے میں سیال شریف جا کر حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رح سے چشتیہ نظامیہ اور سلسلہ قادریہ کی اس شاخ میں بیعت ہوئے جو حضرت خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت امام ثامن ضامن سیدنا علی موسیٰ اور آئمہ اہل بیعت کے واسطہ سے جناب مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہ تک پہنچتی ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے صرف چند روز پیشتر آپ کو ان ہر دو سلاسل میں خرقۂ خلافت عطا فرمایا تھا۔

علاوہ ازیں ۱۳۰۷ھ (۱۸۸۹ء) میں سفر عرب کے دوران میں حاجی امداد اللہ

صاحب مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو سلسلہ چشتیہ صابریہ میں شامل کیا تھا۔

سفرِ حج حضرت اچانک سفرِ حج پر روانہ ہوئے لاہور سے صرف ایک مخلص پیر بھائی کو ہمراہ لیا مکہ شریف میں مدرسہ صولتیہ کے صدر اور مشہور عالم مفتی مولانا حاجی صاحب مہاجر ہندی رحمتہ اللہ علیہ سے درود مستغاث شریف، کلمہ، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ کے جواز پر گفتگو ہوئی حضرت نے بخاری شریف کے باب اوّل میں قبر میں منکرین کے سوال مَاتَقُوْلُ فِیْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ والی حدیث سے سند لے کر قائل کیا کہ لغت میں هٰذَا الرَّجُل کا استعمال ہوتا ہے۔ هٰذَا اسم اشارہ ہے جو قریب کے لئے ہے۔ لہٰذا خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس وہاں موجود ہوتی ہے وہ مدفون مردہ وہاں دفن کر کے جانے والے اقرباء کی جوتیوں کی آہٹ تک سن رہا ہوتا ہے۔ اور ایسا ہونا اس عالمِ دنیا میں ہر مکان اور ہر زمان کے اندر ممکن ہے بلکہ روئے زمین پر ایک ہی وقت میں بے شمار لوگ مرتے اور دفن ہوتے ہیں۔ پس صلوٰۃ اور سلام کے خطاب اور اس کی سماعت کے جائز ہونے میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔ مولانا امداد اللہ رحمتہ اللہ علیہ اس تقریر سے ایسے گرویدہ ہوئے کہ مکہ معظمہ کی فتویٰ نویسی آپ کے سپرد کرنا چاہی۔ مگر حضرت نے ان کی بزرگی اور عمر کا لحاظ کر کے اوراد و وظائف کی تلقین پر ہی اکتفا کیا۔

وادئ حمرا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مدینہ شریف کی راہ میں وادی حمرا کے پڑاؤ پر ٹھکاوٹ اور سفر کی عجلت کے سبب نمازِ عشاء کی پہلی چار سنتیں آپ سے رہ گئیں جس پر اسی وقت بالواجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب اپنی اولاد ہماری سنت ترک کر دے، تو اور لوگوں پہ کیا گلہ ہے؟ آپ

نے اس واقعہ عظیمہ کو کئی جگہ نظم فرمایا ہے۔ اور آئندہ مدینہ شریف کی حاضری تک وہ مشہور معروف نظم اور مقبول نعت موزوں فرمائی جو درد و سوز اور کیف کا ایک نادر مرقع ہے جس کے پہلے اور آخری بند یہ ہیں :

سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا اَجْمَلَکَ — مَا اَحْسَنَکَ مَا اَکْمَلَکَ

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا — گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں

اسی میں یہ شعر بھی شامل ہے ؎

اوھا مٹھڑیاں گالیاں الاؤ سجن — جو حمرا دی وادی سن کریاں

درد و سوز، ذوق و شوق اور جذب و استغراق

ذوق، درد اور بے پناہ تاثیر آپ کے کلام کا امتیازی نشان ہیں۔ آپ کی یہی نعت جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ایک بار عشرہ محرم کی مجلس میں پاکپٹن شریف کے عرس پر پڑھی جا رہی تھی۔ دلی کے ایک اہلِ دل مطلع سنتے ہی پھڑک گئے اور بے قرار ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ رونے جانے تھے۔ اور کہتے تھے "دیکھو! پیر صاحب نے کیا مرثیہ کہہ دیا ہے۔ آپ حضور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے کہہ رہے ہیں کہ الٰہی اس خنجر کی روانی کو دراز کر دے کہ قیامت تک تیری محبت میں ذبح ہوتا رہوں۔

حضرت کے اپنے درد و سوز کا یہ عالم تھا کہ موسم سرما میں رات کے وقت جھیل کی سطح سے برف ہٹا کر غوطہ لگاتے تو پاس کا پانی گرم ہو جاتا۔ گویا اس شعر کے عین مصداق تھے ؎

قطرۂ دردِ دلِ من گر بدریا افگنند — سینہ سوزاں دل تپاں ماہی زآب آید بروں

باہر ایک پتھر کی سل پہ کملی اوڑھے مراقبہ میں رات گذار دیتے۔ صبح کملی پر برف جمی ہوئی ہوتی جسے اٹھا کر جھاڑ دیتے۔ یکسوئی کی یہ کیفیت تھی کہ ذکرِ حق میں دوزانو بیٹھتے تو عشا سے تہجد کی نماز تک بال برابر حرکت نہ ہوتی۔ تیس سال تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔

میں سماع مرغوب تھا بعد میں ترک ہوگیا۔ ایک بار پاک پٹن شریف کے عرس پہ ہچکی کا سخت دورہ ہوا۔ اور مہینہ بھر کے معالجہ سے کچھ نہ ہوا۔ واپسی پہ حسب معمول ور میں شب باش ہوئے۔ تو آپ کے صاحبزادہ صاحب نے حضرت بلھے شاہؒ کے الوں کو بلوا کر سماع شروع کر دیا کہ شائد طبیعت ادھر متوجہ ہو کر سنبھل جائے۔ جب یہ شروع ہوئی ؎

میں باہجی مڑ دا عشق دیوانہ شوہ نال پہ پیتاں لائیں جی

وجد کے آثار پیدا ہو گئے اور ہچکی بند ہو گئی۔ صبح کے وقت فرمایا کہ میں نے اس شغل ترک کر رکھا تھا مگر اس وجہ سے دو فائدے ہوئے ظاہری تو یہ کہ میری مرض دھواں بن ناک کی راہ نکل گئی اور باطنی فائدہ یہ ہوا کہ صبح کی سنتیں پڑھ کر بیٹھا تھا کہ حضرت بلھے شاہؒ اُن کے پیر حضرت شاہ عنایتؒ تشریف لائے تھے اور اُن کی زیارت میسر ہوگئی۔ جب صاحبزادہ صاحب تونسویؒ نے بیمار پرسی کا خط بھیجا تو آپ نے جواب میں یہ شعر فرمایا ؎

آنا یہ ہچکیوں کا مجھے بے سبب نہیں
بھولے سے اُس نے یاد کیا ہو عجب نہیں

وجد میں اکثر دائیں ہاتھ کو جنبش ہوتی اور " اللہ " کہہ کر ہاتھ کو جھٹک دیتے۔ ساتھ ہی مجلس پہ گرمی اور رقت کی کیفیت طاری ہو جاتی اور کبھی ایسا ہوتا کہ اس روز جو شخص آپ سے مصافحہ کرتا وہ رو پڑتا۔

تصانیف حضرت کی تصانیف عالیہ نے آپ کی زندگی ہی میں عالمگیر شہرت حاصل کر لی تھی۔ آپ نے ہمیشہ عالم اسلام کے اہم متنازعہ مسائل پہ ہی قلم اٹھایا۔ اور آپ ہی کے فیصلے اہل سنت میں جاری و ساری ہیں۔ گویا مامور ہو کر ہی تالیف تصنیف پہ متوجہ ہوئے، ورنہ اوراد و اشغال اور روزانہ سینکڑوں مریدین کی تلقین و تدریس سے فرصت کہاں تھی۔

تحقیق الحق فی کلمۃ الحق (۱۳۱۵ھ بمطابق ۱۸۹۷ء) صوفی عبدالرحمٰن صاحب لکھنوی نے کلمۃ الحق میں وحدت الوجود کی تفسیر کرتے ہوئے جمہور امت کے لئے لا الٰہ موجود الا اللہ کا امکات کلمہ قرار دیا تھا جس کی رُو سے معبودان باطل بھی عین اللہ کی شق میں آجاتے ہیں۔ حضرت نے اس کی تردید کر کے وحدت الوجود کو صرف خواص اہل حال کا مسلک قرار دیا تھا۔ مولوی اشرف علی تھانوی کا قول ہے کہ کلمۃ الحق والوں نے اتنے کثیر قوی دلائل پیش کئے ہیں کہ علماء کے لئے ایمان بچانا مشکل ہو گیا تھا لیکن پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنی کتاب میں جس طرح قرآن، حدیث منطق اور لغت کے اصولوں سے ان کی تردید کی ہے، یہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ اور کہا "نام کیا اچھا رکھا ہے 'تحقیق کلمۃ الحق فی کلمۃ الحق'۔ الحق اس زمانے میں پیر صاحب کو ہی تحقیق کا حق پہنچتا ہے"۔

دینی اور سیاسی مسلک حضرت کا مسلک عدل و انصاف پر قائم تھا۔ جہاں جس بات کی تردید کی ہے وہاں اگر گنجائش موجود ہے تو اسں نیت کو واضح فرما دیا ہے "کلمۃ الحق" کے مصنف صوفی عبدالرحمٰن صاحب کے عندیہ کی مخالفت کی مگر لکھا کہ ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے پائے کے سالک اور مقبول ہیں لیکن استغراق حال میں کھو گئے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ اور ان کے شاگردوں کی بعض تعلیمات کی تردید کی مگر فرمایا کہ ان کے متبحر عالم ہونے میں کلام نہیں، مگر رعایت توجہ استغراق کے باعث تشدد اختیار کر گئے ہیں۔ توحید میں حضرت کا اپنا مسلک وحدت الوجود پر قائم تھا۔ آپ کے نزدیک وحدت شہود نفس ایمان ہے۔

سیاست میں آپ کا معمول کیا انگریز سے اور کیا ہندو سے مکمل عدم تعاون کا تھا۔ ۱۹۱۱ء کے شاہی دربار میں شمولیت کی دعوت آئی تو شمولیت سے انکار کر دیا جس کے سبب برٹش انڈیا گورنمنٹ آپ کو مخالف سمجھ کر چھیڑ چھاڑ پر آمادہ ہو گئی مگر کچھ بگاڑ نہ سکی۔

ایک انگریز ڈسٹرکٹ آفیسر آیا تو فرمایا کہ اپنی گورنمنٹ سے کہہ دو کہ یہ عزت مجھے تم سے نہیں ملی اور جب اس کے دینے والے تم نہیں تو لینے والے بھی تم نہیں ہو سکتے۔ اگر لے گا تو وہی لے گا جس نے دے رکھی ہے۔

بعد میں ایک روز فرمایا دربار بغداد کے ایک حاضر باش نے مجھے خوشخبری دی ہے کہ حضور غوث پاک فرماتے ہیں کہ میرا یہ بیٹا انگریز کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور انگریز اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔

پہلی جنگ عظیم کے دوران اعلانیہ انگریزوں کی فوجی ملازمت کو ناجائز کہتے رہے اور رکروٹنگ افسر کو فرمایا کہ مجھ سے خلافِ شرع کام کی امید نہ رکھو۔ جب ہندو کانگریس اور خلافت کمیٹی کے گٹھ جوڑ نے ہجرت کی تحریک چلائی تو آپ نے اس کی مخالفت کی اور بالآخر آپ ہی کا مسلک درست ثابت ہوا۔ آپ کے مخالف کیا علماء کیا لیڈر اور اخبار نویس بالآخر آپ ہی کے مسلک پر آگئے۔

کوئی کاروباری یا ملازم مرید ملازمت وغیرہ ترک کر کے فقر اختیار کرنا چاہتا تو آپ اسے منع فرمادیتے کہ مسلمان کا بڑا فرض یہ ہے کہ جائز روزگار اختیار کر کے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی روزی اور ضروریات زندگی فراہم کرے۔ بہت کم لوگ محتاج میں دین و ایمان بچانے پہ قادر ہو سکتے ہیں۔

وصال

مئی ۱۹۳۷ء میں وصال فرمایا۔ چھ برس پہلے عالم استغراق میں چلے گئے تھے۔ اس عرصہ میں چند بار ایسا بھی ہوا کہ دن کے وقت حالتِ صحو کی طرف رجوع فرما کر اٹھ بیٹھتے۔ لوگوں کی خیر و عافیت دریافت فرماتے، ان کے حق میں دعائے خیر کرتے، سوالات کے جواب دیتے، اشعار سنتے اور پڑھتے اور شام ہوتے ہی پھر اسی عالم میں واپس چلے جاتے۔ ایک دفعہ دربار کے علماء کو طلب فرما کر فتویٰ مانگا کہ جس حالت میں میں ہوں وہاں میری ایک انگلی بھی ہل جائے تو بیہوشی کی نوبت آجاتی ہے۔ ایسی حالت میں نماز کے متعلق

کیا کروں ؟ علماء خاموش تھے۔ آپ نے تین بار یہ سوال دہرایا۔ آخر مولانا محمد غازی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ جانتے ہی ہیں، کہ بیہوشی کے عالم میں نماز نہیں۔ فرمایا جزاک اللہ! گویا اس عالم میں بھی شرعی احکام کا اتنا پاس تھا۔

وصال سے تین روز پہلے مکمل سکوت رہا۔ خفیف سا ٹمپریچر ہو گیا تھا۔ عصر کے وقت وصال سے چند منٹ پہلے اشارہ فرمایا کہ مجھے اٹھاؤ۔ چنانچہ تکیئے سے ٹیک لگا کر بٹھا دیئے گئے۔ پھر گردن کو ایک طرف خفیف سا خم دیکر مسکرائے۔ اس وقت چہرہ مبارک پہ انتہائی نیاز و حیا اور تشکّر و انبساط کے جذبات نمایاں تھے۔ پھر اشارہ فرمایا اور لٹا دیئے گئے۔ کچھ دیر بعد ایک لمبی اور نحیف آواز میں اللہ کہا اور جان جاں آفرین کے سپرد کر دی۔

ایک مخلص اس وقت پاؤں دبا رہا تھا۔ اسے ایسا معلوم ہوا جیسے بجلی کا کرنٹ لگا ہے۔ اور فوراً ہاتھ ہٹا لئے۔ اگلے روز پچاس ہزار سے زیادہ مخلوق جنازہ میں شامل ہوئی۔ ہندو، سکھ، عیسائی کثرت سے آئے ہوئے تھے اور ہاتھ باندھ کر پچھلی قطار میں کھڑے رہے۔ کہتے تھے کہ آپ جگت گرو ہیں۔ دو سال بعد روضہ شریف کی تعمیر کے دوران تابوت مبارک نکالا گیا تو اس قدر خوشبو پھیلی کہ مضافات کے لوگ جمع ہو گئے اور پھر خبر پا کر دور دور سے لوگ آئے، حالانکہ رات کی خاموشی میں اس کام کا ارادہ کیا گیا تھا مگر بمشکل اگلی شام کو کام سرانجام ہوا۔ بیس سال میں سنگ مرمر کا جو عالیشان مقبرہ تیار ہوا ہے اس کی ایک ایک اینٹ پہ پورا قرآن مجید ختم کیا گیا تھا۔

ملفوظات و ارشادات

ایک بزرگ علی الصبح یہ خیال لے کر گئے کہ حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ صبح کے وقت پہلی نظر پہاڑوں اور صحراؤں پہ نہ ڈالتے تھے تاکہ انسان و حیوان جلالِ نظر سے جل نہ جائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جلانے اور پھونکنے والی فقیری کا قائل نہیں ہوں۔ فقیر وہ ہے کہ عرفان کے سات

خزانے دامن میں ہوں اور ہمسائے کو خبر نہ ہو۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں فقیر اسے کہتا ہوں جو فقیری لگے سات دریا پی جائے اور ڈکار تک نہ لے۔

آپ نے فرمایا میں ان چلوں کا زیادہ قائل نہیں ہوں۔ مرد کے لئے ساری عمر ایک چلہ ہے۔ مزا تب ہے کہ آدمی بازاروں میں گھومے پھرے اور لوگوں سے ملے، مگر دل کا تار نہ ٹوٹنے پائے۔

فرمایا امتِ محمدیہ میں جو فقیر ہو گا وہ عین مشرب ابراہیمی پہ ہو گا۔ اور مشرب ابراہیمی آگ میں بھی استعانتِ غیر کو قبول نہیں کرتا۔

حلقۂ ارشاد اگرچہ حضرت کی پچھلی تین پشتوں کی پیری مریدی کا اثر اس دربار میں علاقائی تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بزرگوارِ عالم بنا کر آفاقی اور بین الاقوامی عقیدت اور احترام کا مستحق بنا دیا تھا۔ آپ کے مریدین اور معتقدین کا سلسلہ برِصغیر پاک و ہند کی سرحدیں عبور کر کے افغانستان، ایران، ترکستان اور عراق و عرب تک وسیع ہوا۔ اور لاکھوں کی تعداد تک پہنچ گیا۔ علماء، فقراء، امراء، اور عوام ہر طبقہ کے لوگ سلسلہ بیعت میں شامل ہوئے۔

حضرت دیوان غیاث الدین صاحب سجادہ نشین پاک پٹن شریف صاحبزادہ صاحب محمد چراغ چکوڑی شریف، خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی حضرت سید احمد عطاس صاحب مدنی اور کئی دیگر پیرزادے آپ کے حلقہ فیضان میں شامل ہوئے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کبیر لے علی پوری نے تصوف کی ایک نادر اور مشکل کتاب کا آپ سے درس لیا اور ہمیشہ آپ کی شاگردی پہ فخر فرمایا۔

نعت شریف

حضرت پیر سید مہر علی شاہ قبلہ عالمؒ گولڑہ شریف کا شہرہ آفاق و مقبول نعتیہ کلام

اَج سک متراں دی ودھیری اے — کیوں جندڑی اداس گھنیری اے
لُوں لُوں وچ شوق چنگیری اے — اَج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں؟
اَلطّیفُ سَریٰ مِنْ طَلعتہٖ — والشذُ وبَدَا مِنْ وفرتہٖ
فنظرتُ ھُنَا من نظرتہٖ — نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں
مُکھ چند بدر شعشانی اے — متھے چمکدی لاٹ نورانی اے
کالی زلف تے اکھ مستانی اے — مخمور اکھیاں ہن مدھ بھریاں
دو ابرو قوس مثال دِسن — جیں توں نوک مژہ دے تیر چھٹن
لباں سُرخ آکھاں کہ لعلِ یمن — چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں
اس صورت نوں میں جان آکھاں — جان آکھاں کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں — جس شان توں شاناں سب بنیاں!
ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں — بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دسے اس صورت تھیں — وِچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں
دسے صورت راہ بے صورت دا — توبہ راہ کی عین حقیقت دا
پر کم نہیں ایہہ بے سوجھت دا — کوئی وِرلیاں موتی لے تریاں
ایہا صورت شالا پیش نظر — رہے وقت نزع تے روزِ حشر
وچ قبر تے پُل تھیں جد ہوسی گزر — سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں

طِیكَ رَبُّكَ آس تُساں   نفترضٰی تھیں پُوری آس اساں
پال کریں پاس اساں   وَشْفَعْ تُشَفَّعْ صحیح پڑھیاں
ہو مکھ نوں مخطط برد ِ یمن !   من بھانوری جھلک دکھاڈ سجن
وہو مٹھیاں گالیاں الاڈ مٹھن   جو حمرآ دادی سن کریاں
رے تھیں مسجد آڈ ڈھولن   نوُری جھات دے کارن سارے سکن
وجگ اکھیں راہ دا فرش کرن   سب انس وملک تے حُوراں پریاں
نہاں سکدیاں تے کرلاندیاں تے   لکھ واری صدقڑے جاندیاں نے
نہاں بردیاں مفت وکاندیاں تے   شالا آون وت بھی اوہ گھڑیاں !
سُبحَانَ اللّٰہ مَا اَجمَلَكَ   مَا اَحسَنَكَ مَا اَکمَلَكَ
کتھے مہر علی، کتھے تیری ثناء   گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

۱۸۶۷ء

حضرت خواجہ محمد امین فاروقی چشتی رحمۃ اللہ علیہ چکوڑی شریف

ابتدائی حالات آپ نہایت حسین تھے اور آپ کے کافوری ہونٹ نازک اعضاء کشادہ پیشانی اور نورانی چہرہ سے آثار ولایت نمایاں تھے۔

آپ کے والد ماجد حضرت علامہ حافظ نور الدین نقشبندیؒ خواجہ غلام محی الدین قصوری نقشبندی کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ کو تمام علوم دینیہ، عربی، فارسی، فقہ، حدیث، تفسیر، ادب، منطق وغیرہ پر مکمل عبور حاصل تھا۔ گورنمنٹ کی طرف سے آپ اس علاقہ کے شرعی جج مقرر تھے۔ بڑی دُور دُور سے لوگ فتوے لینے کے لئے چکوڑی شریف آیا کرتے تھے۔

خاندان آپ کا خاندان اعلٰے اخلاق، جود و سخا، مہمان نوازی اور علمیت و ولایت کی وجہ سے دور و نزدیک مشہور تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب ۳۲ ویں پشت میں جا کر امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا عمر بن الخطاب الملقب بہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ اس نسبت سے آپ کا خاندان فاروقی قریشی کہلاتا ہے۔

تحصیلِ علم آپ نے تمام تر علوم دینی ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے۔ چھ سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کر لیا تھا۔

سولہ سال کی عمر میں ہر قسم کے علوم دین مثلاً تفسیر، فقہ، حدیث، ادب، منطق وغیرہ کی سندات حاصل کرلی تھیں[1] آپ اپنے والد ماجد کے ہونہار اور ذہین شاگردوں میں شمار کئے جاتے تھے۔

بیعت آپ کا خاندان دو تین پشتوں سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک چلا آرہا تھا۔ جب آپ نے ظاہری دینی تعلیم مکمل کرلی تو مرشدِ کامل کی تلاش میں سرگرم عمل ہو گئے۔ آپ نے بھی سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہونا چاہا، لیکن اس وقت تک قصور میں خواجہ غلام محی الدین قصوریؒ انتقال فرما چکے تھے۔ اس لئے آپ وہاں نہ جا سکے لیکن تلاش مرشد میں اکثر سفر میں رہتے۔ آخر کار مشیت ایزدی نے آپ کا رُخ سیال شریف کی طرف موڑ دیا۔ جہاں اس وقت کے مشہور شیخ طریقت حضرت خواجہ شمس الدینؒ سجادہ نشین تھے اور ان کی روشنی سے ایک جہان منور ہو رہا تھا۔ آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ سیال شریف پہنچے اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت صاحب نے بھی پہلی ہی نظر میں پہچان لیا کہ درخواست کنندہ درویش کامل ہوگا۔ لہٰذا فوراً بیعت کر لیا۔ اس کے بعد آپ آناً فاناً سلوک کی منزلیں طے کرتے چلے گئے۔ اور تیسری مرتبہ جب آپ مرشد کامل کے حضور میں حاضر ہوئے تو آپ کو خلعت خلافت سے سرفراز فرما دیا گیا۔ اجازت ارشاد و تلقین بھی مل گئی۔

سیال شریف سے واپس آکر آپ چکوڑی شریف میں درس و تدریس میں اپنے والد صاحب کا ہاتھ بٹانے لگے۔ اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کو اس قدر فروغ دیا کہ چاروں طرف اس کی دھوم مچ گئی۔

اخلاق و عادات آپ کم گو تھے اعلےٰ اخلاق و عادات کے مالک

---

[1] تحفۃ الابرار۔

تھے۔ ہر وقت اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ پرہیزگاری میں بے مثال تھے، سخاوت میں حاتم وقت تھے۔ بے حد صابر اور قناعت و توکل میں لاثانی تھے۔ مولوی نور عالم صاحب خاکی وزیر آبادی فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص فرشتہ دیکھنا چاہتا ہے تو وہ خواجہ محمد امینؒ کی زیارت کرلے۔

وصال آپ ۱۲ ذیقعد ۱۳۲۵ھ کو اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ اور خدا حقیقی سے جا ملے۔

جانشین آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ اس لئے آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بھتیجے اور داماد حضرت مولانا فیض رسول صاحب فاروقی کو جو وقت کے بہت بڑے عابد اور عالم دین تھے، اپنی جگہ اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ وفات شریف کے بعد مولانا فیض رسولؒ ہی آپ کی جگہ مسند نشین ہوئے۔

خلفاء آپ کے ارادت مند نہ صرف پاک و ہند ہی میں تھے۔ بلکہ بیرونی ممالک میں بھی تھے۔ یہاں صرف چند خاص خلفاء کا ذکر کیا جاتا ہے۔

خلیفۂ اوّل مولانا فیض رسول صاحب فاروقی

حضرت صاحب کے بھتیجے اور داماد تھے۔ نہایت نیک اور متشرع بزرگ تھے۔ حضرت کے بعد آپ ہی مسند مبارک پر جلوہ افروز ہوئے۔

آپ نہایت سنجیدہ طبیعت انسان تھے۔ ہر قسم کے علم پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ دین کے معاملہ میں بہت سخت تھے۔ کوئی کام خلافِ شرع ہوتا دیکھتے تو نہایت سختی سے اس کو رد فرماتے۔ اور کسی کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ چوں و چرا کرے۔ آپ نے ۱۳۶۳ھ میں وفات پائی۔ اور خواجہ صاحب کے مزار کے قریب ہی آپ کا مدفن ہے۔

کرامات

آپ کی بے شمار کرامات عوام میں مشہور ہیں۔ لیکن یہاں بخوفِ طوالت ان میں سے صرف دو تین پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱ : لاعلاج مرض سے شفایابی

یہ واقع قبلۂ عالم اعلیٰ حضرت الحاج حافظ مولانا خواجہ محمد قمرالدین مدظلہ العالی نے ایک محفل میں بیان فرمایا، جبکہ راقم الحروف خواجہ عزیز نواز خان محمد صاحب تونسوی اور دیگر اصحاب بھی موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ محمد امین صاحب چکوڑی شریف سے سیال شریف تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں آپ کو خواجہ آباد ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ ملک خدا بخش ٹوانہ بھی وہیں رہتے تھے۔ اس وقت ملک کو نہایت سخت تکلیف دہ پھوڑا نکلا ہوا تھا، جس سے ملک صاحب شدید درد میں مبتلا تھے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں نے کہہ دیا تھا کہ بغیر اپریشن کے علاج ممکن نہیں۔ ملک صاحب نے حضرت صاحب سے درخواست کی کہ حضور آپ ہی کچھ مدد کیجئے آپ کے ہوتے ہوئے میں مر رہا ہوں۔ حضرت صاحب نے رکائن کی ٹہنی لے کر پھوڑے پر پھیرنا شروع کر دی اور ساتھ ساتھ دم بھی کرتے گئے۔ اللہ کے فضل سے پھوڑا بالکل درست ہو گیا حتیٰ کہ پھوڑے کا نشان تک باقی نہ رہا۔

۲ : غائب سے انگور ظاہر ہونا

پیر رسول شاہ صاحبؒ حاجی چکوڑی بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ پیر طریقت حضرت خواجہ مہر علی شاہ صاحب گولڑوی چکوڑی شریف تشریف لائے۔ اور حجرہ شریف میں حضرت صاحب کے پاس ہی تشریف فرما تھے، کہ حضرت صاحب نے پوچھا کہ حضور اس وقت کیا تناول فرمائیں گے؟ پیر صاحب نے جواب دیا "جو مزاج میں آئے منگوا لیجئے"۔ خواجہ صاحب نے

ایک خادم سے فرمایا کہ اندر الماری میں ایک پلیٹ رکھی ہوئی ہے۔ اسے نکال لاؤ۔ خادم پلیٹ لایا تو خواجہؒ صاحب نے پلیٹ پیر صاحبؒ کے سامنے رکھ دی، اور پلیٹ میں انگور رکھے ہوئے تھے حالانکہ اس موسم میں انگور دستیاب نہ تھے۔ پیر صاحب نے مسکرا کر فرمایا "دوست وہی ہوتا ہے جو دوست کے دل کی بات بوجھ لے۔ واقعی اس وقت میرا دل بھی انگور کھانے کو چاہ رہا تھا۔

۳: اولادِ نرینہ کیلئے دُعا

جناب مولوی غلام محی الدین صاحب بالو نا بیان کیا کرتے تھے کہ میرے ہاں کوئی اولاد نرینہ نہ ہوتی تھی۔ اور اگر ہوتی تھی تو زندہ نہ بچتی تھی، میں نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی گذارش کی۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، اس کا نام حبیب اللہ رکھنا، چنانچہ ایسا ہی ہوا (حبیب اللہ ابھی زندہ ہے)

آج کل مسند آرا چکوڑی شریف حضرت نقیب الاشراف صاحبزادہ محمد یوسف صاحب فاروقی سیالوی ابن حضرت مولانا فیض رسول صاحب ہیں۔ آپ نہایت بلند کردار اور اپنے شیخ طریقت حضرت پیر سیال کے منظور نظر ہیں۔ علماء و صلحاء سے آپ کو نہایت عقیدت اور نیاز مندی ہے۔ اپنے علاقہ میں خدمتِ دین اسلام میں سرگرم عمل ہیں۔

حضرت سیّد غلام حیدر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ

دادی جلال پور سے ایک گھٹا اٹھی جس نے گلستان ولایت و چمنستانِ معرفت کو سیراب و شاداب کر دیا اور اپنے مبارک چھینٹوں سے گمراہی اور ضلالت کی

سیاہی طالبانِ حق کے دلوں سے دھو ڈالی، گویا افقِ ولایت پر ایک ایسا ماہ تاباں طلوع ہوا جس نے شمس سیال رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب نور کر کے دنیا کو جگمگایا، بادیہ ضلالت میں بھٹکنے والوں کو صراطِ مستقیم دکھایا اور گم کردہ راہ انسانیت کو منہاج قدیم پر چلایا۔

اس مبارک ہستی کو سید غلام حیدر علی شاہ صاحب کے نام نامی سے یاد کیا جاتا ہے۔

ولادت باسعادت

۱۲۵۴ھ میں صفر المظفر کی ایک سہانی صبح تھی جمعہ کا مبارک دن تھا کہ حضور غریب نواز نے اس عالم میں ظہور فرمایا۔ آپ کی ولادت سے قبل تمام علاقہ ایک عالمگیر قحط کی گرفت میں تھا۔ سرسبز و شاداب کھیتیاں دیکھنے کو آنکھیں ترس گئی تھیں، دریاؤں پر سراب کا دھوکا ہوتا تھا۔ ہر طرف یاس و قنوط کا دور دورہ تھا مگر جونہی یہ پیکر یمن و برکت جلوہ آرائے بزم ہستی ہوا تو قحط سالی اور خشک سالی رخصت ہو گئی، رحمتِ الٰہی کی گھنگھور گھٹائیں دل کھول کر برسیں اور زندگی پھر سے بارونق ہو گئی۔

حسب ونسب

آپ حسینی سید تھے، آپ کے جد امجد حضرت سخی شاہ صاحبؒ مشہور زمانہ بزرگ تھے۔ ان کی بیشمار کرامات زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ آپ کے والد ماجد بھی اپنے دور کے عظیم بزرگ تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ تقویٰ اور پرہیزگاری اور زہد و اخلاص میں یکتا تھیں۔ انہوں نے اپنے جگر گوشہ کی تربیت بعینہٖ بابا فرید گنج شکرؒ کی والدہ محترمہ کی مانند کی حضور خود فرمایا کرتے تھے کہ صغر سنی میں والدہ مجھے فرمایا کرتیں کہ "اگر نماز پڑھو گے تو شیرینی ملے گی" اور جونہی ادائے صلوٰۃ کی اطلاع دیتا تو وعدہ پورا کر دیا جاتا۔ حضرت فرمایا کرتے کہ "والدہ صاحبہ ہر وقت کی نماز اس کے ٹھیک وقت پر ادا کرتیں" کسی

سائل کو تہیدست واپس نہ جانے دیتیں۔ ماہ صیام کے پورے روزے باقاعدگی سے رکھتیں۔ طہارت کا یہ عالم تھا کہ جب انہوں نے اپنے فرزند کی منور روشن پیشانی پر نورِ ولایت کی روشنی دیکھی تو بے وضو دودھ پلانا چھوڑ دیا۔ اور جب مدت رضاعت بیت گئی تو ساری عمر وضو کے بغیر نہ آٹا گوندھا، نہ روٹی پکائی، بلکہ حالت حدث میں کسی برتن کو ہاتھ تک نہ لگاتیں، غرضیکہ گھر کا ایک پاکیزہ ماحول تھا جس میں آپ کی ولادت، پرورش۔ اور تربیت ہوئی۔

ایامِ طفولیّت

آپ کی ولادت آپ کے والدین کے لئے ہزار خیر و برکت کا باعث ہوئی تنگدستی اور افلاس سب دور ہو گئے۔ اور سارا خاندان خوشحالی اور فارغ البالی سے ہمکنار ہو گیا۔ کم سنی ہی میں آپ کو کھیل کود اور شور و غل سے فطری نفرت تھی۔ خلوت گزینی کا شوق عروج پر تھا۔ فطرت صالح تھی۔ خلاطفت و مدار آپ کا شعار تھا۔ آپ ۵۔ ۶ برس کے تھے کہ رمضان شریف کا مبارک مہینہ آن پڑا۔ انتہائی شدت کی گرمی کا موسم تھا۔ آپ کو بھی روزہ رکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ عمر اور گرمی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے۔ آپ کی کمسنی کا واسطہ دے کر والدین نے آپ کو بہتیرا سمجھایا بجھایا کہ روزہ رکھنے سے باز رہیں۔ لیکن آپ کے پیہم اصرار کے سامنے ان کی ایک نہ چلی، اور آپ نے روزہ رکھ ہی لیا۔ آفتاب جوبن پہ آیا تو آسمان سے گویا آگ برسنے لگی۔ بڑے بڑے جی دار شدتِ گرما سے تڑپنے لگے۔ آپ تو آخر بچہ ہی تھے۔ جب کرب و اضطراب بڑھ چلا، پیاس سے حلق سوکھ کا کانٹا ہو گیا، تو آپ ایک تالاب پر تشریف لے گئے اور باقی وقت وہیں گذارا۔ پھر لذتِ افطار نے آپ کے سمندِ شوق پر اور بھی تازیانے کا کام کیا۔ اور اس کے بعد تو ماہ صیام کے پورے روزے رکھ ڈالے، سبحان اللہ ۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

بشارت ایک دفعہ آپ اپنے ہم عمر لڑکوں کی معیت میں کہیں جا رہے تھے کہ ایک مجذوب بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اپنی چادر بچھا کر آپ کو اس پر بٹھایا۔ آپ کے ساتھیوں کو بڑا رشک آیا اور مجذوب صاحب سے اس ادب و احترام کی وجہ پوچھی لیکن انہوں نے ٹالنا چاہا۔ لڑکے اور بھی شوخی میں آ گئے، اور مجذوب سائیں کو گھیر گھار کر ایک گھر میں لے گئے، اور کچھ بتانے پر مجبور کیا تو سائیں صاحب نے فرمایا "آپ کی پیشانی انوار ولادت سے درخشندہ و تابندہ ہے۔ آپ کے فیوض و برکات سے ایک عالم مستفیض ہوگا۔

اسی طرح کی بشارت ایک سادہ لو نے بھی دی جو سرزمین جلال پور شریف میں بیٹھا زائرین سے خراج عقیدت وصول کر رہا تھا، کہ یکایک اس کی نگاہ آپ پر پڑی تو بول اٹھا کہ یہ بچہ سپہر ولایت کا آفتاب ہوگا۔ اس کی نورانی کرنوں سے سارا ملک فیض یاب ہوگا۔ اور یہ قصبہ (جلال پور شریف) اس کے سبب سے شہرت دوام حاصل کرے گا۔ دور و نزدیک کے لوگ اس کی قدم بوسی کو باعث صد سعادت و ہزار افتخار سمجھیں گے۔

تعلیم آپ نے ذرا ہوش سنبھالی تو خان محمد صاحب اعظم پوری سے قرآن پاک کی تعلیم شروع کی، اور ان کے بعد اپنے چچا سے قرآن پاک کی تعلیم کی تکمیل کی۔ اردو، فارسی، میاں عبداللہ صاحب سے اور مسائل فقہ قاضی محمد کامل صاحب سے پڑھے۔ آپ کی ظاہری و باطنی تربیت میں مفتی غلام محی الدین کامل صاحب کا خاصا حصہ ہے۔ حضور بلا کے ذہین تھے، دوران تعلیم کسی بھی استاد کی زجر و توبیخ کا ہدف نہ بنے۔ آپ کو تحصیل علوم کا بڑا شوق تھا۔ جس نے بھی آپ کے ملفوظات طیبات سنے ہیں، وہ آپ کی علمی بصیرت

کا انکار نہیں کر سکتا۔ ہزاروں احادیث بیسیوں اوراد اور بے شمار فارسی، ہندی کے اشعار آپ کو یاد تھے۔ آپ سترہ برس کے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات ہوئی۔ وصال سے قبل والدہ ماجدہ نے اپنے عظیم فرزند کو چند وصیتیں کیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

- جود وسخا کی خاندانی روایات کو ہمیشہ زندہ رکھنا اور کسی سائل کو تہی دامن واپس نہ لوٹانا۔
- بڑوں کی تعظیم و تکریم کا خیال رکھنا۔ اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آنا۔
- صلہ رحمی کا زریں اصول کبھی فراموش نہ کرنا۔
- مخفی وجلی فیوض و برکات کے حصول کے لئے حضرت میراںؒ شاہ صاحب کے مزار پر بلا ناغہ حاضری دینا۔

آپ والدہ ماجدہ کے جملہ وصایا پر سختی سے کاربند رہے، اور حضرت میراں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں حاضری تو آپ کا روزمرہ کا معمول تھا۔

بیعت

ایک دن بارگاہ میراں میں حاضر تھے کہ غلام شاہ صاحبؒ برن پوری کے پاس جانے کا اشارہ ملا چنانچہ آپ نے شاہ صاحب کے پاس پہنچ کر حال دل کہہ سنایا۔ شاہ صاحب نے جواب دیا۔ کہ آپ کا فیض حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہے چنانچہ تیسرے ہی دن شاہ صاحب کی معیت میں روانہ سیال شریف ہوئے۔ آپ دربار سیال شریف میں حاضر ہوئے تو حضور پیر سیال آپ کو دیکھ کر اٹھ

ل خانقاہ جلالپور شریف سے دو میل دور ہے لیکن راستہ پہاڑی ہونے کے سبب خاصا دشوار گزار ہے ۱۲۔

کھڑے ہوئے اور کمال شفقت کا اظہار فرمایا۔ رسمی گفت وگو کے بعد آپ نے مدعائے سفر بیان کیا جسے پیر سیال کی نگاہ زرف میں پہلے ہی سے جان چکی تھی۔ پیر سیال نے آپ کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھا اور نعمت بیعت سے سرفراز فرمایا۔ مرشد کامل کا ملنا تھا کہ ذوق وشوق اور عشق و محبت کی آگ بھڑک اٹھی۔ ع

اٹھادو پردہ دکھادو چہرہ کے نور باری حجاب میں ہے

آستانہ عالیہ پر دو تین دن قیام کرنے کے بعد واپس وطن تشریف لائے لیکن مرشد سے والہانہ عقیدت ومحبت نے گھر پر چین نہ لینے دیا۔ اور دوسرے ہی دن پھر کوچہ جاناں کی طرف چل دیئے کیونکہ ؎

جان حیات تیری محبّت ہے زندگی کرتا ہے کون زیست کا دعویٰ ترے بغیر

اسی طرح بار بار مرشد سے رخصت ہوکر تشریف لاتے اور مرشد کے فراق کی بے تابی سے مجبور ہوکر پھر حاضر خدمت ہوجاتے۔ آخر جب چھٹی بار حاضر خدمت ہوئے تو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔ اور پیر سیال کے حضور میں تنہائی میں باریاب فرمائے گئے۔ اب آپ پر محویت اور استغراق کی ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی۔ سارا سارا دن سجدے میں پڑے گذر جاتا اور ہر وقت مدہوش وبے خود رہتے۔ حتیٰ کہ رفتہ رفتہ آپ راہ سلوک میں نمایاں حیثیت سے ابھرے اور مقامات رفیعہ اور درجات علیہ سے سرفراز ہوئے۔

مُرشد سے محبّت آپ کو اپنے شیخ سے انتہائی محبت تھی اور شیخ کی ذات بابرکات میں کچھ اس طرح جذب ہوگئے تھے کہ ع

تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اپنے شیخ سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ عرس کے موقع پر سیال شریف حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص اپنی غوثیت اور قطبیت کی ڑٹل ہانک رہا تھا، اور لوگ اس کی چکنی چپڑی باتوں سے بے حد متاثر ہو رہے تھے۔ کوئی اس کا ہاتھ چومتا تو کوئی اس کی قدم بوسی کر رہا تھا۔ حد یہ کہ خواجہ سیال شریف کے بڑے بڑے مریدین باصفا اس کے دام تزویر میں پھنس رہے آپ نے اس منظر کو دیکھا۔ تو تعجب ہوا کہ لوگ آئے کدھر تھے اور جا کہاں رہے تھے۔ لیکن آپ نے اس نام نہاد قطب کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور سیدھے اپنے شیخ کی بارگاہ فیض پناہ میں حاضر ہوئے۔ وہاں بھی قطب مذکور کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ حضرت شمس العارفین نے دریافت فرمایا "کیوں شاہ صاحب! آپ نے بھی غوث میاں کی زیارت کی ہے؟ آپ نے سراپا عقیدت بن کر جواب عرض کیا ؎

دیکھی ہے جب سے اس رخِ پُر نور کی جھلک
جچتی نہیں کسی کی صورت نگاہ میں

سارے جہاں کے خوبرو تیری قسم تیرے سوا
جچتے نہیں نگاہ میں اپنی نظر کو کیا کروں؟

حضرت خواجہ سیال شریف یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور متبسم انداز میں فرمایا" الحمد للہ تعالیٰ کہ آپ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ یہ شخص نہ غوث ہے نہ قطب بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے مریدوں کے امتحان کی غرض سے بھیجا ہے" چنانچہ دوسرے ہی دن وہ آدمی خود بخود غائب ہو گیا۔

اپنے شیخ کا ادب و احترام اس حد تک کرتے تھے کہ ایک دفعہ تونسہ شریف حاضری نصیب ہوئی تو جب خواجہ محمد سلیمان تونسوی نور اللہ مرقدہٗ کے روضہ مبارک پر حاضری کا وقت آیا تو دہلیز مبارک پر بوسہ دیا اور باہر ہی سے فاتحہ خوانی کر کے واپس چلے آئے۔ دیکھنے والوں نے آپ کی اس عجیب

حرکت کا سبب پوچھا تو آپ خاموش رہے۔ جب استفسار زور پکڑ گیا تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اپنے مرشد کی بوسہ گاہ میں اپنا قدم بلند کرنا مجھے گوارا نہ تھا۔

اوصافِ حمیدہ اور شمائل سعیدہ

آپ کے اوصافِ حمیدہ اور شمائل سعیدہ کو اس مختصر تذکرہ میں بیان کرنا بعید از امکان کے آپ کے استغنا عن النفس اور محجوبیت فی الذات کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنی نسبت سیادت تک کو بھول گئے تھے اور عجز و انکسار کے اظہار میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

بجائے خود ہمی دانم بہ نیمے جو تھے ارزد
اگر مولا کرم سازد بہا ئم بے بہا گردد

جود وسخا عفو و درگذر، حلم وحوصلہ تحمل و بردباری، زہد و تقوےٰ، عبادت وریاضت، شجاعت و بسالت، حق گوئی و بے باکی، استقلال و استقامت تسلیم و رضا، توکل و قناعت، اور مہمان نوازی آپ کی مثالی خصوصیات تھیں۔

حُلیہ اور لباس مُبارک

آپ نہایت وجیہہ جوان تھے، سفیدی مائل گندمی رنگ، اٹھتا ہوا قد، بھرا بھرا جسم، انوارِ ولایت سے دمکتا ہوا چہرہ، منور آنکھیں، ابرو ہلال گوں، سفید مصفےٰ دانت مبارک، گردن بلند، سر میانہ زلفیں کبھی بر درش کبھی تا بہ گوش، ریش مبارک نہ زیادہ گھنی نہ پتلی اور آواز میں جہر تھا۔ گرمیوں میں ململ کا سفید کرتہ لٹھے کا تہبند، اور چار ترکی ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ بازات کا کھلی آستینوں کا کوٹ، پشمینہ کا دُھسہ، روئی دار گرم ٹوپی، سفید ململ کا دوپٹہ آپ کا سردیوں کا لباس تھا۔ کفش مبارک جہلمی طرز کا بالکل سادہ سا استعمال فرمایا کرتے تھے۔

وصال

قرب ربی کا لگاؤ ابتدا ہی سے تھا۔ شیخ کامل رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر سے لگاؤ نے شوق، شوق نے محبت اور محبت نے عشق کا روپ دھار لیا تھا۔ پھر عشق اور اضطراب کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جوں جوں عشق بڑھتا گیا اضطراب میں اضافہ ہوتا گیا۔ بے چینی فزوں سے فزوں ہوتی چلی گئی۔ اور بے قراری کا دامن وسعت پذیر ہوتا گیا۔ محبت بھرا دل جدائی اور فراق سے چھلک چھلک جانے لگا۔

نگاہوں کی بصارت حسن کمال تک محدود ہو کر رہ گئی تو عشق و محبت کے اس متوالے نے مادیت کی فضاؤں سے دور۔ بہت دور داعی خلوت میں جمالِ یار کی جلوہ فرمائیوں سے سرشار ہونا چاہا اور ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ کو بروز سوموار ظہر سے تھوڑا پہلے آپ منزل بقا کی جانب کوچ کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے قطعہ ذیل میں آپ کی تاریخ وفات پر نظم فرمائی۔ قطعہ:

ہر کہ بر خاکِ مزار پیر حیدر شاہ رفت
تربیت اور ابنِ جلوہ ہائے طور گفت
ہاتف از گردوں رسید و طاک اور الوسہ داد
گفتمش سالِ وفات او بگو مغفور گفت

۱۳۲۶ھ

(اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت خواجہ احمد دین گانگوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت ۱۸۴۳ھ بمقام گانگی شریف جو میانوالی شہر سے جانب غرب چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، پیدا ہوئے۔

سلسلۂ نسب آپ کا سلسلہ نسب اکتیس واسطوں سے غوث صمدانی قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ کے اجداد میں سے سلطان الاولیاء حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف سے ہندوستان تشریف لائے اور علاقہ کچھی وکلور میں کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ پھر اپنے صاحبزادہ حضرت شیخ میاں علی قدس سرہ کو یہاں چھوڑ کر واپس بغداد شریف چلے گئے، اور وہیں جہان فانی سے ملک جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔

تعلیم نسبی سلسلہ میں آپ سادات کیلانی کے اس خاندان

کے سعادت مند فرزند ہیں، جو اپنی دینی و علمی سرگرمیوں کے لئے ہمیشہ ممتاز رہا۔ آپ نے قرآن حکیم اپنے گھر ہی میں اپنے والد ماجد سے پڑھا، جو وقت کے بلند پایہ اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ اگرچہ آپ کے والد ماجد علمی لحاظ سے بھی مرجع خواص و عوام تھے۔ لیکن کثرتِ اشغال اور ناسازیٔ طبع کے باعث آپ کو دینی علوم کے حصول کے لئے باہر بھیجنا مناسب سمجھا۔ چنانچہ فارسی کی ابتدائی تعلیم آپ نے ایک قریبی گاؤں سیلوان میں حاصل کی۔ پھر مظفر گڑھ میں مولانا غلام رسول صاحب سے صرف و نحو پڑھ کر ملتان تشریف لے گئے۔ اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب سے فقہ، اصول اور منطق کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد عمر پور ضلع ملتان میں حضرت مولانا الٰہی بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے معقول، فلسفہ، ریاضی، حدیث، تفسیر وغیرہ تمام علوم و فنون کی تکمیل کی۔ اگرچہ فرنگی محل لکھنؤ وغیرہ ہندوستان کے تمام شہروں میں حصولِ علم کے لئے قیام پذیر رہے۔ لیکن تکمیل عمر پور ہی میں پائی۔ اور ۱۸۶۵ء میں وہاں سے سندِ فراغت حاصل کر کے واپس گانگی شریف میں تشریف لائے۔ آپ کے والد صاحب سخت انتظار میں تھے آپکو آتے ہی اپنی مسند پر بٹھا کر تمام خدمات و فرائض آپ کے سپرد کئے اور خود پورا ایک ہفتہ بعد اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔

درس و تدریس، تبلیغ و افتاء

والد بزرگوار کے انتقال کے بعد ان کے ارشاد کے مطابق ان کی مسند سنبھالی اور درس و تدریس اور تبلیغ و افتاء کا مشغلہ اختیار فرمایا اور ۱۹۲۸ء تک پورے تریسٹھ سال تک گانگی شریف میں یہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اور آپ کے شاگرد عظام کابل، کندھار تک سے کھچ کھچ کر آپ کی خدمت میں آتے رہے۔

بیعت

حضرت قبلۂ عالم خواجہ خواجگان شمس العارفین کے آستانہ عالیہ میں حاضر ہو کر دی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ لیکن بیعت نہ ہو سکے۔ دوبارہ حاضر ہو کر حضرت خواجہ محمد الدین صاحب (حضرت ثانی) کے دستِ حق پرست پر بیعت

کا شرف حاصل کیا۔ مرشد کامل کی خصوصی توجہ سے آپ نے سلوک کی منزلیں طے فرمائیں اور جامع فضل و کمال بن گئے۔

عبادت و ریاضت

آپ کو بچپن ہی سے عبادت سے دلی لگاؤ تھا۔ لیکن شیخ کی توجہ سے اب تہجد، چاشت، اشراق اوابین وغیرہ کی سختی سے پابندی کرنے لگے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کی درس گاہ کے طلباء بھی شب خیز اور تہجد گذار بن گئے۔ اکثر بزرگوں کا کہنا ہے کہ طلباء میں جنات بھی شامل ہوتے تھے۔

مفتئ اعظم کا منصب جلیلہ

آپ کے تبحر علمی کے پیش نظر حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین صاحبؒ نے آپ کو آستانہ عالیہ سیال شریف کا مفتئ اعظم و قاضی القضا مقرر فرمایا۔ اور آپ نہایت محنت اور کامیابی سے یہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔

آپ کا عقیدہ و مسلک

آپ عقیدہ و مسلک کے معاملہ میں کسی لچک کے قائل نہ تھے۔ آپ کی حق گوئی اور بے باقی ضرب المثل کی حیثیت رکھتی تھی۔ عمر بھر کوئی بھی خوف و لالچ آپ کو متاثر نہ کر سکا۔ آپ ہمیشہ کتاب و سنت اور بزرگان کرام کے اقوال کی روشنی میں کلام فرماتے تھے اور آپ کی تقریر اس قدر مؤثر ہوتی کہ سامعین کے دلوں میں اتر جاتی تھی۔ علمی اور روحانی کمالات کے باوجود آپ انکسار اور تواضع پر کاربند تھے۔

کرامات

آپ اپنے کمالات اور کرامات چھپانے میں کوشاں رہتے تھے۔ لیکن پھر بھی بہت سی کرامات کا آپ کی ذات سے ظہور ہوا۔ قلّتِ گنجائش کی وجہ سے آپ کی کرامات کا یہاں بیان کرنا محال ہے۔ سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے، جس پر کہ آپ قائم و مستحکم رہے۔ یعنی اپنی زندگی کے آخری سال تک جبکہ

آپ کی عمر ایک سو پچیس سال سے بھی تجاوز کر چکی تھی، سخت کمزوری اور عمر رسیدگی کے باوجود ہر نماز پنجگانہ کے لئے مسجد میں خود چل کر آتے۔ بغیر کسی ظاہری سہارا کے خود ہی وضو فرماتے اور ہر نماز انتہائی پابندی سے باجماعت ادا فرماتے۔ نماز شروع کرنے سے پہلے قدرے کمزور معلوم ہوتے لیکن جب نماز کی نیت باندھ لیتے تو قیام رکوع و سجود جوانوں کی طرح ادا فرماتے ابتدائے شباب سے آخر تک تہجد، اشراق وغیرہ اور خاندان چشت اہل بہشت کے تمام وظائف ادا فرماتے رہے۔ رمضان شریف میں نماز تراویح باجماعت پڑھا کرتے تھے۔

تین گھنٹے رات اور دو گھنٹے دن آرام فرماتے۔ دو گھنٹے دن میں تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کے لئے نکالتے۔ باقی تمام وقت ذکر و عبادت میں صرف ہونا ظاہر ہے کہ ان سب اشغال کا باوجود کبر سنی کے باقاعدگی سے ادا کرنا بذاتِ خود کرامات سے کم نہیں۔

لوگ اپنی مشکل ترین حاجتیں لے کر آتے اور مشکل کشائی کے لئے نذریں مانتے تو اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کی برکت سے حاجتیں پوری فرما دیتا۔

ایک دفعہ آپ آیت کریمہ ھنالك دعا ذکریا المحراب کی تفسیر فرما رہے تھے، تو جوش میں آ کر فرمایا " آج بھی بفضلہٖ تعالیٰ مقبولانِ الٰہی کی خانقاہیں اور آستانے قبولیتِ دعا کے مراکز ہیں۔ اس پر ایک صاحب مولوی بہار علی صاحب سکنہ ترگ (جو ساٹھ سال کی عمر پر پہنچ جانے کے باوجود اولادِ نرینہ سے محروم تھے) نے کھڑے ہو کر عرض کیا، کہ حضور میں تو بڑے بڑے مقبولانِ الٰہی کے آستانوں پر دھکے کھا چکا ہوں، اور تا حال اولادِ نرینہ سے محروم ہوں۔ آپ نے فرمایا تو تو سخت کنجوس ہے۔ کسی کو کچھ بھی نہیں کھلا سکتا۔ پھر سخیوں کے سخی آستانوں کا کیوں شکوہ کرتا ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا "حضور! میں تو پورے درس کو پیٹ بھر کر حلوہ کھلاؤں گا۔ آپ

نے فرمایا تو اگلے سال آج ہی کی تاریخ ۱۱ جمادی الاول کو اپنا وعدہ پورا کر دینا۔ چنانچہ اگلے سال ۱۰ جمادی الاول کو مولوی صاحب کے ہاں بفضلہ تعالیٰ فرزندِ نرینہ پیدا ہوا۔ اور ۱۱ جمادی الاول کو شر کاٹے درس جلوہ کھا رہے تھے۔

علم وفضل اور تصانیف و تالیفات

حدیث دانی اور فقاہت میں آپ ایک امتیازی مقام رکھتے تھے۔ اور مخالفین بھی آپ کے علم وفضل کے قائل تھے۔ آپ کی تحقیق کل پاک و ہند کے علماء میں مشہور و مسلّمہ تھی۔ اور آپ سے ہندوستان کے علاقوں میں فتویٰ منگوائے جاتے تھے علمائے وقت کا اگر کسی فقہی مسئلہ میں اختلاف ہو جاتا تو محاکمہ کے لئے اکثر علماء آپ ہی کی طرف رجوع کرتے۔ اور آپ علمی تحقیق سے لاینحل مسائل کا حل فرماتے تو فریقین علماء مطمئن ہو جاتے، یہی وجہ ہے کہ علمائے وقت آپ کا دل سے احترام کرتے، چنانچہ آپ جہاں کہیں بھی مشائخ و علماء کے اجتماع میں تشریف لے جاتے تو سناٹا چھا جاتا۔

تصنیفات و تالیفات کے سلسلہ میں آپ نے عشر، زکوٰۃ، مسئلہ سماع (قوالی)، علم غیب، حاضر و ناظر، استغاثہ بحضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور طلاق..... وغیرہ کئی موضوعات پر کتابیں لکھیں۔ جن میں سے صرف اوّل الذکر موضوعات پر دو کتابیں "اسلامی بیت المال" اور "ضیائے شمس الانوار" طبع ہو سکیں، باقی غیر مطبوعہ ہیں۔

زندگی کے آخری ایام

زندگی کے آخری تین ایام میں شدت بخار اور نقاہت کے سبب بیہوش رہے۔ آنکھیں بند رہیں۔ مگر ہونٹ حرکت میں رہے۔ انگوٹھا اور شہادت کی انگلی بھی ہلتے رہے۔ گویا تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ جب نماز کا وقت آتا تو کانوں تک ہاتھ اٹھا کر باندھ لیتے اور رکوع و سجود اشاروں سے فرماتے یہ سب کچھ بیہوشی میں ہوتا، آنکھیں بند رہتیں مگر نماز پوری رکعتوں سے ادا ہوتی رہی۔ آخری روز وفات سے چند گھنٹے پیشتر آنکھیں کھولیں اور تاریخ

اور دن پوچھے، جواب پاکر فرمایا، کیا میں اپنے گھر میں ہوں۔ عرض کیا گیا کہ آپ اپنے گھر ہی میں تو ہیں۔ فرمایا "یہ گھر میں چھوڑنا چاہتا ہوں۔ اس گھر میں شریعت مطہرہ کا پوری طرح اتباع رہے۔ مجھے اپنے گھر لے جاؤ۔ اور میرے آقازادہ حضرت سجادہ نشین سیال شریف اگر تشریف لائیں تو عرض کرنا کہ حضور! اگر نماز جنازہ نہیں پڑھائی تو قبر پر دعائے مغفرت فرمائیں ؎

بہ جنازہ گر نہ آئی بمزار خواہی آمد

یہ فرماتے ہوئے پھر آنکھیں بند کرلیں۔ لیکن ہونٹ پھر ذکر الٰہی سے چلنے شروع ہوئے۔

وصال

آخر ۲۸ر اکتوبر ۱۹۶۸ء کو مطابق ۴ رجب المرجب ۱۳۸۸ھ بروز شنبہ سوا ایک بجے بعد از دوپہر ذکر کرتے ہوئے جانِ شیریں، جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رٰجِعُون

نماز جنازہ

حضرت قبلہ عالم سجادہ نشین سیال شریف مدظلہ العالی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے رات کو ہی سیال شریف سے روانہ ہوگئے۔ لیکن راستہ میں موٹر خراب ہو جانے کی وجہ سے دیر سے اس وقت تشریف لائے جب آپ کو نماز جنازہ کے بعد لحد میں اتارا جا چکا تھا۔ چنانچہ حضور غریب نواز نے قبر پر فاتحہ پڑھی اور دعائے مغفرت فرمائی۔

جنازہ میں شرکت کرنے والے مسلمانوں کی اس قدر کثیر تعداد تھی کہ شہر میں جگہ کی قلت کے باعث شہر سے باہر میدان میں نماز جنازہ ادا ہوئی۔

آپ کا مزار مبارک مدرسہ شمس العلوم جامع مسجد گانگی (میانوالی) میں ہے جو آج بھی مرجعِ خلائق بنا ہوا ہے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادہ مولانا غلام فخر الدین صاحب گانگوی زیب سجادہ ہیں جو نہایت ہی خاموش طبع، فنافی الشیخ اور علمائے اہل سنت سے خاص الفت رکھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت دریائے سندھ کے اس پار قصبہ چاچڑاں میں ہوئی۔ ابھی آپ چار سال کے تھے کہ آپ کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں۔ جب آپ آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو آپ کے والد بزرگوار خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ بھی، جو اپنے وقت کے برگزیدہ بزرگ تھے، اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ کا مزار مٹھن کوٹ میں ہے۔ والد کی وفات کے بعد آپ کی تعلیم و تربیت کی تمام ذمہ داری آپ کے بڑے بھائی خواجہ غلام فخر الدین پر آن پڑی۔ یہ بھی اپنے وقت کے برگزیدہ بزرگوں میں سے تھے۔ جب آپ ۲۸ برس کی عمر کو پہنچے تو آپ کے بڑے بھائی (جو آپ کے پیر و مرشد بھی تھے) وفات پا گئے۔ اس طرح آپ کو پے در پے صدمات سے واسطہ پڑا۔

حسب و نسب خواجہ غلام فریدؒ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے خاندان کے افراد عرب سے علاقہ سندھ میں منتقل ہوئے۔ پھر مختلف مقامات پر رہائش پذیر ہونے کے بعد مٹھن کوٹ (ڈیرہ غازیخان) میں مقیم ہوئے۔

ابتدائی حالاتِ زندگی والد بزرگوار کی وفات کے بعد حضرت مولانا غلام فخر الدینؒ سجادہ نشین ہوئے تو انہوں نے جہاں عام لوگوں کے لئے رشد و ہدایت کے دروازے کھول دیئے وہاں خواجہ فریدؒ پر خصوصی توجہ فرمائی۔ اس

توجہ خاص کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ خواجہ کے بڑے بھائی اور سرپرست ہونے کے علاوہ خود دولتِ اولاد سے محروم تھے۔ بہرحال خواجہ غلام فخرالدین نے اپنے چھوٹے بھائی کے بچپن ہی میں اُن کے عظیم مستقبل کے آثار دیکھ لئے تھے۔ اس لئے انہوں نے خواجہ غلام فریدؒ کی ذہنی، قلبی اور روحانی تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آٹھ سال کی عمر میں والد کی وفات تک خواجہ غلام فریدؒ نے قرآن مجید کی تعلیم سے فراغت حاصل کر لی تھی۔ بلکہ فارسی اور عربی کی تعلیم بھی شروع کر دی تھی۔

ریاست بہاولپور کے نواب محمد صادقؒ کو اس خاندان سے بڑی عقیدت تھی۔ کہا جاتا ہے کہ نواب صاحب نے مولانا غلام فخرالدینؒ سے استدعا کی کہ خواجہ غلام فریدؒ کو ان کے پاس بھیج دیا جائے تاکہ وہ بھی کچھ حقِ خدمت ادا کر سکیں۔ چنانچہ آپ نے کچھ عرصہ احمد پور شرقیہ میں گزارا۔

حضرتؒ کی خواجہ غلام فخرالدینؒ کے ہاتھ پر بیعت

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی عمر ابھی چودہ سال کی تھی کہ آپ نے اپنے بڑے بھائی خواجہ غلام فخرالدینؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اپنے برادرِ بزرگ اور پیر و مرشد سے مختلف علوم و فیوض باطنی حاصل کیے۔

حضرت خواجہؒ کی شاعری

آپ ملتانی زبان کے بہترین شاعر تھے۔ آپ کی کافیاں بہت مشہور اور مقبولِ خواص و عام ہیں۔ آپ کی طبیعت میں بلا کا سوز تھا، اس لئے آپ کی کافیاں میں سوز و غم دردِ عشق اور ہجر و فراق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ مزید برآں آپ کی شاعری سراسر تصوف میں ڈوبی ہوئی ہے جو عشقِ حقیقی کے گرد گھومتی ہے۔ بیشتر پنجابی اور ملتانی شعراء کی طرح خواجہ غلام فریدؒ نے بھی عاشق کو مونث کے روپ میں پیش کیا ہے۔ شاع

اس سے کافیوں میں کچھ چاشنی اور موسیقیت پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ کی ایک کافی کا اردو ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

"اے یار تو نے مجھ پہ ذرا بھی ترس نہ کھایا۔ تو مجھے بے کس اور بے نوا کر کے چھوڑ گیا۔ اپنے ہمراہ نہ لے گیا۔ روزِ ازل سے مجھ دکھیا نے ہجر کا جام پیا ہے۔ جس دن سے ساجن چلا گیا ہے، میرے گھر میں درد آ کر آباد ہو گیا ہے اور سکھ رخصت ہو گیا ہے۔ درد و اندوہ میری رگ رگ میں رچ گیا ہے۔ فرید میں کوہ و بیابان میں آوارہ پھر رہی ہوں، کاش کہ مجھے کوئی چیتا کھا جائے۔"

روہی سے پیار خواجہ کی کافیوں میں روہی اور خواجہ کے اس سے لگاؤ کا ذکر آتا ہے

القصہ خواجہ کی کافیوں میں درد و الم، عشق و فراق اور اندوہ و غم کی کارفرمائیوں کا کوئی حتمی سبب متعین کرنا امر محال ہے، البتہ ان کی کچھ کافیوں کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ قارئین کو خود بخود کسی نہ کسی نتیجہ پہ پہنچنے میں مدد مل سکے۔

۱۔ اے میرے محبوب! تیرے بغیر مجھے ساری دنیا اندھیر نظر آتی ہے۔ اے محبوب! میرے سینے سے آ کر لپٹ جا اور میری آنکھوں میں سما جا۔

۲۔ اے جانے والے مسافر! خدا کے لئے میرے محبوب کے لئے میرا پیغام لے جا۔ اسے کہنا اے دوست! مکر و فریب کو چھوڑ دے اور پریت کی ریت کو بٹہ نہ لگا۔ جس طرح تو مجھ سے منہ موڑ کر چلا گیا تھا یہ ظلم و جفا ہے۔

۳۔ عشق دکھی دلوں کے لئے راحت کا سامان ہے، عشق ہی میرا مرشد اور ہادی ہے، عشق ہی میرا پیر ہے۔

وحدت الوجود بیشتر صوفیائے کرام کی طرح خواجہؒ بھی "وحدت الوجود" کے قائل تھے۔ انہیں کائنات کے ذرے ذرے میں ایک ہی روح رواں

نظر آتی تھی۔ یہ وسیع دنیا، یہ دُور تک پھیلا ہوا بلند و بالا آسمان، یہ سبزہ و گل، یہ بنتے بگڑتے بادل، یہ مست ہوا، یہ بجلی کی چمک، یہ طلوع و غریب، یہ روہی کی پہنائیاں اور تنہائیاں، یہ بہاروں کی آمد و رفت انہیں ہر چیز میں ذات واحد کی کرشمہ سازیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

ڈٹھا عشق عیاں تا بازار گلی!	ترجمہ:۔ میں نے عشق کو ہر بازار اور ہر گلی میں جلوہ
سبھو رمز خفی ہٹن ہتیوم جلی	فگن دیکھ لیا ہے، ہر چیز میں اسی کے نورِ
سبھ جلوہ نور ظہور ڈسے	حضور کا جلوہ نظر آ رہا ہے۔
گئی غیبت عین ظہور ڈسے	غیبت اور دوری ختم ہوگئی ہے اور مجھے عین ظہور
دل وچ دلبر دے نال رلی	نظر آ رہا ہے۔ اب میرا دل محبوب کے ساتھ مل گیا ہے۔
غیرت محض محال ڈسے	ترجمہ:۔ اس ذات کے سوا کوئی اور وجود دیکھنا محال
چوطرفوں حسن وجمال ڈسے	ہے۔ چاروں طرف اسی کا حسنِ جمال نظر آ رہا ہے۔
ہر ویلے وصل وصال ڈسے	مجھے ہر وقت وصل حاصل ہے اور دن رات
ڈینہہ رات پنل گل لا دم رہی	میرا محبوب مجھے گلے لگائے رکھتا ہے۔

خواجہؒ کی اپنے پیر و مرشد سے عقیدت

حضرت خواجہ غلام فخر الدینؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد خواجہ غلام فخر الدینؒ خواجہ غلام فریدؒ کے محض بھائی اور سرپرست ہی نہ تھے۔ خواجہ غلام فریدؒ کے ان سے پیار و محبت میں ایک گونہ عقیدت و احترام بھی شامل ہو گیا تھا۔ وہی احترام جو ایک مرید کو اپنے مرشد کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ جیسے سید بلھے شاہؒ اپنے مرشد شاہ عنایت کا ذکر اپنی کافیوں میں کرتے ہیں، اسی طرح خواجہ غلام فریدؒ بھی اپنی کافیوں میں اپنے مرشد کا بار بار تذکرہ کرتے ہیں اور احترام اور عقیدت کی رُو سے خواجہ غلام فخر الدینؒ کو "فخر جہاں" کے لقب سے یاد کرتے ہیں ؎

فخرِ جہاں قبول کنو سے واقف کل اسرار تھو سے	ترجمہ:۔ مجھے فخرِ جہاں نے قبول کر لیا ہے۔ اور میں تمام اسرار سے واقف ہو گیا ہوں۔
فخرِ جہاں اک ریت سوجھائی ارضی تھیا یک بار سمائی ظلمت بن گئی نور و نور	ترجمہ:۔ فخرِ جہاں نے مجھے ایسی ریت سمجھائی ہے جس سے یہ زمین کا باسی یک بارگی آسمان کی بلندیوں پہ پہنچ گیا اور ساری ظلمت اور گمراہی دور ہو کر نور ہی نور چھا گیا ہے۔
رمز حقیقی جہات اساڈی فخرِ جہاں ایہا ریت سکھایم	ترجمہ:۔ ہماری نظر میں کوئی نہ کوئی رمز ہوتی ہے۔ فخرِ جہاں نے ہمیں یہی ریت سمجھائی ہے۔

یہی نہیں، بلکہ ان کی مرشد سے عقیدت اور اس کے احترام کا یہ عالم تھا کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کو اس پہ قربان کرنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ آپ کہتے ہیں ؎

گھول گھتاں میں فخرِ جہاں توں جنت، حور، قصور	ترجمہ:۔ میں اپنے فخرِ جہاں پہ جنت، حور، قصور سب کچھ قربان کر دوں۔

مولانا نسیم طالوت مرحوم نے "کلامِ فرید" میں لکھا ہے کہ خواجہ علیہ الرحمتہ نے جن کافیوں میں اپنے مرشد سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے، تمام نہیں تو ان میں سے بیشتر مرشد کی وفات سے قبل لکھی گئی ہوں گی۔ لیکن مولف ناچیز کے نزدیک یہ نظریہ کچھ قرینِ صحت نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ ایسا کوئی کلیہ آج تک وضع نہیں ہوا جس کی بنا پہ اسے تسلیم کیا جا سکے۔ اس کے برعکس انسانی نفسیات کو سمجھنے والے جانتے ہیں کہ بالعموم ممدوح بالخصوص مرشد کی زندگی میں تو عقیدت کے جذبات دلوں میں جاگزیں

رہتے ہیں۔ لیکن مرشد کی وفات کے بعد یہ جذبات دلوں میں ابال کھا کر باہر نکل آتے ہیں، جو اشعار یا نثر کا جامہ پہن لیتے ہیں۔

چونکہ خواجہ کا کلام کسی سن و تاریخ کے تعین کے بغیر ہم تک پہنچا ہے اس لئے آپ کے کلام کو ان کی حیات کے احاطہ میں لاکر ہی کوئی رائے قائم کر سکتے ہیں نہ کہ ان کی حیات کسی خاص حصہ سے متعلق کر سکتے ہیں۔

فخر جہاں کا وصال اور خواجہ کی مسند نشینی

۱۲۸۸ھ میں خواجہ فخر جہاں کا انتقال ہو گیا تو خواجہ غلام فر[یدؒ] مسند رشد و ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے اور ساتھ ہی عبادات و ریاضت اور استغراق کے ساتھ مشغول ہو گئے۔ یہی زمانہ ہے جب آپ نے روہی میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ آپ کی کرامات دیکھ کر لوگ آپ کے گرویدہ ہو گئے۔

خواجہؒ کی شاعری کی خصوصیات

خواجہ ہفت زبان کے شاعر تھے۔ انہوں نے سرائیکی زبان کی کافیوں کے علاوہ اور بھی مختلف زبانوں میں کافیاں لکھی ہیں، لیکن سرائیکی زبان کی کافیاں بے مثال ہیں۔ خواجہ کی زندگی سے قبل یا اس کے بعد آج تک سرائیکی زبان میں اس سے بہتر مواد کسی نے پیش نہیں کیا اور نہ ہی آئندہ امید کی جاتی ہے۔

آپ کے کلام میں تصوف، اسرار و معرفت، حمد و نعت کے علاوہ حسن و عشق، درد و غم، پیار و محبت اور مناظر فطرت کی عکاسی جھلکتی ہے۔

خواجہ کا سفر حج

۱۲۹۲ھ میں خواجہ فریدؒ نے روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مکہ معظمہ میں حاضری کا ارادہ کیا چنانچہ وہ کئی ایک مریدوں کے ساتھ حج کو چل دیئے۔ ملتان سے لاہور ہوتے ہوئے آپ دہلی پہنچے۔ پھر وہاں سے اجمیر کا رخ کیا۔ اجمیر شریف میں خواجہ بزرگ کے آستانے

پہ حاضری دی۔ اور وہاں آپ کی دستار بندی کی گئی۔ اس کے بعد آپ نے بمبئی سے بہت سے مریدوں کو ساتھ لیتے ہوئے دربارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر اختیار کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حج کے اس سفر میں آپ کے ہمراہ اور لوگوں کے علاوہ اُوچ کے دیوان ولایت شاہ اور دیوان خیر شاہ اور دیوان حیدر بخش تھے۔ اس سلسلے میں مولانا طالوت مرحوم لکھتے ہیں:

"اتنے کثیر ہمراہیوں کا سارا خرچ آپ نے خود برداشت کیا اور اس کے ساتھ ہی عرب کے رہنے والوں میں جس جود و سخا کا آپ نے مظاہرہ کیا، اسے وہ لوگ مدتوں تک یاد کرتے رہے۔ حج کے کل سفر میں آپ نے کس قدر روپیہ خرچ کیا، اس کا تو کوئی نے ذکر نہیں کیا۔ البتہ مرزا احمد اختر نے چاچڑاں سے بمبئی تک کے خرچ کا اندازہ ۳۶ ہزار روپیہ لگایا ہے۔ اس لئے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب آپ نے یہاں کے مساکین پہ ۳۶ ہزار روپیہ صرف فرمایا تو عرب مساکین پہ تو بدرجہا زیادہ خرچ کیا ہوگا اور کرایہ وغیرہ ملا کر دو چار لاکھ سے کیا کم خرچ کیا ہوگا، کیونکہ واپسی پہ صرف وہی ہمراہی ساتھ نہ تھے جو یہاں سے معیت میں گئے تھے۔ بلکہ عرب میں جس قدر مساکین خرچ نہ ہونے کی وجہ سے رُکے پڑے تھے، آپ اُن سب کو ہمراہ لے آئے تھے۔"

اس سے خواجہ کی درویشانہ زندگی، دریا دلی، اور خدا ترسی کا اظہار ہوتا ہے۔ خواجہؒ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کس درجہ تک سرشار تھے۔ اس کا اندازہ آپ کی کافیوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ غالباً مذکورہ کافیاں اس وقت کی یادگار ہیں جب کہ حج کے بعد روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف بہ زیارت ہو کر واپس ہو رہے تھے۔ طوالت کے خوف سے اُن ہی کافیوں کا صرف ترجمہ دینے

پر اکتفا کیا گیا ہے :

"آج میں محبوب سے رخصت ہو رہا ہوں اور میرے سر پر دکھوں کا بوجھ ہے۔ یہ قبلہ مقدس اور عالی ہے اور ہر عیب سے خالی ہے۔"

"میرے دل نے سچی پریت لگائی ہے۔ اے خدا! اِک بار مجھے پھر ملا دینا۔ مجھے پھر یہاں لانا۔"

"میرا دل محبوب کے لئے ترس رہا ہے۔ اسے گھر، شہر اور بازار میں کہیں بھی چین نہیں آتا۔"

"اے فرید! میں محبوب کے بغیر گھل گھل جاؤں گا۔ اور رو رو کر آنکھیں خون بہائیں گی۔ آخر کار غم کھاتے کھاتے مر جاؤں گا۔ ان دکھوں نے میرا جی جلا کر رکھ دیا ہے۔"

انہی کافیوں میں خواجہ نے حرم کعبہ سے عقیدت اور احترام کے جذبات کا بھی اظہار کیا ہے جس سے حرم کعبہ سے خواجہ کی گرویدگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ایسی چند کافیوں کا ترجمہ ذیل میں ہدیہ قارئین کرام کیا جاتا ہے :

"یہاں ادنیٰ و اعلیٰ سب سوالی بن کر آتے ہیں۔ یہاں جو کچھ بھی کوئی مانگتا ہے پا لیتا ہے۔ سبحان اللہ! یہ کعبہ دارالامان ہے، کتنا معظم ہے اور خدا کا گھر کس قدر قابل احترام ہے۔"

"سبحان اللہ! یہ خدا کا گھر کس قدر قابلِ احترام ہے، یہ سراپا رحمت کا سایہ ہے۔ حجرِ اسود ایک نور ہے جو سیاہ رنگ میں مجسم ہو گیا ہے۔ یہ مسلمانوں کا سوادِ اعظم ہے۔"

"جو بھی حرم کے احاطے میں داخل ہو گیا، بیشک وہ مامون ہو گیا۔ تو

حرم کے احاطے کو یاد کر اور اپنے پرانے غموں کو اپنے پیش نظر رکھ۔"

"دل کہتا ہے کہ میں زہر کھاؤں کہ میں نے اس حرم کے دیدار کے بغیر ہی اتنی زندگی کیوں گزار دی۔ اب وطن کی طرف واپسی ہے اور میرے دل پہ لاکھوں غم ٹوٹ پڑے ہیں۔"

"اگر قسمت نے یاوری کی تو ایک بار پھر حرم کعبہ میں حاضر ہو کر طوافِ کعبہ کے دھکے کھاؤں گا۔"

خواجہؒ کا وصال آپ کی صحت ہمیشہ اچھی رہی، البتہ عمر کے آخری حصہ میں آپ مرض ذیابیطس میں مبتلا ہوئے، جو رفتہ رفتہ بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ وصالِ یار کا وقت آن پہنچا۔ آخر ۶ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ بمطابق ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء بروز چہار شنبہ وصالِ یار فرمایا۔ اور مٹھن کوٹ میں مدفون ہوئے۔ آخری بار آپ نے فرمایا: (کافی)

گذریا وقت ہسن کھیلن دا — آیا وقت فرید اچلن دا
اوکھا پینڈا یار ملن دا — جان لباں تے آندی اے

مٹھن کوٹ میں آپ کا مزار شریف آج بھی مرجع خواص و عوام ہے اور ہر سال آپ کا عرس شاندار طریقہ سے ۵، ۶، اور ۷ ربیع الثانی کو منایا جاتا ہے۔

نعت

آں جملہ رسل ہادی برحق کہ گذشتند
آج تک جتنے سچے رسول گذرے ہیں

بر فضل تو اے ختم رسل دادہ گواہی
اے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سب نے آپ کی بزرگی کی گواہی دی

تو باعث تکوین معاشی و معادی
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دنیا و آخرت کی تکوین کا باعث آپ ہیں

اے عبد الٰہ ہست مسلم بہ تو شاہی
اے اللہ کے برگزیدہ بندے، کونین کی شاہی آپ کو بخشی گئی

عالم ہمہ دا ریت از ہوش برفتہ
آپ کی محبت کے باعث سارا جہان مدہوش ہے

آہو شدہ در یم و بصحرا شدہ ماہی
ن دریا میں چھلانگیں لگا رہا ہے اور مچھلیاں صحرا میں بھاگ رہی ہیں

زآفاق پریدی و ز افلاک گذشتی
آپ نے آفاق سے پرواز کی اور آسمانوں سے بھی آگے گذر گئے

درجات تو فی السدرۃ غیر المتناہی
آپ کے درجات مقام سدرہ سے بھی آگے نکل گئے

امید بہ رحمت کہ مکارم سیتم تست
میں حضور کے کرم کا امیدوار ہوں اور کرم فرمانا آپکی پسندیدہ عادت ہے

من کیستم و چیست معاصی و تباہی
اس ذات کے سامنے میری کیا حقیقت ہے میرے گناہوں کی کیا حیثیت ہے

آئیسم نیم از فضل تو اے روح خداوند
اے رحمت الٰہی! میں تیرے فضل و کرم سے مایوس نہیں ہوں

نظرے کہ رہاید از قمر رنج و سیاہی
ایک ایسی نظر فرما [illegible]

از خواجہ قمر سیالوی

فرمانِ حضور شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

"کتاب "تذکرہ اولیائے چشت" خوب است"

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

تذکرہ اولیائے چشت

مصنف

مولانا سلطان احمد فاروقی سیالوی

ناشر
ادارہ قمر الاسلام صدر بازار لاہور کینٹ
جامع مسجد جان محمد